الصواعق الالهیة فی الرد علی الوھابیة

تصنیف:

شیخ سلیمان بن عبدالوہاب (شیخ نجدی کے برادر حقیقی)

ترجمہ و تحشیہ:

نبیرہ مفسر اعظم ہند مولانا محمد ارسلان رضا قادری حفظہ اللہ تعالیٰ

وتلیه رسالة صنفت عقب نشر الدعوة الوهابية اسمها:

الدرر السنية فی الرد علی الوهابية للشیخ احمد زینی دحلان المکی

قام بترجمتها:

حفید الامام احمد رضا شیخ القرآن المفسر الاعظم بالهند

محمد ابراهیم رضا خان الجیلانی علیه الرحمة

نام کتاب: رسالتان رائعتان فی الرد علی من یکفر اہل الایمان للشیخ سلیمان و العلامۃ احمد زینی دحلان، (مسلمانوں کی تکفیر کون کرتا ہے؟)

ترجمہ رسالہ الدرر السنیۃ: حضور مفسر اعظم ہند علامہ ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ رسالہ الصواعق الالٰھیۃ: نبیرۂ مفسر اعظم حضرت مفتی محمد ارسلان رضا خان قادری

تصحیح، تحشیہ و ترتیب نو: نبیرۂ مفسر اعظم، حضرت مولانا محمد ارسلان رضا قادری حفظہ اللہ تعالی

باہتمام: مولانا محمد جمیل احمد رضوی صاحب (مکتبہ رحمانیہ رضویہ، درگاہ اعلی حضرت، بریلی)

پروف ریڈنگ: مولانا عبد القادر رضوی، مولانا محمد شاہد رضا، مولانا محمد صدام منظری (رضوی دار الافتاء، مرکز اہل سنت، ۷۸۹۵۱۶۰۰۹۲)

ناشر: مکتبہ: رحمانیہ رضویہ درگاہ اعلی حضرت، بریلی شریف، ۹۳۵۹۱۰۶۹۴۲

بار اول: ۱۴۴۳ھ ۲۰۲۱ء

بموقع: ۱۰۳ عرس رضوی

صفحات: ۳۷۲

ملنے کا پتہ

مکتبہ رحمانیہ رضویہ ــــــــ درگاہ اعلیٰ حضرت، سوداگران، بریلی شریف

رضوی دار الافتاء ــــــــ روبرو مزار اعلیٰ حضرت بریلی شریف

(فہرست)

انتساب

مرتب کے والد ماجد نبیرہ اعلی حضرت شہزادہ حضور ریحان ملت حضرت مولانا

عثمان رضا خاں عرف انجم میاں دامت برکاتھم العالیہ

اور

والدہ ماجدہ مدظلھا العالی

اور خصوصی استاذ گرامی حضرت

مفتی محمد مستقیم صاحب قبلہ مصطفوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ

سابق استاذ دار العلوم اہل سنت فیض الرسول براؤں شریف)

جو ۱۸ شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ، مطابق ۲۴ اپریل ۲۰۱۹ء کو اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کے نام!

میرے استاذ ماں باپ بھائی بہن
اہل و ولد و عشیرت پہ لاکھوں سلام

وكذاك لي ابوان مع شيخ غدا
لي ناصحا بالجهد قد رباني

يرجون منك تسامحا و شفاعة
تنجيهم من لاعج النيران

عرض مرتب

قبل آغاز کتاب اس بات کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم اپنے امام کے مقلد ہیں کسی مصنف کے نہیں ، جو باتیں جمہور یا ہمارے ائمہ کے خلاف ہیں ان سے ہم قطعاً متفق نہیں ، اگر یوں تلاش کیا جائے کہ کسی کتاب میں کوئی کمی ، کوتاہی نہ ہو تو شاید ہی کوئی کتاب کام کرنے کو میسر آئے ، اعلی حضرت امام اہل سنت ''اظہار الحق الجلی''میں فرماتے ہیں :

''اور اگر یہ مراد کہ ان میں (یعنی مصنفین کی تصنیفات میں) جو لکھا ہے ، سب تمہیں تسلیم ہے یا نہیں ؟ تو اس کا حال یہ ہے کہ ہم اپنے امام کے مقلد ہیں ، ان مصنفین کے مقلد نہیں ، ہم ہمیشہ جمہور سواد اعظم کے پیرو ہیں ، جو بات جس مصنف خصوصاً حال کے لوگوں اور خصوصاً ہندی مولویوں کی جمہور کے خلاف ہوگی ، ہمیں تسلیم نہیں ''۔(جواب نمبر:۲۵،ص:۲۹)

شیخ سلیمان کا یہ رسالہ پہلی دفعہ راقم کی نگاہ سے جب گزرا ، اسی وقت عزم کر لیا تھا کہ اس کا ترجمہ مع ترجمہ درر سنیہ شائع کیا جائے گا ، ترجمہ مکمل بھی کر دیا ، پھر جد معظم حضور مفسر اعظم (علیہ الرحمہ) کی ایک عبارت ''درر سنیہ '' کے ترجمہ میں شیخ سلیمان کی اس کتاب کے متعلق حاشیہ میں ملاحظہ کی جس میں آپ نے اپنی خواہش کا یوں اظہار فرمایا تھا کہ

''اگر یہ کتاب، کتب خانہ میں دستیاب ہوئی تو ترجمہ شائع کیا جائے گا''(ص ۳۴۰)

میں حمد الہی بجالایا ، انتہائی مسرت ہوئی کہ یہ کام میں نے کیا نہیں ہے ، مجھ سے کروایا گیا ہے ، اور اب اندازہ ہوا کہ میرے ذہن میں ان دو رسالوں کو ایک ساتھ شائع کرنے کا خیال کیوں پیدا ہوا ۔ فالحمد للہ علی ذلك ثم الحمد للہ ۔

فقیر محمد ارسلان رضا قادری غفرلہ

خادم رضوی دار الافتاء و آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ

مرکز اہل سنت بریلی شریف

حکایات ارسلانی میری زبانی

مولانا محمد نور الدین احمد نوری الازہری

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

علماے کرام انبیاے عظام کے وارث ہوتے ہیں، حالاں کہ علما کے حق میں یہ شرف و امتیاز لکھتے کہتے ہوئے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں کیسانازک منصب اور عظیم ذمہ داری ان کے سپرد ہوئی ہے۔انبیاے کرام کی وراثت کوئی معمولی وراثت نہیں ہے نا چند روایات کی اسیر، بلکہ ان کی وراثت اور نیابت محکم عقیدہ عبادات صالح روایات علمی فکری تہذیبی برگزیدگی اور ضمیر انسانی کی مبارک نمائندگی سے عبارت ہے۔ تاریخ اسلام کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ علماے کرام اپنے اپنے عہد میں اپنی اصلاحی ذمہ داریوں سے عہدہ برہوتے آئے ہیں اور حسب توفیق و استطاعت گفتار و کردار اور تحریر و تصنیف کی شکل میں دین حنیف کی صحیح صالح اور واقعی ترجمانی کرتے آئے ہیں۔

اس درمیان ایسے پرآشوب عہد بھی آئے کہ جب اعداے دیں نے اسلام کی تعبیر و تبلیغ کے نام پر اپنے نفسیاتی اسقام سے مجبور ہوکر بدعات و منکرات کا فروغ چاہااور اس کی نامسعود سعی لاحاصل بھی کی لیکن اللہ عزوجل کے منتخب اور عہد آفریں بندوں نے ان کی شیطنت اور مکائد و مفاسد کو بے نقاب کیا۔ اور اسلام کے چہرے پر ایمان و عقیدے اور عبادات و روایات کی تازگی باقی رکھی، جس کا نتیجہ ہے کہ آج بھی دین کا آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہے۔ اور چودہ صدی بیت جانے کے باوجود اس کی تابندہ اور تازگی اہل اسلام کے قلوب و اذہان اور اعمال و کردار کو منور معطر رکھنے کی پوری اہل ہے۔

دین متین کی انہیں خدمات جلیلہ کی ایک معظم اور محترم کڑی برصغیر کا وہ ممتاز خانوادہ ہے جس کی دعوتی خدمات تقریبا دو سو صدیوں پر محیط ہے۔ اسی خانوادے کا ایک جلیل القدر، عظیم

المرتبت نام اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ ہے۔ پورے بر صغیر میں آپ کی دار الافتائی شخصیت، تعلیمی وتحقیقی حیثیت، بدعات ومنکرات کی تردید، بدمذہبیت کے استیصال اور عشق رسالت اور مشرب قادریت کی تبلیغ وتشہیر کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ آپ جیسی جامع حیثیات وخدمات ہند وپاک کے ماضی قریب یا بعید یا ماضی مطلق میں نہیں ملتی۔ یہ دعوی محض عقیدت کی بنا پر نہیں بلکہ اس انصاف اور اعتماد کی بنیاد پر کہ رہا ہوں جس کی گواہی آپ کے علمی اور فقہی شاہکار سے ملتی ہے آپ کی ہمہ گیری اور عبقریت کے انوار وتجلیات فتاوی رضویہ میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

اعلی حضرت کی عظمت یہ ہے کہ آپ نے اہل سنت کی نمایاں نمائندگی اور قیادت کرتے ہوئے سنیت کے مستحسن معمولات و مراسم کو متوازن تحفظ عطا کیا۔ جذبہ توحید کے نام نہاد پرستاروں کے افراط وتفریط اور اس کی آڑ میں ادنی ادنی بات میں کفر وشرک اور بدعات دیکھنے والی نگاہوں اور بے بہرہ بصیرتوں پر کلک رضا اور خنجر خونخوار کی ایسی مار پڑی ہے کہ آج تک ان کی بصارتیں خیرہ ہیں۔ آپ نے ان کی علمی اور دینی سطحیت پر ایسے تازیانے قائم فرمائے ہیں جن کا جواب سوائے اتہامات والزامات کے آج تک نہیں بن پڑا۔ آپ کی ذات سے بیک وقت سنیت، حنفیت اور قادریت کو نیا رنگ وآہنگ اور تاب وتوانائی ملی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے بعد اکابرین علم وفن آپ کی خداداد ذہانت استعداد دلسوزی اور مجددانہ عظمت پر خطبہ پڑھتے نظر آتے ہیں۔ آپ کے تجدیدی کارناموں کے فیضان عام کا عالم یہ ہے کہ آپ کی ذات وتعلیمات کو ہند وپاک ونیپال اور بنگلہ دیش میں اہل سنت کے نشان امتیاز کی معتبریت حاصل ہے۔

ملی ومسلکی خدمات کا مخلصانہ اور مجاہدانہ سلسلہ آپ کے بعد بھی جاری رہا۔ حجۃ الاسلام، مفتی اعظم، مفسر اعظم، ریحان ملت، تاج الشریعہ اسی سلسلہ کے ممتاز اور معروف نام ہیں۔ آپ حضرات بھی اپنے اپنے عہد میں علمی فکری روحانی خدمات میں اپنے معاصرین میں ممتاز معتبر اور الولد سر لابیہ کی علامت اور بشارت رہے۔ خاص طور پر مفتی اعظم اور تاج الشریعہ کا رشد وہدایت کے میدان میں ایک انفرادی اور انقلابی کردار رہا۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں کو جیسی عوامی مقبولیت نصیب رہی وہ اپنی نظیر آپ ہے۔

عالی مرتبت مکرمی حضرت مولانا مفتی ارسلان رضا خان صاحب قبلہ زید مجدہ اسی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ ریحان ملت حضرت مولانا ریحان رضا خان علیہ الرحمہ کے پوتے اور حضرت مولانا عثمان رضا عرف انجم میاں کے صاحب زادے ہیں۔ خیر یہ حیثیتیں اور اعزازات تو اضافی ہیں آپ بذات خود بھی ایک ہونہار ذی استعداد قابل اور شریف انسان ہیں۔

آپ کی ابتدائی تعلیم دسویں تک انگلش میڈیم سکول میں ہوئی۔ سرپرستوں کا خیال تھا اعلی عصری تعلیم دلائی جائے، اسی ارادہ و نیت سے بریلی شریف کے ایک اہم اور معیاری اسکول میں داخلہ دلایا گیا تھا، لیکن کچھ تو پسر نوح کے انجام کے اندیشے سے اور بہت کچھ گرد و پیش کے خانقاہی نورانی اور قیل و قالے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عرفانی ماحول اور دینی خدمت کے صلے میں ملنے والے دنیوی اور اخروی اعزازات سے متاثر ہوکر از خود عصری تعلیم ترک فرمادی۔ بعدازاں علوم دینیہ کی تحصیل کی طرف پورے جان و دل ہوش و خرد سے متوجہ ہوئے۔ یہ عزم کوئی روایتی جذباتی یا عارضی نہیں تھا بلکہ اس کے پیچھے خاندان کی علمی روایات اور وقار کا احساس پوشیدہ تھا۔ حالاں کہ اگر آپ چاہتے تو اپنی غیر معمولی اور نورانی شکل و شباہت اور اعزاز نبیرگی کے زور پر مثل بتاں کعبہ کا برہمن بن کر پوجے جاسکتے تھے۔ اور سادہ لوح عوام کے قلوب واذہان پر راج کرسکتے تھے۔ اور پوری زندگی اصلاح معاشرہ کے نام پر برپا ہونے والے مروجہ نامراد جلسوں اور قومی مفادات کو اپنی حمایت قیادت اور سرپرستی سے زیر کرسکتے تھے۔ اور ناظمین اجلاس عوام کو نورانی چہرے کی فقط زیارت پر سعادت دارین سے مالا مال ہونے کی بشارتیں سناکر حضرت کی دنیاوی اور نفسانی مرادیں پوری کرتے رہتے، لیکن آپ کا فکری انداز بہت مختلف ہے آپ پدرم سلطان بود کے قائل ضرور ہیں مگر اس موروثی سلطنت کی آڑ میں خود فراموشی کے سخت خلاف ہیں۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک بار عرس رضوی کے موقع پر درجنوں ملک و ملت کے مایہ ناز اکابرین و ساطین اور ہزاروں عوام کے مجمع میں اسٹیج پر براجمان خاندان کے صنادید عظام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا:

"ہمارا کام روایتی پیری مریدی نہیں ہے نا چادر و گاگر ہماری وراثت بلکہ ہم ان امانتوں کے امین ہیں جو جو علم و تحقیق خلوص و ایثار سے عبارت ہے انہیں اقدار عالیہ کی پیروی ہمارے اجداد نے کی ہے ہمیں انہیں کے نقوش پر چل کر تعلیم میں وہ معیار کردار میں وہ سوز و پاکیزگی پیدا کرنی ہوگی جو ان نفوس قدسیہ کی جانشینی کے شایان شان ہو۔"

مذکورہ جذبات میں آپ کے ذہن و شعور کی بیداری، حسن خیال، جوش عمل کی صداقت اور قومی، مسلکی، ہمدردی کی بڑی مبارک نشانیاں ملتی ہیں۔ سن کر لگا کہ بطن گیتی سے آفتاب تازہ پیدا ہونے والا ہے۔ اسی ذہنی ساخت و پرداخت کا نتیجہ تھا کہ بریلی کی ہٹو بچو اور پر تعیش زندگی ترک فرماکر حصول علم کے جذبہ سے بین الاقوامی شہرت کی حامل عظیم دینی و مرکزی درس گاہ دار العلوم اہل سنت فیض الرسول چلے گئے۔

بر سبیل تذکرہ و مفخرہ یہ بھی عرض کردوں کہ فیض الرسول کا انتخاب کوئی حادثاتی یا اتفاقی نہیں تھا بلکہ مرکز اہل سنت بریلی شریف کے اس اعتبار و استناد کی بنیاد پر جس کی ایک دلکش جھلک بریلی کے نقیب اعظم جنوبی ایشیا کے مرشد اعظم یعنی ہمارے مفتی اعظم مولانا مصطفی رضا خان علیہ الرحمہ کے اس مکتوب گرامی میں ملتی ہے، جسے آپ نے ادارہ کی تدریسی تصنیفی اور دعوتی خدمات اور صاحب ادراہ حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کے داعیانہ اور مخلصانہ کردار کو ملاحظہ فرمانے کے بعد لکھا تھا۔ اس مکتوب میں آپ نے ادارہ کی بے لوث خدمات و معتبریت اور بانی ادرہ کے دین و مسلک کے حق میں مجاہدانہ مساعی کا کھل کر اعتراف کیا ہے۔ اس سے ادارہ کی عظمت اس پر مرکز اہل سنت کا اعتماد و افتخار روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

براؤں شریف میں باضابطہ تعلیمی سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ ابتدائی ایام میں اضطراب و اختلال کی کیفیت رہتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ علمی اور روحانی حوالوں سے معروف براؤں شریف مادیت کے پر فریب مظاہر سے بہت بعید ایک دور افتادہ گاؤں میں واقع ہے۔ جدید دنیا کی مصنوعی نیرنگیوں، دل فریب نظاروں اور تن آسانی کے وہ سارے اسباب معدوم ہیں جوانی میں جن کی فراوانی اقبال کو خون کے آنسو رلاتی تھی۔ لہذا براؤں شریف فقر بوذر اور استغنائے سلمانی

کے خطوط پر تربیت کی آماجگاہ ہے مسجد شعیب الاولیاء یعنی براؤں کے مسجد قرطبہ میں نماز ادا کرنے کا سرور، مزار پر فاتحہ خوانی کی روحانی لذت اور قال اللہ و قال الرسول کی پر نور فضائیں ذہن و فکر کو بالیدگی تازگی اور توانائی بخشتی رہتی ہیں۔کچھ اس بابرکت فضا کی وجہ سے اور کچھ شہزادہ شعیب الاولیاء کے شفیقانہ، پدرانہ لطف و مرحمت کی وجہ سے اس ماحول سے بہت جلد مانوس ہوگئے، بلکہ مداح ہوگئے۔اور بعد میں اپنی تمام ترذہنی، فکری نمود و بہبود کو براؤں شریف کے عہد طالب علمی کا فیضان مانتے اور فخر کرتے خاص طور حضرت علوی صاحب قبلہ کے پایاں کرم نوازشات ہمدردی کو یاد کرتے اور ان کے ممنون و مشکور رہتے۔

بہرحال منتخب اساتذہ کے پاس مخصوص اوقات میں تعلیمی سلسلہ کا باقاعدہ آغاز ہوجاتا ہے۔شروع میں ان کے انداز سلطانی اور جلوہ سامانی کو دیکھ کر لگتا تھا کہ یہ کیا پڑھیں گے خانہ پری کرنے آئے ہوں گے۔یہ سوچنا اتنا سوے ظن کی بنیاد پر نہیں تھا جتنا کہ خانقاہی وافدین کے تعلیمی حشر و نشر کے تجربہ کی بنیاد پر تھا۔لیکن رفتہ رفتہ آپ کی ذہانت، درسی شغف دیکھ کر ہمیں اپنے فکر و ذہن کا قبلہ بدلنا پڑا۔ہمیں مذکورہ سوے ذہن سے تائب ہونا پڑا۔ع

یا رب ایسی چنگاری بھی خانقاہی خاکستر میں ہے

معلوم ہوا کہ ہمارا واسطہ ایک ایسے نوجوان سے ہے جو کبھی افرنگی صوفوں اور ایرانی قالینوں کا دلدادہ تو رہا ہو لیکن اب تو اس کی ایک ایک حرکت مین قبیلے کی آنکھ کا تارا بننے کا عزم ملتا ہے۔ اقبال کو جیسے نوجوانوں سے محبت تھی اس کا ایک قابل قدر نمونہ ہماری نگاہوں کے سامنے تھا۔

عام طور پر طالب علمی کا زمانہ کچھ حد تک غفلت اور لاپروائی کا ہوتا ہے، لیکن آپ کا درسی انہماک حیرت انگیز تھا۔موصوف نے پورا نصاب جماعتی نظام سے الگ انفرادی طور مخصوص اساتذہ کے پاس پورا کیا ہے۔چوں کہ سارے اساتذہ کو بریلی شریف سے ارادتی وابستگی تھی، اس لیے وہ آپ پر بہت مشفق و مہرباں رہتے۔اور آپ کی غیر معمولی ذہانت، قابلیت اور سیرت کا خاص لحاظ رکھتے۔اوقات کی پابندی اور اسباق یاد کرنے کی جابرانہ اور تعزیرانہ ذمہ داریوں سے آزاد رکھتے۔باوجود ان سب کے نا کبھی آپ درس کا ناغہ کرتے اور نا سبق کی تیاری

میں کوئی کوتاہی۔ آپ کے اسباق پڑھنے اور اور اساتذہ سے استفادہ کرنے کا طریقہ ازمنہ وسطی کے اصول جانو مانو دہراؤ پر مبنی نہیں تھا بلکہ درس خوانی کا انداز بڑا مؤثر اور فعال ہوتا۔ روایتی دروس کی روایتی تکمیل مقصود نہیں ہوتی، بلکہ جابجا قابل لحاظ علمی شکوک و شبہات پیش کر کے تشفی بخش جواب لیتے، آئندہ سبق کی تیاری اس طور پر کر کے جاتے کہ درس گاہ میں اس کی تقریر و تشریح خود ہی کرتے، ضرورت محسوس ہونے پر اساتذہ اصلاح فرمادیتے ورنہ طمانیت اور مسرت کا اظہار فرماتے، جس سے آپ کی خود اعتمادی کو بلند آہنگی اور توانائی ملتی۔

اوقات درس کے علاوہ بھی ضیاع وقت کے حوالے سے بہت حساس رہتے۔ وقت کی تنظیم اور ترتیب ان خطوط پر کرتے کہ درسی کتب کا حق بھی ادا ہوتا رہے اور خارجی مطالعے کے لیے وقت بھی مل سکے۔ اساتذہ کرام ان اوصاف کو دیکھ کر بہت مسرور و مطمئن رہتے۔ ان کی طرف سے جو عزت اور شفقت ملی کبھی اس کا بے جا استعمال نہیں کیا، ہمیشہ مثبت اور تعمیری ہی کیا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ایام تعلیم میں جلسوں کی تاریخیں آتیں، معتقدین شرکت پر اصرار کرتے لیکن انہیں اپنی تعلیمی مصروفیات کا حوالہ دیکر سختی سے منع کر دیتے۔ تعطیل خورد و کلاں میں بریلی جاتے تو وہاں بھی جوش جنوں فارغ نہیں بیٹھتا کچھ نا کچھ تعلیمی مصروفیات پیدا کر کے اس میں ہمہ تن مشغول رہتے۔ متعیّنہ وقت میں منظر اسلام کے طلبہ کو گھر بلا کر پڑھی ہوئی کتابوں کی تفہیم و تدریس کرتے۔ تدریس سے پہلے مقررہ کتاب کا گہرائی و گیرائی سے مطالعہ کرتے اور یہ مطالعہ بین السطور اور حاشیہ تک محدود نہیں ہوتا تھا، بلکہ متعلقہ فن کی مختلف کتابوں سے استفادہ کرتے۔ اور پڑھانے اور سمجھانے کا انداز بھی بڑا دلنشیں ہوتا تھا طلبا کبھی ملول نہیں ہوتے تھے، بلکہ نئی باتیں اور نئے زاویے سن کر شاداں و فرحاں رہتے اور زیادہ سے زیادہ استفادے کے منتظر اور متمنّی رہتے۔

علمی شغف اور جدو جہد کا یہ عمل قابل ستائش بھی ہے اور لائق تقلید بھی۔ اس انہماک اور استغراق میں اس احساس کی پنہائی نظر آتی ہے کہ قابل میراث پدر ہونے کے لیے ضروری ہے کہ باپ کا سبق ازبر ہو، ورنہ اشتہاری سابقوں اور لاحقوں کی بنیاد پر تمام تر نیک نامیاں قبروں کی تجارت کے مرہون منت بن کر رہ جاتی ہیں۔ اسی شابانہ روز مساعی کا نتیجہ تھا کہ مروجہ

درس نظامی کی اکثر کتابوں کو با لا ستیعاب اور معیار سے پڑھا۔ دوران طالب علمی مختلف موضوعات پر متعدّد وقیع اور گراں قدر مقالے جات قلم بند کیے۔اور براؤں شریف کے آخری طالب علمانہ عہد میں قصیدہ بردہ شریف کی شرح الفردہ کا شاندار سلیس اردو ترجمہ کیا، جس کی رونمائی بڑے اعزاز و شوکت کے ساتھ شہزادہ شعیب الاولیاء مفکر اسلام پیر طریقت حضرت علامہ غلام عبد القادر علوی دامت برکاتہم العالیہ کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی۔آپ نے بڑے ناز ناز واعتماد کا اظہار فرماتے ہوئے حوصلہ افزائی فرمائی۔درجنوں علما و مشائخ اور ہزاروں عوام کی موجودگی میں فرمایاکہ:

''بابوار سلان میاں براؤں شریف کی تعریف و تعارف کا حوالہ بنتے جارہے ہیں۔لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ وہی براؤں شریف جہاں ارسلان میاں پڑھتے ہیں۔''

شہزادہ شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کے اسی ناز و اعتماد محبت و شفقت اور دلنوازی کا ایک مظہر یہ بھی تھاکہ موصوف کے ختم بخاری کی مسعود روایت بنفس نفیس آپ نے ادافرمائی۔احادیث مبارکہ اور متبرک صوفیانہ مشربی سلسلوں کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔شہزادہ شعیب الاولیاءکی اس مخصوص نظر عنایت کا اعزاز ابنائے فیض الرسول میں یاتو نبیرہ شعیب الاولیاء شہزادہ گرامی وقار حضرت علامہ حافظ و قاری محمد آصف علوی فاضل جامعہ از ہر مصر کو حاصل ہے یاپھر نبیرہ اعلی حضرت شہزادہ عالی مرتبت حضرت علامہ مفتی محمد ارسلان صاحب قبلہ کو۔اس رہ نورد شوق نے درس نظامی کی فراغت اور فضیلت کی منزل قبول نہیں کی،اس جوے آب کوبڑھ کر دریاے تندو تیز ہونا تھاوہ درس نظامی کی تکمیل کا ساحل کیسے قبول کرلیتا۔لہذا اعلی تعلیم کے حصول کے عزم و ارادہ سے عالم اسلام کی عظیم دانش گاہ اور سواد اعظم اہل سنت و جماعت کی عالمی ترجمان جامعہ از ہر چلے گئے اور وہاں تعلیمی سلسلہ پورے ذوق وشوق سے جاری رکھا تاحال وہیں زیر تعلیم ہیں۔

یہاں یہ بات واضح کردوں کہ غیر ملکی طلبا اگر جامعہ از ہر کے کلیات میں داخلہ لیناچاہیں تو انہیں ایک سالہ عربی کورس کے مرحلے سے گزرناضروری ہوتا ہے۔یہ کورس از ہرہی کے ایک ذیلی ادارہ بنام مرکز اللغہ العربیہ للناطقین بغیرہاکے تحت انجام پاتا ہے۔لیکن اس میں داخلہ براہ راست

نہیں ہوتا بلکہ انٹرنس پاس کرنا ہوتا ہے۔اس انٹرنس کے بنیادی عناصر صرف ونحو کے مبادی عربی سننے سمجھنے اور پڑھنے کی صلاحیت، مقالہ نگاری اور تکلم ہوتے ہیں۔اس کورس میں سات درجے ہوتے ہیں مبتدی اول، مبتدی ثانی، متوسط اول، متوسط ثانی، متقدم اول، متقدم ثانی، ممتاز انٹرنس کے مذکورہ عناصر میں طالب علم کے استعداد وصلاحیت کو مدنظر رکھتے ہوئے درجوں کا تعین کیا جاتا ہے۔موصوف نے اس انٹرنس میں اعلی کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور آپ کی پوزیشن متقدم اول آئی، جوکہ معتبر اور امتیازی پوزیشن ہے۔اس تمہیدی کورس کو آپ نے بڑی لگن اور مستعدی سے پورا کیا۔یہاں دوران درس کبھی کبھی غیر درسی امور پر طلبا اور اساتذہ کے درمیان مذاکرات ہونے لگتے تو آپ بھی بڑے وثوق اور بے باکی سے شریک گفتگو ہوتے۔خاص طور پر اساتذہ سے اہل مصر کی بتدریج مغرب پسندی پر شکوہ کناں رہتے۔اور انفرادی اور معاشرتی سطح پر مسلمانوں میں پائی جانے والی دینی حاسہ کی کمزوری پر اظہار افسوس کرتے۔اکثر اساتذہ بھی ان کے ذہنی وفکری اضطراب اور دینی حمیت وغیرت کا احترام کرتے اور ان نظریات وعملیات سے اتفاق کرتے، جو آپ اسلام کے تہذیبی تقاضوں کے تناظر میں پیش کرتے۔

مذکورہ تمہیدی کورس کے اختتام پر ایک مقالہ بھی سپرد قرطاس کرنا ہوتا ہے تو اس کے موضوع کا انتخاب بھی مصر میں مغربی عادات و اطوار سے برہمی اور بیزاری کے زیر اثر کیا۔ موضوع تھا، التحذیر من اتباع عادات الغرب۔

بہرحال یہ تمہیدی مرحلہ بھی بخیر وخوبی پورا ہوا اور کلیہ اصول الدین میں داخل ہوگئے۔ اور یہاں بھی تعلیمی وتربیتی فتوحات کا سلسلہ جاری وساری ہے۔چناں چہ یہاں بھی حسب روایت تعلیمی کارکردگی مہتم بالشان رہی۔سال اول کا رزلٹ غیر معمولی اور معیاری رہا اور ٪ کے ساتھ تقدیر جید جدا رہا۔اور اس کامیابی اور کامرانی میں ٹاپ ٹن پر رہے۔خیال رہے اپنی جماعت میں ٹاپ ٹن کی حیثیت میں ہندی طلبا میں لاشریک لہ رہے۔

بریلی شریف میں مستقل مذہبی اور مسلکی خدمت کے لیے آپ ہی کے زیر سرپرستی رضوی دار الافتا کا قیام عمل میں آچکا ہے، جس میں جماعت کے ایک مؤقر تجربہ کار مفتی حضرت

علامہ محمد مطیع الرحمن رضوی صاحب کی نگرانی میں آپ افتا کی تربیت بھی حاصل کررہے ہیں اور تا حال متعدّد فتاوے رقم کرچکے ہیں۔ان فتووں کو دیکھ کر حضرت مفتی صاحب کا تاثر ہے کہ موصوف کا علمی وثوق اور منطقی طرز استدلال قابل تعریف ہے اور صحراے مرکز میں کسی آہو کے پوشیدہ ہونے کی یہ نوید بھی ہے۔

اور زیر نظر کتاب کا فاضلانہ ترجمہ اور تحشیہ نگاری بھی برسے ہوئے بادلوں میں بجلیوں کے پوشیدہ ہونے کی علامت وبشارت ہے۔

تمام عمر کی ایذا نصیبیوں کی قسم
ترے قلم کا سفر رائیگاں نہ جائے گا

ردوہابیہ کا تسلسل

نبیرہ مفسر اعظم، مولانا محمد ارسلان رضا قادری کے مرتبہ

''رسالتان رائعتان فی الردعلی من یکفر اهل الایمان'' پر تبصرہ

از: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری ابن شیخ حمید اللہ قادری حشمتی

(صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، سابق رئیس کلیہ سائنس، جامعہ کراچی)

حضرت مولانا مفتی محمد ارسلان رضا قادری بریلوی ابن مولانا محمد عثمان رضا قادری بریلوی (مدظلہ) ابن مولانا محمد ریحان رضاخاں قادری بریلوی (م۔۱۴۰۵ھ) ابن مولانا مفتی محمد ابراہیم رضاخاں قادری رضوی بریلوی (م۔۱۳۸۵ھ) ابن مولانا مفتی محمد حامد رضاخاں قادری برکاتی بریلوی (م۔۱۳۶۲ھ) ابن مولانا مفتی مجدد اسلام امام احمد رضاخاں قادری برکاتی محدث بریلوی (م۔۱۳۴۰ھ) ابن مولانا مفتی محمد نقی علی خاں قادری برکاتی بریلوی (م۔۱۲۹۷ھ) ابن مولانا مفتی رضاعلی خاں قادری بریلوی (م۔۱۲۸۲ھ)

بریلی شریف میں دارالافتاء کی مسند افتا پر جلوہ افروز ہیں، جس کی بنیاد آٹھ پشت پہلے حضرت مولانا مولانا مفتی رضاعلی خاں نے (۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء) میں تقریباً دوصدی قبل رکھی تھی۔ امام احمد رضاخاں محدث بریلوی اس خاندان رضا کے وہ روشن چراغ ہیں جس سے عرب وعجم کے سینکڑوں جید علماو مشائخ نے علمی اور روحانی استفادہ کیا، جو آج بھی جاری ہے۔ امام احمد رضا کے قلمی کاموں کے تسلسل کو آپ کے صاحبزادگان حجۃ الاسلام حضرت مفتی محمد حامد رضاخاں قادری برکاتی اور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی مصطفی رضاخاں قادری برکاتی نوری بریلوی (م۔۱۴۰۲ھ) کے بعد سب سے زیادہ تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضاخاں قادری نوری بریلوی الازہری (م۔۱۴۳۹ھ/۲۰۱۸ء) نے آگے بڑھایا تھا۔

جنہوں نے اور عربی اور اردو میں پچاس ۵۰ سے زیادہ تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں۔ جن میں فتاوی کی کئی جلدیں طبع بھی ہو چکی ہیں۔ اب اس خاندان کی نظریں فاضل نوجوان محمد

ارسلان رضاخاں قادری بریلوی پر مرکوز ہیں۔ اور یہ امیدیں کی جارہی ہیں کہ خاندانِ رضا کے یہ نوجوان عالم دین جلد فارغ التحصیل ہوکر مستقبل میں بڑے علمی اور قلمی کارنامے انجام دیں گے، جس کی ابتدا انہوں نے کردی ہے۔ اور ایک بہت اہم کتاب مرتب فرمائی جس میں دو اہم رسائل جو وہابیہ کے رد میں لکھے گئے تھے۔

''الصوعق الالہیہ'' مصنف شیخ سلیمان بن عبدالوہاب (برادر شیخ نجد ابن عبدالوہاب)

اور دوسرا رسالہ

''الدرر السنیۃ فی الرد علی الوھابیہ'' مصنف الشیخ احمد زینی دحلان المکی (م۔۱۳۰۴/۱۸۸۶ء)۔ ان کو نہ صرف جمع کرکے ترجمہ کیا ہے بلکہ اس پر حواشی بھی لکھے ہیں۔ اس کام کو راقم اس خاندان رضا بالخصوص امام احمد رضا کی ردِ وہابیہ کا تسلسل سمجھتا ہے اور جس علمی مہارت سے محترم ارسلان بریلوی نے اس کو ترتیب دیا ہے یہ ان کا ہی خاصہ اور امام احمد رضا کا ان پر خاص فیضان ہے۔

راقم اس کتاب پر تبصرہ سے قبل تاریخ نجد اور ان کے خلاف اٹھائی جانے والی قلمی تحریکوں کا آپ کے سامنے مختصر خاکہ پیش کرنا چاہتا ہے، تاکہ آپ کو اندازہ ہو کہ ردِ وہابیت کیوں کر ہر زمانے میں ضروری اور فاضل نوجوان ارسلان (میاں) نے اپنے ہم عصر جنریشن کو آگاہی دے کر ۱۰۰ سال قبل امام احمد رضا کی کاوشوں کی یاد تازہ کردی۔

وہابی تحریک :

اس تحریک کے متعلق چند اقتباسات اسلامی انسائیکلوپیڈیا سے پیش کررہا ہوں تاکہ عام قارئین حضرات اس تحریک کی اصلیت سے واقف ہوسکیں :

''عبدالوہاب ابن سلیمان (م۔۱۱۵۳ھ) کے بیٹے محمد بن عبدالوہاب اس وہابی فرقہ کا بانی ہے جو ریاض یعنی نجد (موجودہ دارالخلافہ سعودی عربیہ) میں ۱۶۹۱ء پیدا ہوا۔ فرقے کو یہ نام یورپیوں نے محمد بن عبدالوہاب کی زندگی میں دے دیا تھا اور اسے فرقے کے لوگ استعمال کرتے تھے۔ یہ خود کو موحدین یعنی ایک خدا کے پیروکار کہتے تھے۔ ان کے نزدیک باقی کوئی مسلمان نہیں یہ خود کو سنی بھی کہتے تھے۔

ان کے خاص خاص عقائد یوں ہیں :

(۱) عبادت میں کسی بزرگ نبی یا فرشتے کو وسیلہ بنانا شرک ہے۔(۲) خدا کے سوا کسی سے شفاعت مانگنا شرک ہے۔(۳) اللہ تعالی کے سوا کسی کے آگے التجا کرنا کفر ہے۔(۴) قرآن میں تاویل گناہ ہے۔(۵) تسبیح پڑھنا بھی بدعت ہے۔

ابتداءً اس فرقے کو ماننے والے صرف ۴ افراد تھے۔ انھوں نے داریہ (درعیہ) کے مقام پر مسجد بنائی اور کتاب التوحید کی تعلیم شروع کی، جو مستقلاً نہ آتا اس کو سزا دیتے۔

جلد ہی ۱۷۴۳ء میں اس فرقے نے ریاض (نجد) کے شیخ دھامن سے جنگ کی۔ ابن سعود اور ان کے بیٹے عبد العزیز بہت اچھے جنرل ثابت ہوئے جلد ہی انہوں نے طاقت حاصل کر لی۔ وہابیوں کی طاقت سعودی عرب میں ہے۔ اور ہندوستان اور پاکستان میں بھی ان کے ماننے والے قلیل اقلیت میں آباد ہیں"۔

(اسلامی انسائیکلوپیڈیا از سید قاسم محمود مطبوعہ شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی، ص:۱۴۳۵)

اسی انسائیکلوپیڈیا میں ابن عبد الوہاب کے والد اور بڑے بھائی کی مخالفت کا بھی ذکر ہے جو انہوں نے اس کی باطل دعوت و تبلیغ کے خلاف اٹھائی، ملاحظہ کیجیے ایک اقتباس :

"آپ (ابن عبد الوہاب) نے بلا کسی خوف و جھجک کے، توحید کی کھلے عام دعوت دی غیر اللہ کے سامنے سر جھکانے، قبروں اور ولیوں سے مدد مانگنے، نیکو کار بندوں کو معبود بنانے سے روکنے کی کوشش کی۔ قبروں کی زیارت میں، مسنون طریقہ کے خلاف جو بدعتیں رائج ہو گئیں تھیں۔ ان کے مٹانے کے لیے اقدام اٹھانے شروع کیے تو مخالفت کا ایک طوفان امنڈ آیا۔ اعزہ و اقارب در پے آزار ہو گئے۔ خود ان کے والد کو بھی بیٹے کی یہ ادا پسند نہ آئی۔ والد ماجد کی سرد مہری کے باعث اس دعوت کی رفتار سست رہی مگر والد کے انتقال (۱۱۵۳ھ/۱۷۴۰ء) کے بعد اس دعوت میں سرگرمی پیدا ہوئی"۔(انسائیکلوپیڈیا،:۱۳۲۸)

آگے چل کر انسائیکلوپیڈیا لکھتا ہے کہ ابن عبد الوہاب کے بھائی شیخ سلیمان نے بھی مخالفت کی، وہ لکھتا ہے :

''شیخ محمد بن عبد الوہاب کے بھائی شیخ سلیمان بن عبد الوہاب (م۔۱۲۰۸ھ) جو والد کے انتقال کے بعد حرمیلا کے قاضی تھے انھوں نے شیخ کی دعوت کے رد میں رسالے لکھے جن میں '' الصواعق الالٰھیۃ فی الرد علی الوھابیہ '' بہت معروف ہے''۔(انسائیکلوپیڈیا،ص:۱۳۲۸)

اس انسائیکلوپیڈیا نے سعودی عرب کی حکومت کا احوال بھی بیان کیا ہے، ملاحظہ کیجیے :

''خاندانِ سعود سے آپ کا جو تعلق قائم ہوا تھا وہ آپ کے بعد آپ کی اولاد اور خاندانِ سعود کی اولاد میں مستقل چلتا آرہا ہے سعودی عرب کی حکومت میں آل سعود اور آل شیخ مشترکہ طور پر حکومت کا نظم و نسق چلاتے ہیں۔ آل شیخ (محمد بن عبد الوہاب کی اولاد) مذہبی امور کی مکمل نگران ہے''۔(انسائیکلوپیڈیا،ص:۱۳۲۸)

۱۲۰۰ سال قبل نگاہِ نبوت سے دیکھی جانے والی اور زبانِ مصطفی ﷺ سے بیان کی جانے والی پیشن گوئیاں :

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جب کہ آپ مشرق کی جانب منہ کر کے فرمارہے تھے۔ خبردار ہو جاؤ کہ فتنہ ادھر (نجد میں) ہے جہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔ ''(حدیث نمبر ۱۹۷۰،باب الفتنۃ من قبل المشرق للبخاری)

اس حدیث میں سیدنا عمر فرمارہے ہیں کی نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ سے اپنا منہ مشرق کی طرف کر کے فتنہ کا ذکر کر رہے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ مدینہ منورہ سے یہ فتنہ کی جگہ نجد کا علاقہ مشرق کی ہی سمت میں ہے جس کو آج ریاض کہا جاتا ہے، اس سمت آپ رخ کر کے شیطان کے سینگ نکلنے کا اعلان فرمارہے ہیں مگر نجدیوں کو یہ نظر نہ آیا کہ حدیث کی کتابوں میں اس غیب بتانے والے نے ۱۴۰۰ برس پہلے ہی نشاندہی کر دی تھی۔ اسی پس منظر میں امام احمد رضا نے نجدیوں کو خطاب کر کے حضور ﷺ کا احسان یاد دلایا:

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو ! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

اس سلسلے میں بخاری سے ہی ایک اور حدیث کوملاحظہ کیجیے، جس میں امین وصادق نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ ۳ مرتبہ نجد کو نظر انداز کر کے اس جگہ سے شیطاان کا سینگ نکلنے اور اس جگہ سے فتنے اٹھنے کی نشاندہی فرمارہے ہیں :

حضرت نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے دعاکی اے اللہ! ہمیں ہمارے شام میں برکت دے دے، اے اللہ ہمیں ہمارے یمن میں برکت دے، لوگ دوبارہ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ ہمیں ہمارے نجد میں بھی۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا کہ وہاں زلزلے اور فتنے اٹھیں گے اور شیبطان کا سینگ (شیخ نجدی) وہیں سے نکلے گا۔ "(حدیث نمبر۷۱۹۱۔باب الفتنہ من قبل المشرق للبخاری)

راقم اس وہابی تحریک کے متعلق مزید تفصیل میں جانا نہیں چاہتا بس اتنا اور بتانا چاہتا ہوں کہ اس تحریک کو "سقوط سلطنت عثمانیہ" ۲۸ رجب المرجب ۱۳۴۲ھ کے بعد اور سعودی عرب کی مملکت قائم ہونے کے بعد آسانی سے دنیا میں پھیلنے کا موقع ملا اور برصغیر میں اس تحریک کو لانے والے دو افراد تھے، جن میں ایک مولوی شاہ اسمٰعیل دہلوی (م۔۱۲۴۶ھ) ابن شاہ عبد الغنی دہلوی (م۔۱۲۲۷ھ) ابن شاہ ولی اللہ دہلوی (م۔۱۱۷۶ھ) اور دوسرے ان کے استاد مولوی سید احمد بریلوی تھے۔ شاہ اسمٰعیل دہلوی نے بدنام زمانہ کتاب التوحید مصنفہ شیخ نجد کا ترجمہ "تقویۃ الایمان" کے نام سے کر کے برصغیر میں اس فتنہ کی ابتدا کی۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد مولوی اسماعیل دہلوی کے بڑے چچا شاہ عبد العزیز دہلوی، چچا زاد بھائی محمد اسحٰق دہلوی اور کئی خاندان کے لوگوں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی مگر دارالعلوم دیوبند قائم ہونے کے بعد اس تحریک کو برصغیر میں پھیلنے کا بہت موقع ملا کہ یہاں انگریزوں کی حکومت ۱۸۵۶ء میں قائم ہو چکی تھی جس نے اس تحریک کو پروان چڑھنے میں بھرپور مدد کی۔

راقم سینکڑوں حوالوں میں سے صرف ایک حوالہ "تقویۃ الایمان" کے سلسلے میں نقل کر رہا ہے جو مولوی اسماعیل دہلوی کے چچا (تایا) شاہ رفیع الدین دہلوی (اول لفظی اردو مترجم قرآن) کے بیٹے شاہ مخصوص اللہ محدث دہلوی کی تقویۃ الایمان کے رد میں لکھی گئی تصنیف

''معید الایمان'' کے حوالے سے ہے ، خاص کر اس مکتوب کے جواب کے حوالے سے جو مکتوب مولانا فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ نے ، مولانا مخصوص اللہ دہلوی کو لکھا تھا کہ آپ چند سوالوں کے جواب دے دیں کہ آپ اس اسماعیل دہلوی کے چچازاد بھائی بھی ہیں چناں چہ ان کئی سوالوں میں سے دو سوالات کے جوابات یہاں نقل کر رہا ہوں :

سوال نمبر۱: ''تقویۃ الایمان'' آپ کے خاندان کے موافق ہے یا مخالف ؟

سوال نمبر۵: وہ ''کتاب التوحید'' جب ہندوستان آئی تو آپ کے حضرت عم بزرگوار (شاہ عبدالعزیز دہلوی) اور حضرت والد (شاہ رفیع الدین) نے اسے دیکھ کر کیا فرمایا تھا؟

مولانا مخصوص اللہ کے جوابات یہ تھے۔

جواب نمبر۱: پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ ''تقویۃ الایمان'' کہ میں نے اس کا نام ''تفویۃ الایمان'' فا کے ساتھ رکھا ہے اس کے رد میں جو رسالہ میں نے لکھا ہے اس کا نام ''معید الایمان'' رکھا ہے۔ اسماعیل کا رسالہ موافق ہمارے خاندان کے کیا، تمام انبیا اور رسولوں کی توحید کے خلاف ہے۔

جواب نمبر۵: بڑے عم بزرگوار کہ وہ بینائی سے معزور ہو گئے تھے اس کو سنا اور یہ فرمایا ''اگر بیماریوں سے معذور نہ ہوتا تو ''تحفہ اثناعشریہ'' کا سا جواب اس کے رد میں لکھتا''۔ ہمارے والد ماجد نے اس کو دیکھا نہ تھا۔ بڑے حضرت کے فرمانے سے کھل گیا کہ جب اس کو گمراہ جان لیا تب اس کا رد لکھنا فرمایا۔

ساتھ ہی اس سوال کے جواب میں کہ اس وقت آپ کے خاندان کے شاگرد اور مرید، ان (مولوی اسماعیل) کے طور پر تھے یا آپ کے موافق !اس پر آپ نے جواب دیا :

''کہ اس مجلس تک سب ہمارے طور پر تھے پھر ان کا جھوٹ سن کر کچے کچے آدمی آہستہ آہستہ پھرنے لگے اور ہمارے والد کے شاگردوں اور مریدوں میں سے بہت بچے رہے۔ شاید کوئی نادر پھرا ہو تو مجھے اس کی خبر نہیں۔

(مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویت الایمان ،از: حضرت زید ابوالحسن فاروقی مجددی مطبوعہ مرکزی رضا لاہور ۱۹۸۶، ص ۱۰۰۔۱۰۳)

شاہ اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کے رد میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء مرد مجاہد، عالم بے بدل، اسیر مالٹا، حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی نے بھی ایک معرکۃ الآراء تصنیف قلم بند فرمائی تھی جو تاریخ میں "تحقیق الفتوٰی فی ابطال الطغوی" کے نام سے مشہور ہے۔

اب ملاحظہ کریں متفقہ مجدد اعظم، محقق اہل سنت و جماعت جو پچھلے تیرا سو سال کے اجماع امت کی نمائندگی کرتے چلے آئے ہیں یعنی امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کا موقف فرقہ وہابیہ/نجدیہ سے متعلق فرماتے ہیں :

"وہابی ایک بے دین فرقہ ہے جو محبوبان خدا کی تعظیم سے جلتا ہے اور طرح طرح کے حیلوں سے ان کے ذکر و تعظیم کو مٹانا چاہتا ہے۔ ابتدا اس کی ابلیس لعین سے ہے کہ اللہ عزوجل نے سیدنا آدم علیہ السلام کا حکم دیا اور اس ملعون نے نہ مانا اور زمانہ اسلام میں اس کا بادی "ذو الخویصرۃ تمیمی"، ہوا، جس نے حضور اقدس ﷺ کی شان ارفع میں کلمہ توہین کہا اس کے بعد ایک پورا گروہ خوارج کا اس طریق پر چلا جن کو امیر المؤمنین مولی علی رضی اللہ تعالی عنہ نے قتل فرمایا۔ لوگوں نے کہا حمد اللہ کو، جس نے نجاستوں سے زمین کو پاک کیا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا یہ منقطع نہیں ہوئے ابھی ان میں کے ماؤں کے پیٹوں میں ہیں، باپوں کی پشتوں میں ہیں جب ان میں کی ایک سنگت کاٹ دی جائے گی دوسری سر اٹھائے گی یہاں تک کہ ان کا پچھلا گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔

اس حدیث کے مطابق ہر زمانے میں یہ لوگ نئے نئے نام سے ظاہر ہوتے چلے آئے ہیں یہاں تک کہ بارہویں صدی ہجری کے آخر میں ابن عبد الوہاب نجدی اس فرقہ کا سرغنہ ہوا اور اس نے کتاب توحید لکھی اور توحیدِ الٰہی عزوجل کے پردے میں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام و اولیا رضی اللہ عنہم اور خود حضورِ اقدس سید الانام علیہ افضل الصلوۃ والسلام کی توہین دل کھول کر کی۔ اس کی طرف نسبت کرکے اس گروہ کا نام نجدی، وہابی ہوا۔ ہندوستان میں اس فتنہ ملعونہ کو مولوی اسماعیل دہلوی نے پھیلایا۔ کتاب التوحید کا ترجمہ کیا اس کا نام تقویۃ الایمان رکھا۔ دلّی (یعنی وہابی) عقیدہ وہ ہے جو تقویۃ الایمان میں کئی جگہ صاف لفظوں میں لکھ دیا کہ "اللہ کے سوا کسی کو نہ مان اوروں کا ماننا محض خبط ہے"۔ اس کے متبعین جو گروہ ہیں وہ عقائد میں سب ایک ہیں مگر

اعمال میں یوں متفرق ہوئے کہ ایک فرقہ نے تقلید کو بھی ترک کیا اور خود اہل حدیث بنے یہ غیر مقلد وہابی ہیں اور ان کا سرگروہ نذیر حسین دہلوی ور پنجابی بنگالی تھے اور ہیں اور مقلد وہابیوں کے سرگروہ رشید احمد گنگوہی اور قاسم نانوتوی اور اب اشرف علی تھانوی۔

جو ان لوگوں کو اچھا جانے یا تقویۃ الایمان وغیرہ ان کی کتابوں کو مانے یا ان کے گمراہ بددین ہونے میں شک کرے وہ وہابی ہے۔ وہابی کی علامت حدیث میں ارشاد ہوئی کہ ظاہراً شریعت کے بڑے پابند ہوں گے کہ تم اپنی نماز کو ان کی نماز کے آگے حقیر جانوگے اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے آگے اور اپنے اعمال کو ان کے اعمال کے آگے، قرآن پڑھیں گے مگر ان کے گلے کے نیچے سے نہ اترے گا یعنی دل میں اس کا اثر نہ ہوگا۔ باتیں بظاہر بہت اچھی کریں گے۔ ایک روایت کے مطابق وہ حدیث حدیث بہت پکاریں گے حال یہ ہوگا نکل جائیں گے دین سے ایسے جیسے تیر نکل جاتا ہے نشانے سے، پھر لوٹ کر دین میں نہ آئیں گے، ان کی علامت سر منڈانا ہوگی۔ تہبند یا پائچے بہت اونچے، ان کے عقائد کا تفصیلی بیان ہمارے رسالے ''نور الفرقان'' اور رسالہ ''الکوکبۃ الشہابیہ'' میں ہے''۔

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ از امام احمد رضا، جلد:۹، ص:۳، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

ایک اور فتوے میں، ایک سوال کے جواب میں آپ ''تقویۃ الایمان'' کی کفریہ عبارت کے متعلق رقمطراز ہیں :

''تقویۃ الایمان ایک گمراہی اور بے دینی کی کتاب ہے۔ علماے حرمین شریفین نے اس گروہ کو گمراہ بے دین لکھا ہے اور فرمایا یہ لوگ شیطان کے گروہ ہیں۔ خبر دار ہو، شیطان کے گروہ نقصان میں ہیں اس کتاب اور اس کے مصنف کے کلمات کفر کو الکوکبۃ الشہابیہ میں بطور نمونہ ۷۰ کے قریب بیان کیے ہیں جس میں صفحات کے حوالے سے اس کی عبارتیں اور پھر اس کے کلمہ کفر ہونے پر آیتیں، حدیثیں، ائمہ کی روایتیں لکھی ہیں۔ اس رسالے کو دیکھیے تو آپ کو معلوم ہو کہ یہ شخص کیسا بے دین تھا۔، بے دینی کی کتاب دیکھنا حرام ہے''۔ (ایضاً، ص:۳)

امام احمد رضا کی ان عبارتوں کے مفہوم کو ان کے ہی کلام میں یوں سمیٹا جا سکتا ہے۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجیے

(حدائق بخشش از امام احمد رضا)

یہاں امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز کی ایک نعت میں سے وہ چند اشعار پیش کر رہا ہوں جو آپ نے وہابیوں کے ہجو میں لکھے۔ جس طرح حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعت رسول پیش کرتے وقت حضور ﷺ کے سامنے آپ کے دشمنوں کی ہجو بھی کرتے تھے اسی انداز کو اپناتے ہوئے نائبِ حسان بن ثابت عرض کر رہے ہیں :

سر سوے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا
دل تھا ساجد نجدیہ پھر تجھ کو کیا
ان کے نام پاک پر دل ، جان ، مال
نجدیا سب تج دیا پھر تجھ کو کیا
دیو کے بندوں سے کب ہے یہ خطاب
تو نہ ان کا ہے نہ تھا پھر تجھ کو کیا
نجدی مرتا ہے کہ کیوں تعظیم کی
یہ ہمارا دین تھا پھر تجھ کو کیا
دیو کے بندوں سے ہم کو کیا غرض
ہم ہیں عبدِ مصطفی پھر تجھ کو کیا

(حدائق بخشش حصہ دوم، از امام احمد رضا)

فاضل نوجوان اور مظہر اعلی حضرت کی قلمی کاوش:

امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی کی پانچویں پشت کے فاضل نوجوان علامہ محمد ارسلان رضا جن کے قلم میں اپنے جد امجد امام احمد رضا کی جھلک نمایاں نظر آرہی ہے۔ بالخصوص رد وہابیہ کے حوالے سے آپ نے جن دو اہم تاریخی رسائل کا انتخاب کیا اس میں

ایک ''الصواعق الالٰہیۃ'' جوکہ شیخ سلیمان بن عبدالوہاب کا رد وہابیہ میں لکھا گیا اول رسالہ ہے دوم امام احمد رضا کے استاذ محترم شیخ احمد زینی دحلان مکی رضی اللہ تعالی عنہ کا ''الدرر السنیۃ'' ہے۔ آپ نے ان کا نہ صرف ترجمہ بلکہ مفید حواشی شامل کرکے اس کو اپنی تصنیف بنادیا ہے اور آپ نے ان رسائل کی روشنی میں تحریک وہابیت اور فرقہ وہابیت کے گمراہ کن عقائد و نظریات کا مدلل رد فرما کر اپنے جد امجد کی یاد تازہ کردی ہے۔

اب ملاحظہ کیجیے رسالہ ''الدرر السنیۃ'' سے متعلق چند معلومات بقلم امام احمد رضا۔ اس سے قبل کہ امام احمد کے استاذ محترم کی کتاب پر اعلی حضرت کے قلمی رشحات پیش کروں اول اس کتاب سے متعلق صرف ایک اقتباس ملاحظہ کریں! کہ جب یہ رسالہ الدرر السنیہ استانبول ترکی سے ایک صدی بعد ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء میں شائع ہوا تھا توانہوں نے اس کے سرورق پر وہابیہ تحریک اور اس کتاب سے متعلق کیا لکھا تھا :

الف هذا الكتاب ''الدرر السنية في الرد على الوهابية'' العالم الاسلامي الجليل احمد بن زيني دحلان مفتي الشافعي بمكة المكرمة و توفى رحمه الله فيها سنة ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء و يشرح كيفية ظهور الوهابية و هي مذهب رسمي للحكومة السعودية، كما انه يثبت بالامثلة بطلان هذه العقيدة، و العالم الجليل ينبهنا على خطر هذه الفتنة تنشرها الحكومة السعودية بصرف الملايين من العملات بواسطة العلماء الجهلة الذين اشترتهم بثمن بخس لتخريب الدين من الداخل۔

(متن اندورنی سروق، مطبوعہ حقیقہ کتابوی، استانبول ترکی، ۱۹۸۶ء)

''(ترجمہ) عالم اسلام کے ایک جلیل قدر عالم دین شیخ احمد زینی دحلان جو مکہ مکرمہ میں شافعی مذہب کے بڑے مفتی تھے جن کا وصال ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء میں ہوا تھا انھوں نے یہ کتاب بعنوان ''الدرر السنية في الرد على الوهابية'' تحریر کی تھی۔ یہ کتاب دراصل وہابیہ فرقے کے ظہور سے متعلق لکھی گئی اور اس کے بارے میں لکھے جانے کی وجہ بتائی گئی ہے وہابیہ مذہب موجودہ سعودی عرب کی حکومت کا سرکاری مذہب ہے اس کتاب میں شیخ نے اس وہابی عقیدے کا رد کیا ہے اور مثالوں سے اس کا بطلان ثابت کیا ہے اس کتاب میں مزید

بتایا گیا ہے کہ سعودی حکومت نے اپنے اس مذہب کے پرچار کے لیے کئی سو ملین ریال کی رقم خرچ کی کہ چند جاہل علما کو رقم کے باعث خرید کر اپنا بد عقیدہ زبردستی دنیا کے سامنے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی اور دین حق کو خراب کرنے کے لیے معمولی رقم کے باعث علما کو خریدا"۔

امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی کے رد وہابیہ میں یوں توکئی رسائل اور سینکڑوں فتاوی ہیں جن میں آپ نے ان کے کفریہ عقائد کا رد کیا ہے مگر ان میں چند بہت اہم ہیں جن میں آپ نے تفصیل سے ان کا بطلان کیا ہے مثلاً :

(۱) الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ (۱۳۱۲ھ)

(۲) سل السیوف الہندیۃ علی کفریات بابا النجدیۃ (۱۳۱۲ھ)

امام احمد رضا نے الکوکبۃ الشہابیۃ میں ۷۰ کفریات شمار کر کے علما کے سامنے پیش کر کے ان کو آگاہ کیا کہ یہ کتنے خطرناک عقائد ہیں، ان کے ۷۰ کفریات ثابت کرنے کے لیے امام احمد رضا نے قرآن و حدیث کے علاوہ اسلاف کی ۵۰ سے زائد تصنیفات سے افادہ کیا، ان میں ایک کتاب آپ کے استاد محترم شیخ السید الشریف احمد زینی دحلان المکی الشافعی کی "الدرر السنیۃ فی الرد علی الوھابیۃ" بھی شامل ہے جس کے متعلق آپ ایک مقام پر رقم طراز ہیں :

"علمائے حرمین طیبین نے جتنے فتاوے و رسائل مثل "الدرر السنیۃ فی الرد علی الوھابیۃ" وغیرہا درس وہابیہ میں تالیف فرمائے ہیں سب حق وہدایت ہیں اور ان کا خلاف باطل وضلالت"۔ (فتاوی رضویہ جلد:۱۱، ص:۴۰۵، مطبوعہ لاہور)

امام احمد رضا اپنے استاد الحدیث الشیخ احمد زینی دحلان کی کتاب الدرر السنیۃ کا حوالہ نقل کر کے وہابیوں کو ان کی کفریہ عبارتوں کی بنیاد پر دین سے خارج اور ان کو کافر قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں :

"لاجرم علمائے مکہ معظمہ کے سرور بقیۃ السلف عمدۃ الابرار خاتمۃ المحققین شیخ الاسلام والمسلمین زبدۃ الکبریٰ البلد الامین شیخنا و برکتنا و سیدنا قدوتنا علامہ سید شریف احمد زینی دحلان مکی رضی اللہ تعالی عنہ و عنا بہ قدسنا بسرہ المکی نے کتاب مستطاب "الدرر السنیۃ فی الرد علی

الوھابیۃ' کہ خاص اسی طائفہ کے رد میں تالیف فرمائی اور مطبع بہیّہ مصر میں طبع ہوئی ان گمراہوں کی نسبت تصریحًا ارشاد فرمایا یہ ملحد کافر بے دین لوگ، مسلمانوں کو کافر کہنے والے"۔

نیز علامہ ممدوح نے فرمایا:

"مکہ معظمہ کے حاکم حضرت مسعود رحمۃ اللہ علیہ نے علماے حرمین شریفین کو حکم دیا کہ وہابیوں کے مولویوں سے جو ان کے امام شیخ نجدی نے بھیجے ہیں مناظرہ کریں علماے کرام نے ان مولویوں سے مناظرہ فرمایا تو انھیں پایا کہ نرے مسخرے بننے کے قابل ہیں جیسے بھڑکے ہوئے گدھے کہ شیر سے بھاگے ہوں اور ان کے عقائد کو غور فرمایا تو ان میں بہت باتیں وہ پائیں جن کا قائل کافر ہے۔اس رسالے مبارکہ میں ص ۳۲۔۳۵ تک بہت حدیثیں نقل فرمائیں جن میں اسی فرقہ وہابیہ کے خروج کی خبر آئی ہے ان میں بھی جابجا ان کے کافر اور دین اسلام سے یکسر خارج ہونے کی تصریح ہے اس میں ان کے معلم اول شیخ نجدی کی نسبت فرمایا "مدہوش ہو گیا کافر"

بالجملہ اس میں شک نہیں کہ اس گروہ ناحق پر ہزاروں وجہ سے کفر لازم اور جماہیر فقہاے کرام کی تصریحیں ان کے صریح کفر پر حاکم"۔

(فتاوی رضویہ جلد:۱۵،ص:۲۵۵۔۲۵۶ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

حضرت شیخ احمد زینی دحلان مکی علیہ الرحمہ کے اس عربی رسالے کا مکمل اور اردو ترجمہ امام احمد رضا کے پوتے حضرت علامہ مولانا مفتی و مفسر القرآن محمد ابراہیم رضا خاں قادری رضوی المعروف جیلانی میاں علیہ الرحمہ کا لکھا ہوا پائیں گے اور اس اردو ترجمہ پر آپ جیلانی میاں کے پوتے حضرت علامہ محمد ارسلان قادری بریلوی کا حاشیہ ملاحظہ کریں گے جب کہ شیخ سلیمان کے رسالے کا اردو ترجمہ ارسلان میاں نے ہی فرمایا ہے، جس میں انھوں نے عربی زبان پر عبور بھی ثابت کیا ہے۔اور کیوں نہ ہو کہ عربی زبان اس خاندان کی علمی زبان ہے کہ احقر کو کئی دفعہ نبیرہ امام احمد رضا تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری الازہری کے ساتھ پاکستان میں عرب کے علما کے ساتھ ان کی گفتگو سننے کا اتفاق ہوا تو اکثر اوقات ان علماے عرب سے یہ کلمات سننے کو ملے کہ یہ شیخ تو کہیں سے بھی ہندی لگتا ہی نہیں کہ جس طرح عربی میں ہمارے ساتھ گفتگو کر رہا ہے۔

ماشاء اللہ ارسلان میاں بھی اسی خاندان کی ایک عالم فاضل شخصیت ہیں اور ان دنوں جامعہ الازہر سے اپنی تعلیم مکمل کر رہے ہیں ، یقیناً اگلے ۵۰ سال تک اللہ کی ذات سے امید ہے کہ ارسلان میاں اس خاندان کے وقار کو بحال رکھیں گے ۔ اللہ تعالی اس فاضل نوجوان کی عمر، صحت ، علم و عرفان میں برکتیں عطافرمائے اور امام احمد رضا کے مشن کو جاری و ساری رکھنے کی توفیق عطافرمائے۔ آمین

لاریب کہ امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی علیہ الرحمہ جو علمی اور قلمی کام کا فریضہ انجام دے گئے ، ان جیسا قلمی کام تو شاید اب ناممکن ہے کہ ایک ایک وقت میں چار چار سو استفتا کا جواب ، ایک وقت ہی میں کئی رسائل عربی ، فارسی ، اور اردو میں تصنیف چند گھنٹوں میں صبح سے شام تک کئی رسالوں کی تکمیل اور ۲۴ گھنٹوں میں سے ۲۲ گھنٹے دین کے کاموں میں مصروف رہنا۔ مگر امید کی جاسکتی ہے کہ جس طرح امام احمد رضا نے رد وہابیہ اور دیگر باطل فرقوں کے باطل نظریات کا قلمی رد بھی فرمایا اور اپنے زمانے میں مسلمانوں کے ایمان کا تحفظ بھی فرمایا آج ان کی پشت میں آنے والے ارسلان میاں بھی اپنے جد اعلی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے باطل فرقوں کا اسی طرح رد فرما کر آنے والی نسل کے ایمان کو بچانے میں اپنا کردار ادا کریں گے ۔ اللہ عزوجل حضرت ارسلان میاں کو امام احمد رضا کی تحریر کا پرتو نصیب کرے اور ان کی تحریر کو مقبولیت عطافرمائے۔ آمین

فقیر خادم مسلک اعلی حضرت

۹ شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ ۔ ۲۴ مارچ ۲۰۲۱ء

پیغام

از: شہزادہ احسن العلماء حضرت ڈاکٹر امین ملت مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

خانوادہ اعلیٰ حضرت کی جانب سے اگر کوئی مذہبی، مسلکی، علمی، تحقیقی یا تخلیقی کام رونما ہوتا ہے تو اس میں قطعی حیرت کی بات نہیں، بلکہ یہ فطری بات ہوگی کہ علوم رضا کے وارثین ان کے علمی تحریک کو بالیدہ کرنے کی سعی کر رہے ہیں ۔ میرے لیے یہ بات باعث مسرت بھی ہے اور باعث اطمینان بھی کہ دبستان اعلیٰ حضرت سے نوجوان صاحبانِ قلم اپنے جد کریم کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہوئے علم و تحقیق کے میدان میں اپنا اندراج بڑے قابل اعتماد اور علمی انداز میں کرا رہے ہیں۔

عزیزم مولانا ارسلان رضا خاں سلمہٗ نے دو علمی کارنامے انجام دیے، جن کو دیکھ کر دل خوش ہوا اور اس خوشی کی دو وجوہات ہیں ایک تو یہ کہ عزیزم ارسلان میاں نے اپنی قلمی تحریک کا رخ بھی اسی طرف کیا جس میدان میں ان کے جد کریم امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ساری دنیا میں نشانِ امتیاز تھے، یعنی رد و ابطال باطل اور دوسرا یہ کہ انہوں نے اپنی تحقیق سے ایک ایسی منفرد چیز کا انکشاف کیا کہ جس سے کم لوگ ہی واقف ہوں گے ۔ لہٰذا اس سعی کی نوعیت ایسی ہے کہ داد دینا لازمی ہے۔

وہابی تحریک کے بانی محمد بن عبد الوہاب نجدی کے رد پر اس کے حقیقی بھائی شیخ سلیمان صاحب کے ذریعہ لکھی گئی کتاب اور سیدی اعلیٰ حضرت کے شیخ احمد زینی کے ذریعہ کیے گئے باطل نظریے کے رد بلیغ پر مبنی کتاب کو مولانا موصوف نے منظر عام پر لاکر "کھوئے ہوؤں کی جستجو" میں قابل تحسین کارنامہ انجام دیا۔ اصل میں ہماری نوجوان نسل کو ایسے ہی امتیازی علمی کارنامے انجام دینے چاہئیں جن سے مسلک اعلیٰ حضرت کی تائید صحیح معنی میں ہو۔ اعلیٰ

حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے جو احسان عظیم مسلک حق کے دفاع میں اپنی تصنیفات و تالیفات کے ذریعہ کیا، اس کی نظیر ملنا فی زمانہ عنقا ہے۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ان کے تمام کارناموں کو سہل اور مروجہ اسلوب کے ساتھ منظر عام پر لائیں جیسا کہ عزیزم مولانا ارسلان رضا سلمہ نے ان دو تصانیف کی تسہیل اور تخریج کے ذریعہ کیا۔

مجھے یہ جان کر بڑی خوشی ہے کہ ہماری نئی نسل علمی طور پر بے حد متحرک، ذہین اور سلیقہ مند طریقے سے مثبت انداز میں خود کو فعال اور متحرک بنانے کے لیے کمر بستہ ہے، لہذا ان کے حوصلے بڑھاتے رہنا ہے تاکہ یہ حضرات خود کو مزید کار آمد بنا سکیں۔

اللہ تعالی کسی کی نیکی ضائع نہیں فرماتا، میری دعا ہے کہ ”چشم و چراغ خاندان برکات“ کے دیار سے ایسی ہی پر نور ضیائیں، جہالت اور غفلت کی تاریکیوں کو مٹانے کے لیے منصہ شہود پر آتی رہیں اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی علمی وراثت کو شاد و آباد رکھیں۔ نبیرہ مفسر اعظم مولانا ارسلان رضا کو میری دلی دعائیں اور نیک خواہشات۔ اللہ تعالی ان کی عمر و صحت و جمال و کمال میں دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

دعا گو:

سید محمد امین قادری

سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ

اظہار تہنیت

از:شہزادہ حضور ریحان ملت حضرت مولانا سبحان رضاخان صاحب قبلہ سبحانی میاں دامت برکاتہم العالیہ (متولی خانقاہ رضویہ ومہتمم جامعہ رضویہ منظراسلام)

۹۲/۸۶ء

حامداً و مصلیاً و مسلماً!!!

مجھے یہ سن اور دیکھ کر بے پناہ مسرت ہوئی کہ میرے برادر زادے عزیزم مفتی محمد ارسلان رضاخاں قادری ازہری۔ سلمہ اللہ تعالی اپنے علمی جواہرپاروں پر مشتمل ایک مجموعہ ''رسالتان رائعتان فی ردعلی من یکفر اهل الایمان'' کے نام سے منظرعام پرلارہے ہیں۔ دراصل یہ تالیفی شاہکار فرقہ وہابیہ کے بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بھائی شیخ سلیمان بن عبدالوہاب صاحب کے عربی رسالہ ''الصواعق الالٰهية'' اور میرے جد امجد سیدی سرکار اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کے شیخ حضرت علامہ شیخ احمد زینی دحلان مکی رضی اللہ تعالی عنہ کے عربی رسالہ ''الدرر السنیه فی الرد علی الوهابية'' نامی ان دونوں رسالوں کے عربی متن، اردو ترجمہ اور مفید حواشی پر مشتمل ایک اہم، نافع اور کارآمد علمی خزانہ ہے، جس میں تحریک ویابیت اور فرقہ وہابیہ کے گمراہ کن عقائد ونظریات کا دل نشیں انداز میں مدلل و مبرہن رد وابطال کیا گیا۔

''الصواعق الالٰهية''، تومحمد بن عبدالویہاب نجدی کے رد وابطال مین لکھی جانے والی سب سے پہلی وہ کتاب ہے جسے خود شیخ نجدی کے سگے بھائی جناب شیخ سلیمان صاحب نے تالیف فرمایا۔ اس عربی رسالے کا اردو ترجمہ اور اس پر جابجا مفید و معلوماتی اور توضیحی حواشی کا اضافہ میرے سگے بھتیجے عزیزم مفتی محمد ارسلان رضاخاں قادری ازہری، زید مجدہٗ۔، نے کر کے اسے جدید انداز میں مرتب کیا جس کے لیے وہ قابل تبریک ہیں۔

اس کے ساتھ ہی وہابیہ کے مذموم عقائد کے رد و ابطال میں حضرت علامہ شیخ زینی دحلان مکی علیہ الرحمہ نے ''الدرر السنیة'' کے نام سے ایک عربی رسالہ تحریر فرمایا تھا جس کا اردو میں ترجمہ فقیر کے دادا نبیرہ اعلی حضرت مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں علیہ الرحمہ نے کیا تھا، اسے بھی مرتب موصوف نے تسہیل کے مراحل سے گزار کر اور اس پر اپنے مفید حواشی کا اضافہ کر کے ''الصواعق الالٰھیة'' کے ساتھ ہی شامل کر لیا ہے۔ اس طرح ''الصواعق الالٰھیة'' کے عربی متن، اس کے اردو ترجمے ''الدرر السنیة'' کے عربی متن، اس کے اردو ترجمہ اور ان دونوں رسالوں پر اپنے اضافہ کردہ مفید حواشی کے اسی علمی و تالیفی مجموعہ کو انہوں نے ''رسالتان رائعتان فی الرد علی من یکفر اھل الایمان'' (مسلمانوں کی تکفیر کون کرتا ہے؟) کے نام سے موسوم کیا ہے۔

اللہ رب العزت عزیزی القدر مفتی محمد ارسلان رضا خاں، سلمہ الباری تعالی، کی اس علمی کاوش کو قبول عام فرمائے۔

عزیزم مفتی محمد ارسلان رضا خاں میرے سگے بھتیجے ہیں، تعلیم و تعلم اور دینی خدمات کی انجام دہی میں شب و روز مصروف رہتے ہیں۔ کم سنی ہی سے صوم و صلوۃ کے پابند ہیں۔ بچپن ہی سے علوم دینیہ کی تحصیل کی سچی تڑپ و لگن رکھتے ہیں، دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم سے بھی اپنے آپ کو آراستہ کر رکھا ہے۔ اہل سنت کی عظیم دینی درسگاہ دار العلوم فیض الرسول براؤں سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد جامعہ ازہر مصر میں زیر تعلیم رہے ہیں۔ تحصیل علم کے ساتھ عملاً دینی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔ فقہ و فتاوی جو ہمارے خاندان کا طرہ امتیاز ہے اس فن سے بھی خصوصی دلچسپی رکھتے ہیں۔ فقہ و فتاوی کے میدان میں دینی خدمات کی انجام دہی کے لیے انہوں نے امسال ۱۱ر صفر المظفر ۱۴۴۲ھ کو ہمارے دادا حضرت مفسر اعظم ہند کے عرس جیلانی کے موقع پر "رضوی دار الافتاء مرکز اہل سنت" کے نام سے محلہ سوداگران میں ایک الگ دار الافتاء کی بنا ڈالی جس سے اب تک کافی فتاویٰ دیے جا چکے ہیں۔ عزیزی موصوف ایک دل نشیں خطیب بھی ہیں۔ ان کے ان مشاغل دینیہ اور علوم و فنون سے ان کی اس خصوصی

دل چسپی کو دیکھ کر ہمیں امید ہے کہ مستقبل میں یہ ہمارے خانوادہ رضویہ اور مرکز اہل سنت کا خوب نام روشن کریں گے۔

اللہ رب العزت ہمارے مرکز اور ہمارے خاندان کو مزید سے مزید تر شرف و عزت عطا فرمائے، ہماری نسل نو کو زیادہ سے زیادہ مذہب و مسلک اور مرکز اہل سنت کی خدمت کرنے کی توفیق رفیق بخشے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ و التسلیم۔

فقیر قادری محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں غفرلہٗ

سجادہ نشین و متولی مرکز اہل سنت خانقاہ رضویہ درگاہ اعلیٰ حضرت

مہتمم دارالعلوم منظر اسلام، بریلی شریف

۶؍ رجب المرجب، ۱۴۴۲ھ / ۱۹؍ فروری، ۲۰۲۱ء

تقریظ جمیل

فیض یافتہ بارگاہ مفتی اعظم، مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں صاحب قبلہ اعظمی رضوی، جنرل سیکرٹری ورڈ اسلامک مشن انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔حامداً و مصلیاً و مسلماً!

معلم کائنات سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ارشاد عالی شان ہے: العلم سلاحی، علم میرا ہتھیار ہے۔ یہی وہ ہتھیار جس کے ذریعہ مجدد اعظم امام احمد رضا علیہ الرحمۃ و الرضوان نے اپنی فتوحات کا علم بلند فرمایا اور باطل قوتوں کو شکست فاش دی خود ارشاد فرماتے ہیں:

کلک رضا ہے خنجر خوں خوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

علم کا یہی ہتھیار خانوادہ رضا علیہ الرحمہ کا کم وبیش سات نسلوں سے طرہ امتیاز رہا ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک رہے گا۔ میں نے عرس چہلم آقائے نعمت مرشد گرامی سیدی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے موقع پر اپنے خطاب میں کہا تھا کہ بریلی شریف کا امتیاز اور افتخار علم اور تفقہ ہے اور اسے قیامت تک باقی رہنا چاہیے۔

الحمد للہ تاج الشریعہ علامہ اختر رضا علیہ الرحمہ کے بعد انہیں کے گلستانِ علم کے گلِ سر سبد حضرت علامہ ارسلان رضا قبلہ کی دو کتابیں نظر نواز ہوئیں، مطالعے کے بعد بے پناہ مسرت ہوئی، اس وقت میرے زیرِ مطالعہ محمد بن عبد الوہاب علیہ ما علیہ کے برادرِ بزرگ فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبد الوہاب علیہ الرحمہ کی کتاب ''الصواعق الالھیۃ فی الرد علی الوھابیۃ'' جو انہوں نے اپنے مردود بھائی محمد بن عبد الوہاب کے رد میں لکھی تھی۔ اس دور میں اس کتاب کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی تھی۔ اور اس کتاب نے ابن عبد الوہاب نجدی کے باطل عقائد و نظریات کو دفن کر دیا تھا مگر حجاز مقدس پر نجدیوں کے غلبے کے بعد اس کتاب کو سوخت کرنے کا باطل حکم دیا

گیااور یہ کتاب مدتوں تک ناپید رہی۔کم وبیش ۵۰ سال قبل یہ کتاب دوبارہ مکتبہ ایشق استانبول ترکی سے شائع ہوئی مگروہ بھی عام نہ ہوسکی۔ حضرت علامہ ارسلان رضانے اس کتاب کوحاصل کرکے ترجمہ وتحشیہ کے ساتھ ساتھ اپنے جد کریم حضرت مفسرِاعظم مولاناابراہیم رضاعلیہ الرحمہ کی کتاب جوحضرت علامہ زینی دحلان مکی علیہ الرحمہ کی مشہور کتاب ''الدرر السنیۃ فی الردعلی الوھابیۃ'' کاترجمہ ہے،کوشامل فرماکراس کتاب کی افادیت کودوچند فرمادیاہے۔

اس کتاب کے ترجمہ،تحشیہ اور طباعت کے عظیم کارنامے کی بنیاد پر علامہ ارسلان رضا پوری دنیاے سنیت کے شکریے کے مستحق ہیں۔ مجھے امید ہے ان شاءاللہ کہ یہ کتاب اہل سنت کی لائبریریوں میں ایک قابل قدر اضافہ ثابت ہوگی۔ مولاناارسلان رضاسے ملاقات کی خواہش مجھے اس زمانے سے ہے جب وہ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف میں زیر تعلیم تھے اور بعض ذرائع سے یہ معلوم ہواکہ وہ انتہائی ذہین،محنتی اور باکردار طالب علم ہیں اور ان شاءاللہ وہ بریلی شریف میں اپنے عظیم اجداد کی علمی وراثت کاتاج اپنے سر سجائیں گے اور یہ عظیم وراثت اپنی آئندہ نسلوں تک منتقل کریں گے۔

خدائے وحدہٗ قدوس کی بارگاہ میں دعاہے کہ پروردگارعالم انہیں اسلاف کے جملہ علوم و معارف کا بہترین وارث بنائے۔آمین بجاہِ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

خاکسار محمد قمرالزماں اعظمی رضوی

سیکریٹری جنرل ولڈ اسلامک مشن،انگلینڈ

۱۸ ذی قعدہ ۱۴۴۲ھ

الصواعق الالهية
فى الرد
على الوهابية

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین و اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ، ارسلہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ الی یوم الدین۔

حمد و صلاۃ کے بعد: سلیمان ولد عبد الوہاب[۱] کی جانب سے حسن بن عیدان[۲] کے نام

---

[۱] خاندانی پس منظر: شیخ سلیمان اپنے دادا کے ہم نام ہیں، والد شیخ عبد الوہاب نے ان کو اپنے والد شیخ سلمیان بن علی کے نام سے موسوم کیا، شیخ سلیمان بن علی کے تین فرزند تھے، **(۱)** محمد بن سلیمان **(۲)** ابراہیم بن سلیمان اور **(۳)** عبد الوہاب بن سلیمان، نسب نامہ کچھ اس طرح ہے:

شیخ سلیمان بن عبد الوہاب بن سلیمان بن علی بن محمد بن احمد بن راشد بن برید بن مشرف بن عمر بن معضاد بن ریس بن زاخم بن محمد بن علوی بن وہیب التمیمی النجدی الحنبلی۔

اسے اتفاق سے تعبیر کیا جائے یا نفسیاتی تاثیر سے کہ اکثر ایسا تجربہ کیا گیا ہے کہ ایک بڑے علمی گھرانے کا فرد جب اپنے آبا و اجداد و مشائخ کی روش اور منہج سے منحرف ہوتا ہے تو ایسی کوئی فسادی تحریک لے کر اٹھتا ہے جس کی زد میں نہ صرف اغیار بلکہ خود اس کے شیوخ و اساتذہ، آبا و اجداد آتے ہیں۔ شیخ سلیمان کا چھوٹا بھائی محمد بن عبد الوہاب اسی علمی گھرانے کا ایک فرد تھا جس کی تحریک فساد کا نتیجہ اختلاف و انتشار، قتل و غارت گری نکلا، کچھ یہی حال سرزمین ہندوستان میں اسماعیل دہلوی کا تھا، وہ بھی ایک علمی گھرانے کا فرد تھا اور اس نے بھی یہی تحریک ضلالت یہاں شروع کی جب کہ اس کے چچا، والد، دادا، سب اکابر علمائے اہل سنت سے تھے اور وہ تمام عقائد و معمولات جن کو یہ دونوں شرک و کفر و بدعت کہتے تھے، ان کے آباو شیوخ انہیں پر قائم تھے۔ اسماعیل دہلوی کے خاندان کے شاہ رفیع الدین دہلوی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، دادا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہ کے افکار و نظریات ان کی کتب سے شائع و ذائع ہیں، اسی طرح محمد بن عبد الوہاب نجدی کا معاملہ ہے، اس کے دادا، باپ، بھائی وغیرہ خاندان کے سبھی افراد اسی عقیدہ حقہ اہل سنت و جماعت پر قائم تھے، جیسا کہ ان کی کتب سے ظاہر ہے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر۔۔۔)

......سلام علی من اتبع الھدیٰ[۳]

بقیہ حاشیہ: چناں چہ اس کے سگے بھائی شیخ سلیمان بن عبد الوہاب کی کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے آئندہ اوراق میں آپ شیخ نجدی کا اس کے سگے بھائی کی زبانی رد ملاحظہ فرمائیں گے۔ البتہ یہاں اس کے دادا شیخ سلیمان بن محمد علی کی ایک عبارت نقل کرنا چاہوں گا جس سے معلوم ہوگا کہ اوپر کے لوگ اسی عقیدہ حقہ پر قائم تھے، جسے یہ شرک وبدعت کہتا تھا، چناں چہ اس کے جد شیخ سلیمان بن محمد علی اپنی کتاب میں شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کا ادب تعلیم فرماتے ہیں، اور وہ وہ باتیں تحریر فرماتے ہیں جو انہی کے پوتے کے برے مذہب میں کفر وشرک یابدعت ہیں۔ لکھتے:

''ثم یاتی القبر الشریف فیقف قبالة وجهه صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم مستدبر القبلة ویستقبل جوار الحجرة والمسمار الفضة فی الرخامة الحمرائ، مطرقا غاض البصر خاشعا خاضعا، مملؤ القلب هیبة کانه یری النبی صلی الله تعالیٰ علیه وآله وسلم فیسلم علیه فیقول السلام علیك یا رسول الله'' (انظر: فصل زیارة قبر النبی علیه السلام من ص۲۷۱ الی ۲۸۲)

غور فرمائیں اس تین چار سطروں کی عبارت میں وہابی مذہب کے مطابق کتنے شرک و بدعت جمع ہو گئے، قبر شریف پر آنا (ایک)، مواجہہ اقدس میں باادب کھڑا ہونا (دو)، قبلہ کو پشت کر کے حجرۂ مبارکہ کی دیوار اور سنہری جالیوں کی جانب رخ کرنا (تین)، آنکھیں نیچی کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور سر جھکانا (چار)، خشوع و خضوع کے ساتھ دل کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق و محبت اور ادب واحترام سے مملوء کر کے حاضر و ناظر جاننا (پانچ)، اور حضور علیہ السلام کو حی ّمان کر صیغۂ ندا سے السلام علیک یا رسول اللہ کہنا (چھ)، (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) شہزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام عرض کرتے ہیں۔

حضور روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامدؔ
خمیدہ سر آنکھیں بند لب پہ مرے درود و سلام ہوگا

[۲] حسن بن عیدان، محمد بن عبد الوہاب کا شاگرد اور دعوت وہابیت میں اس کے شانہ بشانہ تھا، مقام ''حریملا'' (ریاض کے قریب ایک شہر) کا قاضی بھی رہا ہے۔ (بقیہ اگلے صفحے پر۔۔۔۔)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر﴾

[آل عمران:۱۰۴]

اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری سے منع کریں۔ (کنزالایمان)

اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:

'' الدین النصیحۃ ''، یعنی دین سارا نصیحت کا نام ہے۔

بقیہ حاشیہ: ۱۱۳۹ھ تا ۱۱۵۳ھ مصنف کتاب کے والد اس علاقہ حریملا کے قاضی تھے، والد کے انتقال کے بعد سے ۱۱۶۸ھ تک مصنف وہاں کے قاضی رہے، ان کے بعد مربد بن احمد بن عمر الوھیبی التیمی ۱۱۷۱ھ تک قاضی رہے، بعدہ مذکورہ شخص (حسن بن عبد اللہ بن عیدان المشرقی الوحیبی التیمی) اس شہر کا قاضی ہوا۔

(بحوالہ ''تاریخ قضاء حریملا'' دکتور ابراہیم براہیم، وکتاب ''حیاۃ الشیخ محمد بن عبد الوہاب'' مصنف حسین خلف خزعل ص:۳۴۵)

[۳] اس کی گمراہیت کے بموجب شیخ سلیمان نے سلام مسنون کے معروف کلمات کے بجائے مذکورہ صیغہ استعمال کیا جیسا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے عہد کے ملوک کو رسائل انہی کلمات کے ساتھ روانہ فرمائے تھے، ملاحظہ ہو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رسالہ، ہرقل عظیم الروم کے نام:

'' من محمد رسول اللہ الی ھرقل عظیم الروم: سلام علی من اتبع الھدی۔۔۔۔۔ ''

تمہید کتاب

میرے موقف کو جاننے کے لیے تم نے مجھے بہت سارے خط لکھے تاکہ میں تمہیں تمہارے بھتیجے کی زبانی نصیحت کروں۔ لہٰذا میں تمہیں کچھ وہ نصیحتیں کرتا ہوں جو میں نے اہل علم کے کلام سے سمجھی ہیں۔ اب اگر تم اسے قبول کرتے ہو تو وہی مطلوب ہے والحمد للہ! اور اگر انکار کرتے ہو پھر بھی الحمد للہ! اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جبراً کسی کو گناہ میں مبتلا نہیں کرتا (بلکہ بندہ خود اس کو کسب کرتا ہے) اور ہر حرکت وسکون میں اس کی (بے شمار) حکمتیں ہیں۔

تو اب ہم عرض کرتے ہیں کہ جاننا چاہئے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایسی کتاب نازل فرمائی جس میں ہر شئی کا روشن بیان ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب فرما کر اسے آخر زمانہ تک ثابت فرمادیا۔ جس وقت کہ تمام مسلمانوں کی روحیں (اپنے رب کی طرف) منتقل ہو چکی ہوں گی نیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کو بہترین امت بنایا جیسا کہ خود اس کی اپنے اس فرمان میں خبر دی ”کنتم خیر امۃ أخرجت للناس“ ”تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

[آل عمران۔۱۱۰]

اور آپ کی امت کو سب لوگوں پر گواہ بنایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وكذالك جعلنا كم امة وسطا لتكونوا شهدآء على الناس“

(اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل، کہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔ [بقرہ۔۱۴۳]

اور یہ کہ اللہ نے اس امت کا انتخاب فرمایا، جیسا کہ فرماتا ہے:

”هو اجتبكم وما جعل عليكم في الدين من حرج“

اس نے تمہیں پسند کیا اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔ [کنز الایمان، حج:۷۸]

اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''انتم توفون سبعين امة انتم خيرها و اكرمها عند الله''

(تم ستر امتوں کا عدد پورا کرو گے، تم ان میں سب سے افضل واکرم ہو اللہ کے نزدیک)

اور جو دلائل ہم ذکر کریں گے وہ تو بے شمار ہیں، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا:

''لا يزال امر هٰذه الامة مستقيما حتى تقوم الساعة''

کہ یہ امت ہمیشہ سیدھی راہ پر قائم رہے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا نیز یہ کہ اس امت کی اکثریت کی پیروی کو ہر ایک پر واجب قرار دیا، فرمان باری تعالیٰ ہے:

''ويتبع غير سبيل المومنين نوله ماتولى و نصله جهنم وساء ت مصيرا''

(اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے۔ اور کیا بری جگہ پلٹنے کی)[النساء:۱۱۵]

اور اس امت کے اجماع کو دلیل قطعی قرار دیا کہ کسی کے لیے اس سے خروج جائز نہیں اور جو دلائل ہم بیان کرنے جا رہے ہیں وہ ہر اس شخص کو معلوم ہیں جو علم دین سے ذرا بھی شغف رکھتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو لے کر تشریف لائے، جاہل اس میں اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد قائم کرکے الگ رائے نہیں رکھ سکتا بلکہ اس پر واجب ہے کہ اہل علم سے دریافت کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے:

''فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون''

(تو اے لوگوں علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔)[النحل: آیت ۴۳]

نیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''هل لا اذا لم يعلموا سئلوا فانما دواء العى السوال''

کہ جب معلومات نہیں تو کیوں نہیں دریافت کرتے ہیں کہ مرض جہل کی دوا سوال ہی ہے۔ اور اس پر اجماع ہے: ''غایۃ السوال'' میں ہے ''امام ابوبکر الھروی نے فرمایا کہ تمام کا اس

بات پر اجماع ہے کہ کسی کے لیے اس وقت تک یہ جائز نہیں کہ وہ دین اور مذہب مستقیم میں امام ومجتہد بن بیٹھے جب تک کہ وہ ان خصال وصفات کا جامع نہ ہو:

اور وہ صفات یہ ہیں: (۱) کہ وہ حافظ ہو مختلف لغات عرب کا، اس کے اشعار کے معانی و مفاہیم اور اصناف و اقسام کا اور علما وفقہا کے اختلاف کا، (۲) اور یہ کہ وہ عالم و فقیہ اور حافظ ہو ترکیب کا اور اس کے انواع و اختلاف کا، (۳) نیز کتاب اللہ کا عالم و حافظ ہو اور جانکار ہو مختلف قرأت اور ان میں قُرّا کے اختلاف کا، (۴) تفسیر قرآن کا عالم ہو یعنی اسے علم ہو اس کے محکم و متشابہ کا، اس کے ناسخ و منسوخ کا اور اس کے قصص و منقطع، مراسل و مسانید اور مشاہیر کے درمیان اور صحابہ کی احادیث اور موقوف و مسند کے مابین پھر یہ کہ وہ متورع و متدین ہو، اپنے نفس کا محافظ اور دائم الصدق وثقہ ہو، اپنے مذہب و دین کی بنیاد اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر رکھتا ہو۔ [۱]

(مدارج ومنازل اجتہاد)

[۱] اتماماً للفائدہ یہاں اس سلسلے میں جد کریم امام عظیم اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اجتہاد کی شرائط کثیرہ میں سے صرف ایک شرط کے منازل و مدارج کے بارے میں نقل کرنا نہایت موزوں معلوم دیتا ہے "الفضل الموہبی" میں ہے کہ:

"حدیث صحیح واجب العمل عند المجتہد کے بالمقابل امام ومجتہد کا قول ترک کرنا ایک مجتہد ہی کا کام ہے جو نہیں کر سکتا مگر وہ جو چار سخت دشوار گزار منزلوں سے گزر چکا ہو جن میں ہر منزل دوسری سے سخت تر ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم کرنے والا احکام رجال و متون وطرق احتجاج و وجوہ استنباط اور ان کے متعلقات اصول مذہب پر احاطہ تامہ رکھتا ہو۔ یہاں اسے چار منزلیں سخت دشوار گزار پیش آئیں گی جن میں ہر ایک دوسری سے سخت تر ہے۔

منزل اول: نقد رجال کہ ان کے مراتب ثقہ وصدق و حفظ وضبط اور ان کے بارے میں ائمہ شان کے اقوال و وجوہ طعن و مراتب توثیق و مواضع تقدیم جرح و تعدیل و حوامل طعن مناشی توثیق و مواضع تحامل و تساہل و تحقیق پر مطلع ہو، استخراج مرتبہ اتقان راوی (بقیہ اگلے صفحے پر۔۔۔)

لہٰذا جب کسی شخص میں یہ صفات جمع ہو جائیں تو اس وقت وہ امام و مجتہد ہو سکتا ہے اور

بقیہ حاشیہ: بنقد روایات و ضبط مخالفات و اوہام و خطیات وغیرہا پر قادر ہو، ان کے اسامی والقاب و کنی و انساب و وجوہ مختلفہ تعبیر رواۃ خصوصا اصحاب تدلیس شیوخ و تعیین مبہمات و متفق و متفرق و مختلف و مؤتلف سے ماہر ہو، ان کے موالید و وفیات و بلدان و رحلات و لقا و سماعات و اساتذہ و تلامذہ و طرق تحمل و وجوہ ادا و تدلیس و تسویہ و تغیر و اختلاط آخذین من قبل و آخذین من بعد و سامعین حالین وغیرہما تمام امور ضروریہ کا حال اس پر ظاہر ہو۔ ان سب کے بعد صرف سند حدیث کی نسبت اتنا کہہ سکتا ہے: صحیح یا حسن یا صالح، یا ساقط، یا باطل، یا معضل، یا مقطوع، یا مرسل یا متّصل ہے۔ منزل دوم: صحاح و سنن و مسانید و جوامع و معاجیم و اجزا وغیرہا کتب حدیث میں اس کے طرق مختلفہ و الفاظ متنوعہ پر نظر تام کرے کہ حدیث کے تواتر، یا شہرت یا فردیت نسبیہ، یا غرابت مطلقہ، یا شذ وذیا نکارت و اختلافات رفع وقف و قطع وصل و مزید فی متّصل الاسانید واضطرابات سند و متن وغیرہا پر اطلاع پائے، نیز اس جمع طرق و احاطہ الفاظ سے رفع ابہام و دفع اوہام و ایضاح خفی و اظہار مشکل و ابانت مجمل و تعیین محتمل ہاتھ آئے، ولہذا امام ابو حاتم رازی فرماتے، ہم جب تک حدیث کو سات وجہ سے نہ لکھتے اس کی معرفت نہ پاتے، اس کے بعد اتنا حکم کر سکتا ہے کہ حدیث شاذ یا منکر، معروف یا محفوظ، مرفوع یا موقوف، فرد یا مشہور، کس مرتبہ کی ہے۔

منزل سوم: اب علل خفیہ و غوامض دقیقہ پر نظر کرے، جس پر صدہا سال سے کوئی قادر نہیں، اگر بعد احاطہ وجوہ اعلال تمام علل سے منزہ پائے تو یہ تین منزلیں طے کر کے صرف صحت حدیث بمعنی مصطلح اثر پر حکم لگا سکتا ہے۔ تمام حفاظ حدیث واجلہ نقاد وناواصلان ذروۂ شامخہ اجتہاد کی رسائی صرف اس منزل تک ہے۔ اور خدا انصاف دے تو مدعی اجتہاد و ہمسری ائمہ امجاد کو ان منازل کے طے میں اصحاب صحاح، یا مصنفان اسماء الرجال کی تقلید جامد، سخت بے حیائی نری بے غیرتی ہے، بلکہ ان کے طور پر شرک جلی ہے۔۔۔۔الخ

اس کے بعد اعلیٰ حضرت ان تین منازل کی دشواریاں دکھانے کے بعد فرماتے ہیں: پھر چوتھی منزل تو فلک چہارم کی بلندی ہے جس پر نور اجتہاد سے آفتاب منیر ہو کر رسائی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۲۱ صفحہ ۵۴۲) (بقیہ اگلے صفحے پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

لوگوں کا اس کی تقلید کرنا اور خود اس کا دین میں اجتہاد کرنا فتاویٰ دینا جائز ہے اور اگر ان صفات و خصال کا جامع نہ ہو یا ان میں سے کسی ایک صفت میں بھی خلل ہو تو وہ ناقص ہے اور اسے اجتہاد کرنا اور لوگوں کو اس کی تقلید کرنا جائز نہیں۔

امام ہروی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ جب ثابت ہو گیا کہ یہ صفات صحت امامت و اجتہاد کے لیے شرائط ہیں تو جس کسی میں یہ صفات نہ ہوں تو اسے لازم ہے کہ اس کی تقلید و اقتدا کرے جو ان صفات مذکورہ سے متّصف ہو۔

وہ مزید کہتے ہیں کہ دین کے اندر لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ (۱) مقلد (۲) اور مجتہد مجتہدین علم دین کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں۔ اور دین کا علم کتاب و سنت اور اس زبان عربی سے متعلق ہوتا ہے جس میں یہ وارد (نازل) ہوئے، تو جو اس درجے پر ہو کہ کتاب و سنت کا ایسا عالم ہو کہ ان کے الفاظ و کلمات کی حکمتیں جانتا ہو اور معرفت رکھتا ہو احکام ثابتہ اور نسخ وغیرہ کی نیز متقدم و مؤخر کی تو اس کا اجتہاد درست ہے، جو اس درجے تک رسائی نہ رکھے اسے اس کی

بقیہ حاشیہ: مذکورہ بالا کلام الامام کو بار بار مطالعہ کریں پھر انصافاً فیصلہ کریں کہ کیا ان وہابیوں غیر مقلدوں اور ان کے ائمہ و اکابر میں شرائط اجتہاد کی صرف ایک شرط کے ان منازل کو عبور کرنے کی صلاحیت ہے؟ جبکہ یہ منازل صرف فہم معانیٔ حدیث اور اس پر حکم کرنے کے ہیں، نہ کہ یہی شرائط اجتہاد ہوں، بلکہ شرائط اجتہاد کی ایک شرط کے یہ منازل و مدارج ہیں، جسے عبور کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں، بلکہ امام کے مطابق تو اسی کی منزل سوم تک ہی پہنچنے والے صدہا سال سے غائب ہیں چہ جائے کہ منزل چہارم، اب ان غیر مقلدین کے سرغنہ ابن عبد الوہاب نجدی اور اس کے ساتھیوں کے متعلق اس کے سگے بھائی شیخ سلیمان کا بیان سنیے، فرماتے ہیں:

ان لوگوں کے اندر اجتہاد کی کثیر شرطوں میں سے پہلی شرط کا دسواں حصہ بھی نہیں اور صرف ان مذکورہ منازل کے اول درجے پر ہی چڑھنے کی لیاقت نہیں، اس پر پھر ان کا یہ دعویٰ کہ جو ان کے خود ساختہ باطل مذہب کا پیرو و مقلد نہیں وہ کافر و مشرک ہے، کتنی بڑی جرأت، کس قدر سرکشی اور کتنا بڑا ظلم و بہتان ہے۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون۔

تقلید لازم ہے بلکہ غیر مجتہد پر فرض ہے کہ (مجتہد سے) دریافت کریں اور (ان کی) تقلید کریں، اس قدر میں کسی کا اختلاف نہیں (انتھی)

امام ہروی کا یہ جملہ قابل غور ہے کہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔

ابن قیم [۱] نے ''اعلام الموقعین'' میں کہا کہ کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ براہ راست کتاب و

---

[۱] اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ جلد:۹ صفحہ ۶۰۷ میں فرمایا کہ ابن قیم بدمذہب ہے، اس کا قول علمائے اہل سنت کے مقابل معتبر نہیں، نیز علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

''قبر اکبر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت اور اس کی طرف سفر کو ابن تیمیہ اور اس کے اتباع مثل ابن قیم نے منع کیا اور یہ اس کا وہ کلام شنیع ہے جس کے سبب علما نے اس کی تکفیر کی اور امام سبکی نے اس میں مستقل کتاب لکھی۔ (فصل فی زیارۃ قبرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام، دار الفکر جلد ۳ صفحہ ۵۱۴)

لہٰذا یہاں جو ان دونوں کے اقوال نقل کئے جارہے ہیں وہ مقابل و مخاصم پر حجت قائم کرنے کے لیے ہیں اس لیے کہ مخالفین کے یہاں یہ معتبر و مستند ہیں اور وہ ان کے کلام سے استدلال کرتے ہیں مگر اس سے ہرگز یہ مستفاد نہیں ہوتا کہ وہ مصنف کے نزدیک بھی معتبر ہوں، یہ ایسا ہی ہے جیسے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کبھی مخالفین کا رد انہی کے اکابر اور بڑوں کے کلام سے کرتے ہیں، شیخ سلیمان کا اصل مقصد اپنے اس رسالے میں تردید تکفیر مسلمین ہے، کیوں کہ ان کے زمانے میں فتنہ تکفیر المسلمین کا زور تھا، اور اسی کو بنیاد بنا کر خون مسلم کو ارزاں اور ان کے بلاد کو دار الحرب سمجھا جارہا تھا نیز ان سے جہاد و قتال کو فرض قرار دیا جارہا تھا، لہٰذا اسی سے متاثر ہو کر مصنف نے قرآن و سنت اور اجماع امت و اقوال علماء و مجتہدین کی روشنی میں ان کا رد کیا اور وہابیوں کے انہی دو امام، ابن تیمیہ اور ابن قیم کے اقوال کو بطور خاص ان پر الزامی حجت قائم کرنے کے لئے نقل کیا، جس کا اثر یہ ہوا کہ ابن عبد الوہاب نجدی لاجواب رہا اور اپنے ایک مکتوب میں ان باتوں سے اپنی جھوٹی برأت و بیزاری ظاہر کرنے لگا۔ ملاحظہ ہو علامہ علوی مالکی کی کتاب ''مفاہیم یجب ان تصحح'' (ص:۸۱، ۸۲ ناشر دار الکتب العلمیہ، بیروت) (بقیہ اگلے صفحے پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

سنت سے استنباط کرے جب تک اس میں اجتہاد کے شرائط اور تمام علوم جمع نہ ہوں۔

بقیہ حاشیہ: اس میں اس کا ایک مکتوب نقل کیا گیا ہے، جس میں وہ کہتا ہے کہ مجھ پر یہ الزام کہ میں تکفیر امت مسلمہ کرتا ہوں، بہتان عظیم ہے، حالاں کہ اس برأت اور اس کے اس موقف کی تردید کے لئے اس کی اور اس کے اتباع کی تحریریں اور تقریریں اور عملی تحریکیں شاہد عدل ہیں کہ یہ برأت ہرگز اس کا موقف نہیں، بلکہ یہ محض تقیہ بازی کے سوا اور کچھ نہیں، اگر یوں ہو تو تمام فرقہائے باطلہ صریح کلام اور واضح حرکات شنیعہ کے باوجود خود پر سے دفع اعتراض میں سبحانک ھذا بھتان عظیم پڑھ کر گزر جائیں، اور زندگی بھر عمل اسی بہتان پر رہے، جبکہ خود اس کے موجودہ متبعین اس کی اس برأت سے اظہار برأت کرتے ہیں، ان کا ماننا یہی ہے کہ شیخ نجدی کا مذہب یہی ہے کہ امت سات آٹھ سو سالوں سے زیادہ وقت سے شرک وکفر میں مبتلا تھی، اور اس پر شیخ نجدی کی کتابیں دال ہیں، مدعی لاکھ پر بھاری ہے گواہی تیری، پھر مزید اس کے سگے بھائی کی گواہی آپ کے ہاتھوں میں ہے، صاحب البیت ادری بمافیہ کہ گھر والا خوب جانتا ہے گھر میں کیا ہے۔

لہٰذا یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس میں مصنف کا مقصد اولین تردید تکفیر مسلمین ہے اسی وجہ سے مؤلف نے ان اقوال کو جمع کیا جن میں تکفیر مسلمین کو ایک امر عظیم کہا گیا ہے، پھر فرقہائے باطلہ کا بھی ذکر کیا کہ علمائے حق نے ان کے غیر اسلامی عقائد کا رد کرنے بعد بھی ہر ہر فرد کی معین تکفیر نہ کی۔ اور وہ افعال واقوال جو اہل سنت میں رائج و معمول بہا ہیں، اور جن کی بنا پر شیخ نجدی اور اس کے متبعین تکفیر مسلمین کرتے ہیں مصنف نے اس کتاب میں ان کو مستحب، مندوب یا مباح ثابت کرنے کی چنداں کوشش نہ کی، بس یہ ثابت کرنے کی سعی کی کہ یہ کفریات نہیں، ہاں کہیں کہیں ضمناً کسی امر کے متعلق کوئی دلیل نقل کر دی اور کثرت کے ساتھ عموماً بس یہ بات نقل کی کہ تم ابن تیمیہ اور ابن قیم کے اقوال سے استدلال کرتے ہو، حالاں کہ انہوں نے ان اقوال و افعال کے قائلین و فاعلین کو کافر نہ کہا، بلکہ زیادہ سے زیادہ حرام قرار دیا، مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان دو بدمذہبوں کے کہنے سے یہ امور حرام ہو جائیں گے بلکہ ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کی اصل اشارتاً ودلالتاً واقتضاءً قرآن وسنت میں موجود ہے، (بقیہ اگلے صفحے پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

احمد بن مناوی فرماتے ہیں کہ: ایک شخص نے حضرت امام احمد ابن حنبل سے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص ایک لاکھ حدیثیں یاد کرلے تو کیا وہ فقیہ ہو سکتا ہے؟ فرمایا نہیں۔ اس نے پوچھا

حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ: کچھ وہ ہیں جو مستحبات ومندوبات کے ضمن میں آتے ہیں، کچھ وہ ہیں جن کا شمار مباحات کے باب میں ہوتا ہے اور کچھ مکروہ وخلاف اولیٰ ہیں۔ ہاں جو چیز حرام ہے وہ ان امور میں غلو و افراط کرنا ہے۔ ابن تیمیہ اور ابن قیم کی بابت ابھی گزرا کہ علمائے اہل سنت کے مقابل معتبر نہیں۔ اور کیوں کر معتبر ہو کہ بعض علمائے اہل سنت سے ان کی تکفیر تک منقول ہے۔ جیسا کہ شرح شفا سے نقل ہوا، ورنہ تو ان کی تضلیل پر علمائے محتاطین کا لگ بھگ اتفاق ہے، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ اور اس کا شاگرد گمراہ ہے۔ اور نہ صرف اعلیٰ حضرت بلکہ اس کے ہم عصر و قریب العصر و مابعد العصر انتہائی مستند ومعتبر علما و ائمہ اہل سنت نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کی تردید کی بلکہ کچھ نے تو اس کے رد میں مستقل کتاب لکھی ہے۔ مثلا

(۱) امام سبکی جو اس کے ہم عصر ہیں، انہوں نے اس کے رد میں ایک مستقل کتاب تصنیف کی، (۲) امام تقی الدین الحصنی جو اس کے قریب العصر ہیں، اور (۳) امام ابن حجر مکی جو اس کے مابعد العصر ہیں، انتہائی سختی کے ساتھ اس کا رد فرماتے ہیں۔ ابن تیمیہ کے عقائد ونظریات فاسدہ اور افکار کاسدہ کے انتشار و اظہار اور اساطین اہل سنت کے انکار کے بعد بھی ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہنا، رحمۃ اللہ علیہ لکھنا، اعلی القاب سے یاد کرنا، ان ائمہ اہل سنت کی تردید اور یک گونہ تضحیک ہے، نیز لوگوں کو اس کے متعلق شکوک وشبہات میں مبتلا کرنا ہے۔

ابن تیمیہ کو عموما وہابی سلفی ہی اپنا پیشوا و امام مانتے ہیں اور علمائے اہل سنت اس کی تردید کرتے ہیں۔ مگر بدقسمتی سے یہ وبا اس وقت عالم عرب میں پھیلی ہوئی ہے جسے صلح کلیت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ وہ ابن تیمیہ کی عبارات واقوال سے نہ صرف تقریرا بلکہ تحریرا استدلال کرتے ہیں اسے معتبر و مستند جانتے ہیں بلکہ علم فقہ کی کتب درسیہ اس کے اقوال سے بھری پڑی ہیں جس سے غیر مقلدیت کا دروازہ کھلتا ہوا نظر آتا ہے، مصر وغیرہ بلاد عرب میں ہم نے بذات خود بارہا بعض سنی صوفی ازہری علما و اساتذہ کو ابن تیمیہ کا نام انتہائی ادب واحترام کے ساتھ لیتے سنا، (بقیہ اگلے صفحے پر)

توکیادولاکھ احادیث؟فرمایانہیں ۔ پوچھاتو پھر تین لاکھ حدیثیں؟فرمایانہیں ۔ پھر پوچھاتو پھر چار

حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ: نیز اس کے نام کے سابقات ولاحقات میں ایسے کلمات کا اضافہ کرتے بھی دیکھا جس سے اس کے درمیان اہل سنت معتبر و مستند ہونے کا ایہام ہوتا ہے، لہذا ضروری محسوس ہوتا ہے کہ یہاں ابن تیمیہ کے متعلق ائمہ اہل سنت کے اقوال نقل کر دیے جائیں ۔ (ملتقطاعن سبحان الرحمن مع تصرف)

ابن تیمیہ کی بابت ائمہ اہل سنت کا نظریہ

(۱) امام تقی الدین ابوالحسن علی بن عبد الکافی سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۷۵۶ھ) مشہور و معروف امام وجلیل القدر محدث و فقیہ بلکہ مذہب شافعی میں واصل ذروہ شامخہ اجتہاد ہیں، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابن تیمیہ کے ہم عصر ہیں، اس کے عقائد ونظریات کو بعد والے ان سے بہتر طریقے سے نہیں جان سکتے، موصوف نے ابن تیمیہ کے افکار ونظریات کی تحقیق کے بعد ایک مستقل کتاب اس کے رد میں تحریر فرمائی، جس کا نام ''الدرۃ المضیۃ فی الرد علی ابن تیمیۃ'' ہے، خطبے کے بعد فرماتے ہیں:

اما بعد فانه لما احدث ابن تيمية ما احدث فی اصول العقائد و نقص من دعائم الاسلام الاركان و المعاقد بعد ان كان مستترا بتبعية الكتاب و السنة مظهرا انه داع الی الحق هاد الی الجنة فخرج عن الاتباع الی الابتداع و شذ عن جماعة المسلمين بمخالفة الاجماع وقال بما يقتضی الجسمية و التركيب فی الذات المقدسة وان الافتقار الی الجزء ليس بمحال، وقال بحلول الحوادث بذات الله تعالیٰ و ان القرآن محدث تكلم الله به بعد ان لم يكن و يسكت و يحدث فی ذاته الارادات بحسب المخلوقات و تعدی فی ذالك الی استلزام قدم العالم و التزامه بالقول بانه لا اول للمخلوقات فقال بحوادث لا اول لها فاثبت الصفة القديمة حادثة و المخلوق الحادث قديما، ولم يجمع هذين القولين فی ملة من الملل و لا نحلة من النحل فلم يدخل فی فرقة من الفرق الثلاثة والسبعين التی افترقت عليها الامة ولا وقفت به مع امة من الامم همة وكل ذالك و ان كان كفرا شنيعا۔ الخ''

لاکھ؟ فرمایا ہاں۔ ابوالحسن نے فرمایا کہ میں نے اپنے دادا سے پوچھا تھا کہ امام احمد بن حنبل کو کتنی حدیثیں یاد تھی؟ تو انہوں نے بتایا کہ چھ لاکھ حدیثیں۔

حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ: ترجمہ: بعد حمد و صلاۃ، بیشک ابن تیمیہ نے اصول و عقائد میں جب بدعتیں رائج کیں اور نئے نئے شگوفے چھوڑے، اور اسلام کے بعض ستون و ارکان کو توڑ کر رکھ دیا حالاں کہ وہ پہلے کتاب و سنت کی اتباع کا دعوے دار اور اس بات کا اظہار کرتا تھا کہ وہ داعی و ھادی الی الحق والجنۃ ہے۔ تو وہ سنت کی اتباع چھوڑ کر بدعت کی پیروی میں پڑا اور اجماع کی مخالفت کر کے جماعت مسلمین سے الگ ہوا۔ اور ایسی بات کہی جو ذات باری تعالی میں مستلزم جسمیت و ترکیب اور اس بات کو لازم کرتی ہیں کہ اللہ تعالی کا جز کی طرف محتاج ہونا محال نہیں۔

نیز اس نے ذات الٰہی میں حوادث کے حلول کا قول کر کے کہا کہ قرآن حادث ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کلام کا تکلم فرمایا جو پہلے موجود نہیں تھا اور وہ کلام کرتا ہے اور خاموش رہتا ہے اور اس کی ذات میں مخلوقات کے حساب سے ارادے پیدا ہوتے رہتے ہیں اور یہاں یک بڑھ گیا کہ قدم عالم کے لزوم کا قول کرنے لگا اور بالالتزام کہتا کہ مخلوقات کی کوئی ابتدا نہیں تو گویا اس نے کہا کہ حوادث ہمیشہ سے ہیں۔ لہٰذا اس نے اللہ تعالیٰ کی صفت قدیمہ کو حادث اور حادث مخلوق کو قدیم ثابت کیا۔ حالاں کہ ان دونوں اقوال (قدم حوادث و حدوث قدم) میں سے ایک بھی قول کا وجود کسی دین و مذہب میں نہ تھا تو اس امت کے بھی کسی فرقے کے اندر یہ بات نہ داخل ہونے پائی تھی، بلکہ کسی قوم کو اس کا خیال بھی نہ گزرا (یعنی یہ عقیدہ قدم حوادث و حدوث قدم کا، کسی دین و مذہب، کسی امت و ملت اور کسی فرقہ و جماعت میں پہلے نہیں تھا، ابن تیمیہ ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے یہ نئی بات نکالی) اس شخص کے یہ اقوال اگر چہ بدترین کفر ہیں مگر اس کی بنسبت تھوڑے ہیں جو اس نے فروعیات میں ایجاد کیے ہیں (یعنی اس میں اور زیادہ گل کھلایا ہے)۔

(الدرۃ المضیۃ فی الرد علی ابن تیمیۃ)

(۲) امام تقی الدین ابو بکر حسینی الحصنی الشافعی الدمشقی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (م ۸۲۹ھ) جو اکابر فقہاے شافعیہ میں سے ہیں اور فقہ شافعی میں ان کی کتاب ''کفایۃ الاخبار'' (بقیہ اگلے صفحے پر)

امام ابو اسحاق فرماتے ہیں: "ایک دن میں مسجد جامع المنصور میں بیٹھا فتویٰ دے رہا تھا تو میں نے

حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ: کافی مشہور و متداول ہے۔ موصوف ابن تیمیہ سے انتہائی قریب کے زمانے کے ہیں انہوں نے اپنی سند کے ساتھ ابن تیمیہ کا ایک واقعہ اپنی کتاب میں نقل فرمایا۔

''فمن ذالك ما اخبربه ابو الحسن علی الدمشقی فی صحن الجامع الاموی عن ابیه قال کنا جلوساً فی مجلس ابن تیمیة فذکر وعظ و تعرض لآیات الاستواء ثم قال '' استوی الله علی عرشه کا ستوائی هذا '' (وهکذا ذکر ابن بطوطة فی کتابه 'عجائب الامصار' وهو کان موجودا اذ ذاك فی مجلسه بالجامع الاموی بدمشق و رای بعینیه ان ابن تیمیة نزل درجة من المنبر و قال هکذا ینزل الله علی سماء الدنیا من العرش کل لیل۔ من الفقیر الرضوی)، قال فوثب الناس علیه وثبة واحدة و انزلوه من الکرسی وبادروا الیه ضربا باللکم و النعال و غیر ذالك حتی اوصلوه الی بعض الحکام و اجتمع فی ذالك مجلس العلماء فشرع یناظرهم فقالوا ما الدلیل علی ما صدر منك ﷺ فقال قوله تعالیٰ [الرحمن علی العرش استوی] فضحکوا منه و عرفوا انه جاهل لایجری علی قواعد العلم ثم نقلوا لیتحققوا امره فقالوا ما تقول فی قوله تعالیٰ (فاینما تولوا فثم وجه الله) فاجاب باجوبة تحققوا انه من الجهلة علی التحقیق و انه لایدری مایقول و کان قد غره بنفسه ثناء العوام علیه و کذا الجامدین من الفقهاء العارین عن العلوم التی بها یجمع شمل الادلة علی الوجه المرضی، وقد رأیت فی فتاویه مایتعلق بمسالة الاستواء و قد اطنب فیها و ذکر امورا کلها تلبیسات و تجریات خارجة عن قواعد اهل الحق، و الناظر فیها اذا لم یکن ذو علوم و فطنة و حسن رؤیة ظن انها علی منوال مرضی۔

ترجمہ: تو ابن تیمیہ کی جانب منسوب ایک ضلالت یہ بھی ہے جس کی روایت ابو الحسن علی الدمشقی نے اپنے والد سے صحن جامع اموی میں کی، کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک روز ابن تیمیہ کی مجلس وعظ و ذکر میں بیٹھے ہوئے تھے تو وہ بیان کرتے کرتے آیات استوا کو پیش کر کے بولا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر اسی طرح مستوی ہے جس طرح میں اس کرسی پر بیٹھا ہوں۔ راوی کہتے ہیں: یہ سن کر لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور کرسی خطابت سے اتار کر گھونسیں اور چپلیں وغیرہ مارنے لگے اور اسے حاکم کے پاس لے گئے، حکام کی مجلس میں جب علما جمع ہوئے تو یہ ان سے بھی (بقیہ اگلے صفحے پر۔۔۔)

جب یہ مسئلہ بیان کیا تو مجھ سے ایک شخص نے پوچھا کیا آپ نے اتنی حدیثیں یاد کرلی ہیں جو آپ لوگوں کو مسائل بتارہے ہیں، فرمایا کہ میں نے اس سے کہا کہ مجھے اتنی حدیثیں یاد نہیں مگر جو اتنی حدیثوں کے حافظ ہیں، میں ان کے قول پر فتویٰ دیتا ہوں‘‘۔

حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ: مناظرہ کرنے لگا، علمانے کہا تیرے پاس اپنے قول کی تائید میں کیا دلیل ہے ؟ کہنے لگا، فرمان باری تعالیٰ ہے (الرحمن علی العرش استوی)۔ یہ سن کر علما ہنس پڑے اور سمجھ گئے کہ یہ شخص جاہل ہے جو علم کے اصول و قواعد سے واقف نہیں۔ پھر اسے لے گئے تاکہ اس کے معاملے کی مکمل تحقیق ہوسکے اور اس سے مزید دریافت کیا کہ اس قول کے بارے میں تو کیا کہتا ہے: (فاینما تولوا فثم وجه الله) تو اس نے ایسے جوابات دیئے جن سے علما کو یقین ہوگیا کہ یہ شخص جاہل ہے اور بے سمجھے بولتا ہے اور عوام الناس کی تعریف و توصیف نے اسے دھوکے میں ڈال دیا ہے اور اسی طرح علوم وفنون سے عاری فقہاے جامدین کی مدح سرائی اسے لے ڈوبی، یہ فقہا ان علوم وفنون سے عاری تھے جن کے ذریعہ متفرق دلائل کو مطلوبہ طریقے پر یکجا کیا جاتا ہے۔

ابن تیمیہ کے مسئلہ استواء سے متعلق بعض فتاوی میری نظر سے گزرے، اس نے اس مسئلہ میں خوب اطناب اور تطویل وتفصیل سے کام لیا ہے حالاں کہ اس کے ذکر کردہ دلائل تلبیسات اور قواعد اہل حق سے خارج تجریات ہیں، ان پر نظر ڈالنے والا اگر ذی علم، ذہین اور صاحب الرای نہ ہو تو اسے یہ لگے گا کہ یہ فتاوی تو طریقہ مرضیہ ومطلوبہ پر ہیں۔ (دفع شبہ من شبہ وتمرد، ص:۳۱تا۳۲)

امام تقی الدین حسینی الحصنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی کتاب کے صفحہ ۴۷ پر تحریر فرمایا:

وذكر ابوحيان النحوی الاندلسی فی تفسيره المسمیٰ ’’بالنهر‘‘ فی قوله تعالیٰ [وسع كرسيه السمٰوٰت والارض] ماصورته وقد قرأت فی كتاب لاحمد بن تيمية هذا الذی عاصرناه وهو بخطه سماه كتاب العرش، ’’ ان الله يجلس على الكرسی‘‘ وقد اخلى مكانا يقعد معه فيه رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم۔ لتحيل عليه التاج محمد بن علی بن عبد الحق وكان من تحيله عليه انه اظهر أنه داعيه له حتى اخذ منه الكتاب وقرأنا ذٰلك فيه ورايت فی بعض فتاويه ان الكرسی موضع القدمين۔ (بقیہ اگلے صفحے پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

اگر ہم اجماع کے متعلق کلام اسی طرح نقل کرتے جائیں تو بات بہت طویل ہو جائے گی۔

حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ: ترجمہ: اور علامہ ابو حیان نحوی اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "نہر" نامی اپنی تفسیر میں فرمان باری تعالیٰ "وسع کرسیه السمٰوٰت والارض" (البقرہ:۲۵۵) کی تفسیر میں کہا:

ابن تیمیہ جو ہمارا معاصر ہے اس کی ایک کتاب جو اسی کی تحریر میں ہے جس کا نام اس نے کتاب العرش رکھا، اس میں میں نے پڑھا! بے شک اللہ تعالیٰ کرسی پر بیٹھا ہے اور اس نے اتنی جگہ خالی رکھی ہے جس میں وہ اپنے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بٹھائے گا۔ (نعوذ باللہ)

تاج الدین محمد بن علی بن عبد الحق نے ابن تیمیہ پر حیلہ کیا اور ابن تیمیہ پر ان کا حیلہ یہ تھا کہ انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ ابن تیمیہ ہی کے داعی ہیں یہاں تک کہ انہوں نے اس سے مذکورہ کتاب حاصل کی اور ہم نے اس میں وہ عبارت پڑھی اور میں نے ابن تیمیہ کے بعض فتاوی میں یہ لکھا ہوا دیکھا کہ کرسی دونوں قدموں کے رہنے کی جگہ ہے۔ (معاذ اللہ)

امام تقی الدین حسینی الحصنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اگلے صفحے پر فرمایا:

"وهذا الخبيث لا يعرج على ما فيه التنزيه و انما يتتبع المتشابه ويمعن الكلام فيه وذلك من اقوى الادلة على انه من اعظم الزائغين"

ترجمہ اور یہ خبیث ان دلائل پر اعتماد نہیں کرتا جن میں تنزیہ ہے بلکہ یہ تو متشابہ ہی کی جستجو میں رہتا ہے اور متشابہ ہی میں کلام کرتا ہے اور یہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ ابن تیمیہ بہت بڑا زائغ ہے۔ (مرجع سابق، ص:۷۵)

ملت اسلامیہ کے ایک عظیم محدث، فقیہ و امام اہل سنت جو بالخصوص فقہ شافعی میں سند کا درجہ رکھتے ہیں متاخرین شافعیہ نقل مذہب میں جن پر اعتماد کرتے ہیں اور اختلاف کی صورت میں جن کے اقوال کو ترجیح دیتے ہیں یعنی امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۹۷۴ھ) نے ابن تیمیہ سے متعلق ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا:

(بقیہ اگلے صفحے پر)

لہٰذا اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ ہدایت قبول کرنے والے کے لیے اتنا ہی کافی ہے، البتہ میں نے

حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ: ''ابن تیمیة عبد خذله الله و اضله واعماه و اصمه واذله، وبذالك صرح الائمة الذین بینوا فساد احواله وکذب اقواله۔۔۔۔ الحاصل ان لایقام لکلامه وزن بل یرمی فی کل وعر وحزن ویعتقد فیه انه مبتدع ضال و مضل جاهل غال عامله الله بعدله واجازنا من مثل طریقته وعقیدته وفعله آمین فمما خرق فیه الاجماع قوله فی ان ربنا سبحانه و تعالیٰ محل الحوادث تعالیٰ الله عن ذٰلك و تقدس، وانه مرکب تفتقر ذاته افتقار الکل للجزء تعالیٰ الله عن ذالك و تقدس، و ان القرآن محدث فی ذات الله تعالیٰ الله عن ذالك، و ان العالم قدیم بالنوع، ولم یزل مع الله مخلوقا دائما فجعله، موجبا بالذات لافاعلا بالاختیار تعالیٰ الله عن ذلك، وقوله بالجسمیة و الجهة و الانتقال، وانه بقدر العرش لا اصغر ولا اکبر تعالیٰ الله عن الافتراء الشنیع القبیح والکفر البراح الصریح، وخذل متبعیه و شتت شمل معتقدیه(ملخصا)

ترجمہ: ابن تیمیہ ایک ایسا بندہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے رسوا، گمراہ، اندھا، بہرا اور ذلیل فرمایا۔ اور اس کی صراحت فرمائی ان ائمہ نے جنہوں نے ابن تیمیہ کے احوال کے فساد کو اور اس کے اقوال کے کذب کو بیان فرمایا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ کے کلام کو کوئی اہمیت نہ دی جائے اور اسے ہر بلند و سخت زمین پر پھینک دیا جائے اور ابن تیمیہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ بدمذہب گمراہ، گمراہ گر، جاہل اور گمراہی میں غلو کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اپنے عدل کا معاملہ فرمائے اور ہمیں اس کے طریقے، عقیدے اور اس کی جیسی حرکتوں سے بچائے آمین۔

تو وہ مسائل جن میں ابن تیمیہ نے اجماع کی مخالفت کی ان میں سے اس کا یہ قول بھی ہے کہ ہمارا رب سبحانہ و تعالیٰ محل حوادث ہے حالاں کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے اور بلند ہے۔ اور یہ کہ قرآن ذات باری تعالی میں نو پید ہوا حالاں کہ اللہ اس سے پاک ہے اور یہ کہ باعتبار نوع عالم قدیم ہے اور اللہ کے ساتھ ہمیشہ کوئی مخلوق رہی ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ کو موجب بالذات قرار دیا نہ کہ فاعل بااختیار، حالاں کہ اللہ اس سے پاک ہے اور اجماع کی مخالفت میں سے اس کا اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت، جہت اور منتقل ہونے کا قول کرنا ہے۔ (بقیہ اگلے صفحے پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

اسے بطور مقدمہ اس لیے ذکر کر دیا تاکہ یہ مابعد کے لیے قاعدہ وکلیہ ہوجائے اور آگے جو ہم ذکر

حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ: اور یہ قول کرنا کہ وہ عرش کے برابر ہے اس سے بڑا ہے نہ چھوٹا۔ اللہ تعالیٰ اس بدترین قبیح افترا اور واضح صریح کفر سے بری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے متبعین کو رسوا کرے اور اس کے معتقدین کو پارہ پارہ کرے۔(آمین)(الفتاوی الحدیثیہ، ص:۸۳ تا ۸۵، ناشر: دار الفکر بیروت)

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "الجوہر المنظم" میں فرمایا،

"قلت من ابن تیمیة حتی ینظر الیه ویعول فی شئی من امور الدین علیه هل هو الا کما قال جماعة من الائمة الذین تعقبوا کلماته الفاسدة وحججه، الکاسدة حتی اظهروا عوار سقطاته وقبائح اوهامه وغلطاته کالعزبن جماعة عبد اضله الله تعالیٰ واغواه والبسه رداء الخزی۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں: ابن تیمیہ کی کیا حیثیت کہ اس کی طرف نظر کی جائے یا دین کے کسی معاملہ میں اس پر اعتماد کیا جائے؟ وہ نہیں مگر یہی جیسا کہ ائمہ کی ایک جماعت مثل عزالدین ابن جماعہ رحمہ اللہ تعالیٰ، جنہوں نے اس کے فاسد کلمات اور بے کار دلائل کا تعاقب کیا تاآں کہ اس کے تفردات کی خرابیوں اور اس کے اوہام و غلطیوں کی قباحتیں ظاہر فرمائیں کہ یہ ایک ایسا بندہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ و اغوا کیا اور اسے رسوائی کی چادر پہنائی" نیز اس کتاب میں اگلے صفحے پر فرمایا:

حتی تجاوز الی الجناب الاقدس فنسب الیه العظائم والکبائر بما اظهره للعامة علی المنابر من دعویٰ الجهة والتجسیم وتضلیل من لم یعتقد ذالك من المتقدمین والمتاخرین حتی قام علیه علماء عصره والزموا السلطان بقتله او حبسه وقهره فحبسه الی ان مات (ملخصا)

ترجمہ: یہاں تک کہ ابن تیمیہ بڑھتے بڑھتے ذات اقدس تک پہنچ گیا اور ذات باری تعالیٰ کی طرف بڑے عیوب و نقائص منسوب کیے، ان حرکات کے ذریعہ جو وہ عوام کے سامنے منبر پر کر کے دکھاتا تھا یعنی دعوی جہت و تجسیم اور جہت و تجسیم کو نہ ماننے والے متقدمین و متاخرین کو گمراہ قرار دینے کا دعویٰ حتی کہ اس کے معاصر علماء اس کے خلاف کھڑے ہوئے اور انہوں نے سلطان پر ابن تیمیہ کے قتل یا اس کے قید و بند کو لازم قرار دیا۔ تو سلطان نے اسے عمر قید کیا۔

(الجواہر المنظم فی زیارۃ القبر الشریف النبوی المکرم، ص:۳۱، الناشر، مکتبۃ مدبولی، القاھرۃ)

(بقیہ اگلے صفحے پر۔۔۔۔۔)

کریں اسے اس پر محمول کیا جائے۔ اس لیے کہ آج عوام الناس انہی لوگوں سے ابتلاء وآزمائش سے دوچار ہیں، جو اپنے آپ کو قرآن وحدیث سے منسوب کرتے ہیں، اور کتاب و سنت کے علوم سے استنباط کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، اور وہ اس سے بے پرواہ رہتے ہیں کہ کس کی مخالفت ہورہی ہے؟ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اپنے کلام کو ارباب علم واجتہاد کی عدالت میں پیش کرو تو اعراض کرتے ہیں، بلکہ لوگوں پر اپنے قول و مفہوم کو لازم قرار دیتے اور اپنے مخالف کو کافر جانتے ہیں، حالاں کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان میں اجتہاد کی ایک شرط بھی موجود نہیں، نہیں نہیں بلکہ خدا کی قسم ایک شرط کا دسواں حصہ بھی نہیں ان سب کے باوجود وہ اپنا خود ساختہ مذہب جاہلوں میں نشر کرتے ہیں۔[۱]۔فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ: یہاں پر مختصراً ابن تیمیہ کے متعلق امام سبکی، امام تقی الدین حصنی اور امام ابن حجر ہیتمی رحمھم اللہ تعالیٰ جیسے ملت کے اساطین کے اقوال ملخصاً نقل کردیے گئے ہیں، تاکہ قارئین کرام اس کی حقیقت سے واقف رہ کر کتاب کا مطالعہ کریں۔کیوں کہ آئندہ اوراق میں اس کی اور اس کے شاگرد ابن قیم کی عبارتوں سے مصنف استدلال کریں گے، اور یہ استدلال مخالفین پر الزامی طور پر ہوگا جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

مزید ابن تیمیہ کے بارے میں جسے تفصیل درکار ہو وہ سید شریف دکتور محمود سید صبیح کی کتاب: "اخطاء ابن تیمیہ فی حق رسول اللہ ﷺ واھل بیتہ" کا مطالعہ کریں۔

[۱] **(شیخ نجدی سے ایک لطیف سوال)**

اجتہاد کی کسی ایک شرط کا دسواں حصہ تو دور، ان لوگوں کی لیاقت وصلاحیت کا عالم یہ ہے کہ ان کے سرغنہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی علوم شرعیہ وادبیہ کی بابت علمی لیاقت جاننے کے لیے جب اس کے معاصر عالم شیخ محمد بن عبدالرحمان بن عفالق نے اسے خط لکھا، تو وہ ان کے جواب دینے سے قاصر رہا، من جملہ سوالات نفیسہ ایک لطیف سوال یہاں نقل کیا جارہا ہے، جس سے اس کے دعوے اجتہاد کی حقیقت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، وہ اپنی کتاب "تحکم المقلدین بمن ادّعیٰ تجدید الدین" (بقیہ اگلے صفحے پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

ساری امت (ان کے ظلم و استبداد سے پریشان ہوکر) بیک زبان چیخیں مار رہی ہے، بایں ہمہ یہ ان کا جواب کلمہ حق یا دلائل حقہ سے نہیں دیتے، بلکہ سبھی کو کافر یا جاہل کہہ کر دیتے ہیں۔ یا اللہ ان گمراہوں کو ہدایت دے اور انہیں حق کی طرف لوٹا دے!

اب ہم عرض کرتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے:

''ان الدین عند اللہ الإسلام'' (بیشک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔(آل عمران۔۱۹)

اور فرماتا ہے: ''ومن یتبع غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه''

نیز فرمایا: ''فان تابوا و اقاموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکاۃ فخلوا سبیلهم''

(پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔(التوبہ،۵)

حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ: (یعنی مجددیت و غیر مقلدیت کے مدعی سے مقلدین کا استہزاء) میں ابن عبد الوہاب نجدی سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں کہ تو گویا مدعی اجتہاد ہے تو زیادہ نہیں مجھے صرف اتنا بتادے کہ سورہ "العادیات" جو قصار مفصل سے ہے، اس میں کتنی حقیقت شرعیہ و حقیقت لغویہ و حقیقت عرفیہ ہیں اور کتنے مجاز مرسل و مجاز مرکب، استعارہ حقیقیہ و استعارہ وفاقیہ و استعارہ تبعیہ و استعارہ مطلقہ و استعارہ مجردہ و استعارہ مرشحہ ہیں؟ کہاں کہاں وضع، ترشیح، تجرید، استعارہ مکنیہ و استعارہ تخیلیہ ہیں؟ اور اس میں کتنے تشبیہ ملفوف و تشبیہ مفروق و مفرد و مرکب ہیں؟ نیز اس سورہ مبارکہ میں کیا مجمل اور کیا مفصل اور کیا ایجاز و اطناب و مساوات اور اسناد حقیقی و اسناد مجازی ہے جسے مجاز حکمی و مجاز عقلی کہا جاتا ہے، اور کن مقامات پر وضع المضمر موضع المظھر ہوا ہے اور کہاں کہاں التفات ہوا اور کہاں فصل ہوا کہاں وصل، کہاں کمال اتصال ہوا کہاں کمال انقطاع؟

مزید یہ کہ جہاں جہاں دو جملوں میں عطف ہوا وہاں جامع کیا ہے اور جملوں کا محل تناسب، وجہ تناسب کیا ہے نیز حسن و بلاغہ میں اس کے کمال کی وجہ کیا ہے؟ اس میں قصر ایجاز و حذف ایجاز کیا ہے اور احتراس و تتمیم کیا ہے، مذکورہ تمام اصطلاحات کے مقامات بتا (فبهت الذی کفر) ابن عبد الوہاب نجدی متحیر رہ گیا، مصنف نے یہ رسالہ اس کے پاس ارسال کرکے جواب طلب کیا، وہ جواب دینے سے قاصر رہا اور اسی سے اس کے غبارہ اجتہاد کی ہوا نکل کر رہ گئی۔

اور ایک دوسری آیت میں فرماتا ہے:

"فاخوانکم فی الدین" (تووہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔(التوبہ۔۱۱)

حضرت عبد اللہ ابن عباس نے فرمایا کہ اس آیت نے اہل قبلہ کے خون کو حرام کردیا مزید فرمایا: خوارج کی طرح نہ ہوجانا جو اہل قبلہ کے متعلق قرآنی آیات میں تاویل کرتے ہیں اور جو آیتیں اہل کتاب اور مشرکین کے حق میں نازل ہوئیں، اپنی جہالت کی بنا پر اہل قبلہ کو ان کا مصداق بناکر، ان کا خون بہاتے ہیں، اموال لوٹتے ہیں اور اہل سنت کو گمراہ و بددین کہتے ہیں، لہٰذا تم پر واجب ہے کہ قرآن کے شان نزول کا علم رکھو (اور جانو کہ کون سی آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی)۔۔انتھی

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خارجیوں کو بدترین مخلوق جانتے تھے، فرماتے کہ ان خارجیوں نے دانستہ طور پر ان آیتوں کا قصد کیا جو کفار کے حق میں نازل ہوئیں اور مسلمانوں کو ان کا مصداق بنادیا۔[۱](رواہ البخاری عنہ) تو اس وقت فرمان باری عزوجل یاد آتا

---

[۱] **(شرح اثر عبد اللہ بن عمر)**

اثر عبد اللہ ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی ایک مقام پر جد کریم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے بہترین تشریح و تفہیم فرمائی ہے، قارئین کرام کے افادے کے طور پر اس کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے، "کان ابن عمر یراھم شرار خلق اللہ وقال: انھم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المومنین، حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خوارج کو شرار الخلق تصور فرماتے تھے اور اس کی ایک وجہ یہ بیان فرماتے کہ وہ آیات جو خصوصیت کے ساتھ کفار کے حق میں نازل ہوئیں، یہ انہیں مومنین پر چسپاں کردیتے ہیں"

اب سوال یہ ہے کہ بہتیری آیتیں ہیں جو کفار و مشرکین کے حق میں نازل ہوئیں مگر بطور تہدید مسلمین علما انہیں مسلمانوں کے متعلق بھی کبھی کبھی ذکر کرتے ہیں تو کیا اس عمل سے علما شرار الخلق میں داخل اور متبع خوارج قرار پائیں گے؟ امام احمد رضا علیہ الرحمہ اپنے ایک مکتوب میں ایک معاصر عالم سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں: خوارج خذلھم اللہ تعالیٰ وہ آیات کریمہ جن میں اوصاف خاصہ کفر و احکام مخصوصہ کفرہ مثل تحکیم طاغوت و شرک فی الحکم و نفی شفاعت و سلب ایمان و خلود فی

ہے کہ فرمایا: (ان الدین عند الاسلام) اور صحیحین میں ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے حدیث جبریل میں فرمایا ''اسلام گواہی دینا ہے کہ ''نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا اور محمد اللہ

حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ: النار و نحوہا مذکور ہیں، مسائل تحکیم جائز و قتال اجتہادی مسلمین و ارتکاب کبیرہ وغیرہا میں نہ صرف عامہ مسلمین بلکہ سردار ان مسلمین امیر المومنین مولیٰ علی و ام المومنین و حضرت طلحہ و زبیر و امیر معاویہ و عمرو بن عاص و ابو موسیٰ اشعری وغیرھم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر ڈھالتے تھے۔ اخذھم اللہ بذنوبھم ان اخذہ الیم شدید، اسے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اور یہی دونوں امام الوہابیہ ابن عبد الوہاب نجدی و اسمٰعیل دہلوی خذلھما اللہ تعالیٰ نے کیا اور اب ان کے اوتاد وہابیہ و دیوبندیہ قاتلھم اللہ تعالیٰ کر رہے ہیں، یہ بحکم حدیث شرار الخلق ہیں اور خوارج ملعونین کے ناپاک چیلے، اعاذنا اللہ تعالیٰ من شرھم و شر امثالھم اجمعین امین۔ ۔۔۔ الی ان قال۔۔۔۔۔ آیہ کریمہ، میں کسی خصلت مذکورہ کو کافروں میں بیان فرمایا ہو جو خود کفر نہیں کیا آیت اس کی حرمت پر دلالت نہ فرمائے گی اور اس کے ذمہ میں تلاوت کریمہ حرام ہو جائے گی یا کسی جرم غیر کفر پر کوئی وعید غیر وعید کفر فرمائی ہو اگر اس کا صدور اس وقت کفار ہی سے ہوا ہو اس جرم سے مسلمانوں کو تہدید اور انہیں اطلاع وعید جرم قرار پائے گی کہ کسی امر شنیع سے کہ فی نفسہ کفر نہیں منع فرمایا اگرچہ اس وقت خطاب کفار ہی سے تھا وہی کافروں سے مخصوص ٹھہر یگی؟ مسلمانوں کو انہیں کی حکم رسانی شرار الخلق میں داخل کرے گی؟ یوں ہے تو تمام کتب اصول سے یہ مسئلہ چھیل ڈالیے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا'' (الطاری الداری صفحہ ۷۸۔۷۹، جلد ۲)

حاصل یہ کہ اعتبار عموم معنیٰ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص مخاطب کا، اسی کو کتب اصول میں '' العبرۃ بعموم اللفظ لا بخصوص السبب '' سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی لفظ عام سے جو حکم اخذ کیا جاتا ہے وہ صورت سبب خاص سے اس کے امثال و نظائر تک متعدّی ہوتا ہے۔

ہاں اگر کوئی ایسی صورت ہو کہ حکم کو عموم لفظ پر محمول کرنے سے تعارض و تناقص لازم آتا ہو اور خصوص سبب پر محمول کرنے سے تعارض مندفع ہوتا ہو تو اس وقت اسے خصوص سبب پر محمول کیا جائے گا۔ لہٰذا جو آیات اوصاف خاصہ کفریا احکام مخصوصہ کفرہ پر مشتمل ہوں، ان میں اعتبار خصوص سبب کا ہوگا۔ ایسی آیات کو اگر مسلمانوں پر ڈھالیں گے تو ضرور حکم شرار الخلق میں داخل اور متبع خوارج کہلائیں گے۔ **(خاکپائے جد کریم غفرلہٗ)**

کے رسول ہیں"(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)اور حضرت عبداللہ ابن عمر کی حدیث میں ہے:
"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے، جن میں اول لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت ہے کہ "اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں" اور وفد عبدالقیس کی حدیث میں ہے کہ تمہیں اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے کیا تم جانتے ہو اللہ کی وحدانیت پر ایمان کیا ہے؟ فرمایا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی گواہی دینا۔

یہ حدیث صحیحین میں ہے اور اس کے علاوہ بہت ساری حدیثیں جس میں اسلام کی تعریف، شہادتیں اور دیگر ارکان سے کی گئی ہے، اور اس پر امت کا اجماع ہے بلکہ امت کا اس پر بھی اجماع ہے کہ جس نے زبان سے اللہ کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کی گواہی دے دی اس پر احکام اسلام جاری کیے جائیں گے، اس حدیث کے بموجب جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اس وقت تک لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ یہ گواہی نہ دے دیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔۔۔۔الخ" اور حدیث جاریۃ کے بموجب: کہ حضور علیہ السلام نے اس سے دریافت فرمایا کہ اللہ کہاں ہے؟ کہا آسمان میں (یا آسمان کی طرف اشارہ کیا) فرمایا میں کون ہوں؟ کہا: اللہ کے رسول، تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے آزاد کردو کہ یہ مومنہ ہے"[ا](یہ سب حدیثیں صحیحین میں موجود ہیں)

[ا] **(شرح حدیث جاریہ)**

حدیث جاریہ کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ صحابیِ رسول حضرت معاویہ بن حکم سلمی کی ایک باندی تھی جوان کی وادی حدوجوانیہ کی سمت میں بکریاں چرایا کرتی تھی ایک دن انہیں معلوم پڑا کہ بھیڑیا ان کی ایک بکری اچک لے گیا ہے جس سے انہیں اتنا غصہ آیا کہ انہوں نے اپنی باندی کو ایک تھپڑ جڑ دیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر ماجرا عرض کیا حضور علیہ السلام نے اس معاملے کو ان پر گراں فرمایا انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا میں اسے آزاد نہ کردوں فرمایا اسے میرے پاس لیکر آؤ۔ وہ لائی گئی تو آپ نے اس سے دریافت فرمایا: اللہ کہاں ہے؟ کہا آسمان میں، پھر فرمایا میں کون ہوں؟ کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اسے

نیز اس حدیث کے بموجب ''لا الہ الا اللہ کہنے والوں سے باز رہو'' وغیر ذالک۔

حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ: آزاد کردو کہ یہ موجودہ زمانے میں 'سلفی' کہے جانے والے، ذات باری تعالیٰ کے حق میں جہت و مکان ثابت کرتے ہیں اور آیات متشابہات و احادیث صفات مثل حدیث جاریہ کو ان کے ظاہری معنٰی پر محمول کرکے اللہ کے آسمان یا عرش پر ہونے کا قول کرتے ہیں۔ تعالیٰ اللہ عما یقولون علوا کبیرا۔ حالاں کہ اہل سنت و جماعت کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جہت و مکان و زمان و حرکات و سکون و شکل و صورت و جمیع حوادث سے پاک و منزہ ہے، اللہ فرماتا ہے ﴿لیس کمثلہ شئی﴾ اور فرماتا ہے ﴿فاینما تولوا فثم وجہ اللہ﴾ اور رہے وہ ظواہر جن میں اللہ تعالیٰ کے عرش یا آسمان میں ہونے کا ذکر ہے مثلاً ﴿أ أمنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض﴾ الملک، ۱۶ ﴿ثم استویٰ علی العرش﴾ [الاعراف۔ ۵۴]

اور یہی حدیث جاریہ وغیرہ تو یہ نصوص اپنے ظاہری معنٰی پر نہیں بلکہ متأولہ ہیں۔ متشابہات کے سلسلے میں اہل سنت کے سلف و خلف متقدمین و متاخرین کے دو مذہب ہیں اولاً تفویض کہ اس کی مراد کو اللہ کے سپرد کرنا اور اس پر بغیر غور و خوض کئے ایمان رکھنا اس اعتقاد کے ساتھ کہ ﴿لیس کمثلہ شئی﴾ ثانیا! تاویل مناسب لہٰذا متاخرین جو مذہب ثانی کے قائل ہیں وہ حدیث جاریہ کی تاویل میں فرماتے ہیں کہ مقصد اس باندی کے ایمان کا امتحان تھا آیا وہ ایسی موحدہ ہے کہ نہیں جو اس بات کی مُقِرہ و معتقدہ ہو کہ خالق و مدبر و فعال تنہا اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی ذات ہے اور وہی ہے کہ پکارنے والا جب پکارتا ہے تو آسمان کی طرف متوجہ ہوتا ہے جس طرح نمازی حالت نماز میں استقبال قبلہ کرتا ہے لہٰذا جس طرح استقبال قبلہ کرنے کا مطلب یہ اعتقاد نہیں کہ ذات باری تعالیٰ جہت کعبہ میں منحصر ہے اسی طرح اس سے مراد یہ نہیں کہ ذات باری آسمان میں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ جس طرح کعبہ نمازیوں کا قبلہ ہے اسی طرح آسمان دعا کرنے والوں کا قبلہ ہے۔ یا معاملہ یہ تھا کہ باندی ان مشرکین کے قبیلہ سے تھی جو اپنے سامنے موجود اصنام و اوثان کی پرستش کرتے تھے مگر جیسے ہی باندی نے آسمان کی طرف اشارہ کیا تو اس سے معلوم ہو گیا کہ وہ مشرکہ یا بت پرست نہیں بلکہ موحدہ مومنہ ہے۔ (ملتقطاً من شرح الامام النووی مع تصرف یسیر ص ۲۶ ج ۳ مطبع دار الفجر للتراث مصر۔ من المترجم غفرلہٗ)

ابن قیم نے کہا: مسلمانوں کا یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ کافر جب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے دے تو اب وہ اسلام میں داخل ہو گیا۔۔۔۔۔

اور اسی طرح مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ مرتد جس کی ردت شرک سے ہو تو اس کی توبہ شہادتین سے ہے اور رہا قتال کرنا تو اگر وہاں امام کی متابعت ہو تو لوگ اس وقت تک قتال کریں گے جب تک یہ نماز قائم نہ کرلیں اور زکات نہ ادا کرلیں ۔ یہ سب باتیں ارباب علم و دانش کی کتابوں میں جلی حروف میں مسطور ہیں جس نے طلب کیا، پایا (جویندہ یابندہ)۔

فالحمد للہ علی تمام الاسلام۔

فصل: {فتنہ تکفیر مسلمین}

اگر تم نے ہماری بیان کردہ باتیں سمجھ لیں تو اب ہم تم سے کہیں گے کہ تم تو ان کو کافر گردانتے ہو جنہوں نے گواہی دی کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کو جنہوں نے نماز قائم کی، زکات دی، رمضان کے روزے رکھے بیت اللہ کا حج کیا ایمان رکھتے ہوئے اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی نازل کردہ کتابوں پر، اس کے تمام رسولوں پر، اور تمام شعائر اسلام کا التزام رکھتے ہوئے، تو تم تو ان کو کافر کہتے ہو، ان کے شہروں کو دار الحرب جانتے ہو، لہٰذا ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ تمہارا ان سب میں پیشوا اور امام کون ہے؟ اور تم نے یہ باطل مذہب کس سے لیا؟ تو اگر تم کہو کہ ہم تو اسی کی تکفیر کرتے ہیں جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے اور وہ جو مشرکین میں سے ہے، کیا جو شرک کرے وہ کافر نہیں؟ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ان اللہ لا یغفر ان یشرك به﴾ (بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے۔(کنزالایمان) [النساء۔۴۸]

اور اسی معنٰی و مفہوم میں اور دوسری آیتیں بھی ہیں اور یہ کہ اہل علم نے شرک باللہ کو مکفرات میں شمار کیا ہے، تو ہم جواباً کہیں گے کہ بے شک آیتیں بھی حق ہیں اور اہل علم کا کلام بھی

حق ہے لیکن اہل علم نے ''اشراك باللہ'' کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ ایسا ہی دعویٰ کرے کہ اللہ کا شریک ہے جیسا کہ مشرکین کرتے تھے: (ھؤلاء شرکاؤنا) اور فرمان باری تعالیٰ (وما نری معکم شفعاء کم الذین زعمتم انھم فیکم شرکاء) (اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشوں کو نہیں دیکھتے جن کے تم اپنے میں ساجھا بتاتے تھے۔

[کنزالایمان، الانعام۔۹۴]

(و اذا قیل لھم لا الہ الا اللہ یستکبرون) (جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو اونچے کھینچتے تھے۔ [کنزالایمان، الصّٰفّٰت۔۳۵]

(اجعلوا الآلھة الھا و احدا) ان کے علاوہ اور دیگر آیات جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمائیں اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اس کی شرح فرمائی اور اہل علم نے تفصیل کی مگر وہ تفاصیل جو تم اپنے پاس سے کرتے ہو کہ جس نے فلاں کام کیا تو وہ مشرک ہو گیا اور اسے دین اسلام سے خارج کرتے ہو، اس کی تفصیل تم نے کہاں سے حاصل کرلی؟ کیا تم نے یہ تفصیل اپنی سمجھ سے خود گڑھ لی؟ تو ابھی گزشتہ صفحات میں امت کا اجماع بیان ہو چکا کہ تم جیسوں کا از خود استنباط کرنا جائز ہی نہیں ہے، کیا تمہارے پاس (اس تفصیل میں) اجماع کی کوئی مثال ہے یا جس کی تقلید جائز ہو اس کی تقلید سے کوئی اندازہ ہے؟ (کہ تم یہ تفصیل اجماع کی وجہ سے یا اپنے امام کی تقلید میں کر رہے ہو) حالاں کہ یہ بات معلوم ہے کہ مقلد کو اپنے امام کی تقلید میں کسی کی تکفیر کرنا جائز ہی نہیں ہے۔ جب تک اس کے امام کے قول پر امت کا اجماع نہ ہو۔ تو اب ہم جاننا چاہتے ہیں کہ پھر آخر تم نے اپنا یہ مذہب کہاں سے حاصل کیا؟ یہ تمہارا ہم پر اللہ کا عہد و پیمان ہے کہ اگر تم نے اپنا حق ہونا ظاہر کر دیا تو اس حق کی طرف رجوع لازم ہے۔ تو ان شاءاللہ ہم بھی حق کی اتباع کریں گے، لیکن اگر تمہاری مراد تمہارے خود ساختہ معانی و مفاہیم ہوں تو گزر چکا کہ جائز ہی نہیں ہمارے لیے نہ تمہارے لیے اور نہ ہی کسی مسلمان کے لیے جو اللہ و آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو کہ وہ ان باتوں کو قبول کرے، لہٰذا ہم ایسے کسی شخص کی بھی تکفیر نہیں کر سکتے جس کے پاس اسلام کی دولت ہو کہ امت کا اجماع ہے کہ جس نے اس کی تصدیق کر دی تو اب وہ مسلم ہے۔

اقسام شرک:

اب رہا شرک تو اس کی دو قسمیں ہیں (۱) شرک اکبر (۲) شرک اصغر اور اس کی اور دو قسم ہیں (۱) کبیر (۲) اکبر، لہٰذا کوئی شرک ایسا سخت ہوتا ہے کہ خارج از اسلام کر دیتا ہے اور کوئی ایسا کہ اسلام سے خارج نہیں کرتا، اور یہ سب باتیں اجماع سے ثابت شدہ ہیں اور رہی یہ تفصیل کہ کون سا شرک اسلام سے نکال دیتا ہے اور کون سا نہیں نکالتا تو یہ ساری باتیں ان ائمۃ المسلمین کے بیان کی محتاج ہیں جن میں شرائط اجتہاد کا اجتماع ہو، لہٰذا یہ ائمہ اگر کسی مسئلہ میں متفق ہوں تو کسی کو نکلنے کی گنجائش نہیں، اور اگر مختلف ہوں تو بڑی گنجائش ہے، لہٰذا تم لوگوں کے پاس بھی اگر اہل علم واجتہاد کا کوئی واضح بیان ہو تو لاؤ ہم سر تسلیم خم کیے دیتے ہیں اور اگر نہیں لاسکتے تو ہم سب پر واجب ہے کہ اصل مجمع علیہ سے لیں اور سبیل مومنین کا اتباع کریں اور ان کے نقش قدم پر چلیں۔ اور تم اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس فرمان سے بھی استدلال کرتے ہو:

(لئن اشرکت لیحبطن عملك) (اے سننے والے اگر تونے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا۔ [کنز الایمان، الزمر۔۶۵]

اور انبیا علیہم السلام کے حق میں اس فرمان باری تعالیٰ سے

(ولو اشرکوا لحبط عنهم ما کانوا یعملون) (اور اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ان کا کیا اکارت جاتا۔ [کنز الایمان، الانعام۔۸۸]

نیز اس فرمان باری تعالیٰ سے استدلال کرتے ہو:

(ولا یامرکم ان تتخذوا الملآئکة والنبیین اربابا) (اور نہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا ٹھہرالو۔ آل عمران۔۸۰)

تو ہم کہتے ہیں: ہاں یقیناً یہ ساری آیتیں حق ہیں، ان پر ایمان واجب، مگر سوال یہ ہے کہ تم لوگوں نے یہ کہاں سے نکال لیا کہ وہ مسلمان جو اللہ کی وحدانیت اور حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی رسالت کی گواہی دیتا ہے اگر وہ غائب یا میت کو پکارے یا اس کی نذر مانے یا غیر اللہ کے لیے ذبح کرے یا صالحین کی قبور کو بنیت تبرک مس کرے یا برکت کے لیے قبر کی مٹی

لے تو یہ افعال ایسے شرک اکبر ہیں کہ ان کے مرتکب کے اعمال اکارت گئے اور ان کا خون اور مال مباح ہو گیا اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان آیتوں میں مراد لیا ہے؟

تو اگر تم کہو کہ ہم نے یہ سب قرآن وسنت سے از خود سمجھا ہے تو ہم کہیں گے کہ تمھارے خود ساختہ معانی ومفاہیم کا کوئی اعتبار نہیں اور یہ تمہیں جائز نہیں اور نہ کسی مسلمان کو کہ تمھاری سمجھ پر اعتماد کر کے تمھارے مفاہیم کو اخذ کرے اس لیے کہ امت کا اجماع ہے جیسا کہ بیان ہوا کہ استنباط واستخراج مجتہد مطلق پر مرتب ہوتا ہے۔ بایں ہمہ اگر شروط اجتہاد کسی شخص میں مجتمع ہو بھی جائیں تو بھی بغیر غور وفکر کے اس کے قول کو اخذ کرنا واجب نہیں۔

تقی الدین نے کہا: جس نے بغیر نظر وفکر کیے اپنے اوپر کسی معین امام کی ذات کی تقلید واجب کر لی تو اس سے توبہ کرائی جائے گی اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ قتل کر دیا جائے۔ اور اگر تم کہو کہ ہم نے اپنا یہ مذہب ابن تیمیہ اور ابن قیم جیسے ذی علم حضرات سے لیا ہے اس لیے کہ وہ ان افعال کو شرک گردانتے ہیں۔۔!!

ہم کہیں گے تمھاری بات صحیح ہے اور ہم مانتے ہیں کہ انہوں نے اسے شرک کہا ہے، مگر انہوں نے ایسا نہیں کہا جیسا تم کہتے ہو[ا] کہ یہ ایسا شرک اکبر ہے جو دائرۂ اسلام سے خارج کر

[ا] یہی بات علامہ علوی مالکی نے اپنی کتاب ''مفاہیم یجب ان تصحح'' میں کہی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ ایک بات کہتا ہے اور اس کے اتباع اسے بڑھا چڑھا کر آسمان تک پہنچا دیتے ہیں، مثلاً حضرت آدم کا ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وسیلے سے دعا کرنے کے متعلق اس نے صرف اتنا کہا کہ اس کلام کی صحیح توجیہ بھی ہو سکتی ہے، علامہ موصوف کہتے ہیں کہاں یہ قول اور کہاں وسیلہ کے قائلین کو دائرہ اسلام سے خارج کر دینے کا قول اور قائلین کو کفر وشرک اور بدعت وخرافات جیسی صفات سے متّصف کرنا، دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے، مزید وہ کہتے ہیں کہ یہ حرکت صرف اسی ایک مسئلے میں ہی نہیں بلکہ بارہا کا مشاہدہ ہے کہ یہ لوگ ہر مسئلے میں ابن تیمیہ کے ساتھ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں بجز ان مسائل وفضائل کے جن میں تعظیم وادب واحترام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو یا حضور علیہ السلام کی عظمت ورفعت وکرامت کی تائید ہو، تو یہ لوگ اس مقام پر آکر توقف کر کے غور وفکر کرنے لگتے ہیں اور صرف یہیں انہیں مقام توحید کی

دیتا ہے اور اس کی وجہ سے ان کے شہروں میں اہل ردت کے احکام جاری ہوجاتے ہیں بلکہ جو ایسوں کو کافر نہ کہے وہ بھی تمھارے نزدیک کافر ہے اور اس پر مرتدین کے احکام جاری ہیں ، لیکن تمھارے ان بڑوں نے تو اسے پورے شد و مد کے ساتھ صرف شرک کہ کر اس سے روکا ہے مگر پھر بھی انہوں نے تمھاری جیسی بولی تو نہ بولی، نہیں نہیں بلکہ اس کا عشرعشیر بھی نہ بولی جو تم بکتے ہو۔ مگر تمھارا تو حال یہ ہے کہ تم ان کے کلام سے صرف اپنے مطلب کی بات لیتے ہو جبکہ ان کے کلام سے تو بس یہ مترشح ہوتا ہے کہ یہ افعال ان کے نزدیک شرک اصغر ہیں ، اور ایک تقدیر پر اس کی بعض صورتیں جو شرک اکبر بھی اگر ہوئیں تو قائل کے حال اور نیت کے حساب سے، حالاں کہ انہوں نے خود دیگر مقامات پر اپنے کلام میں یہ ذکر کردیا کہ ان باتوں سے انسان اس وقت تک کافر نہیں ہوتا جب تک اس پر حجت نہ قائم ہوجائے کہ ان کا تارک کافر ہے، جیسا کہ عنقریب ان کا کلام تفصیل کے ساتھ آگے آرہا ہے۔

مگر تم سے صرف اتنا مطالبہ ہے کہ اہل علم کے کلام کی طرف رجوع کرو اور اپنی حدود پر قائم رہو جن کی انہوں نے حد بندی کی ہے، اس لیے کہ ہر مذہب، میں اہل علم نے وہ اقوال و افعال بیان فرمادیئے ہیں جن سے ایک مسلمان مرتد ہوجاتا ہے، مگر کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ جس نے غیر اللہ کی نذر مانی وہ مرتد ہے اور نہ یہ کہا کہ جس نے غیر اللہ سے مانگا وہ مرتد ہے اور نہ یہ کہا کہ جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا وہ مرتد ہے اور نہ یہ کہا کہ جس نے قبر کو چھوا اور اس کی مٹی لی وہ مرتد ہے، جیسا کہ تم لوگ کہتے ہو۔

اب اگر تمھارے پاس اس کی کوئی دلیل ہو تو بیان کرو کہ کتمان علم جائز نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ تمھارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں بلکہ تم نے اسے اپنے من گھڑت معانی اور خود ساختہ مفاہیم سے اخذ کرکے خرق اجماع کیا اور ساری امت کی تکفیر کی کہ تم ہی کہتے ہو جس نے یہ افعال کیے وہ بھی کافر اور جس نے اسے کافر نہ جانا وہ بھی کافر، حالاں کہ ہر خاص و عام کو یہ بات معلوم ہے کہ ان امور سے بلاد اسلامیہ بھرے پڑے ہیں اور اہل علم جانتے ہیں کہ مسلمانوں کے

حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ: حمایت و نصرت یا توحید کی حمیت و غیرت یاد آنے لگتی ہے، سبحانك هذا بهتان عظيم۔ (مفاہیم ص:۶۵، ناشر دار جوامع الکلم قاہرہ مصر)

کے شہران افعال سے سات سوسالوں سے بھرپور ہیں اور اہل علم میں سے وہ حضرات جو ان افعال کو نہیں کرتے، ان افعال کے کرنے والوں کی نہ تکفیر کرتے اور نہ ہی ان پر مرتد کے احکام جاری فرماتے ہیں بلکہ ان پر مسلمانوں ہی کے احکام جاری کرتے ہیں۔ برخلاف تمہارے قول کے کہ تم اہل بلاد مسلمین اور اس کے علاوہ دیگر اصحاب امصار مسلمین پر کفر وردت کے احکام نافذ کرتے ہو اور ان کے شہروں کو دار الحرب قرار دیتے ہو حتی کہ حرمین شریفین (زادھما اللہ تعالیٰ شرفا وتعظیما) کو بھی کہ جن کے متعلق نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے احادیث صحیحہ صریحہ میں خبر دی کہ یہ ہمیشہ دار الاسلام رہیں گے اور یہ کہ ان میں کبھی بھی بت پرستی نہ ہوگی یہاں تک کہ آخری زمانے میں دجّال حرمین شریفین کو چھوڑ کر سارے ملکوں کو روند دے گا، جیسا کہ اس رسالے میں ان شاء اللہ تم اس پر واقف ہوگے۔

لہٰذا تمہارے نزدیک یہ سارے بلاد وامصار دار الحرب ہیں، ان کے اہل کفار ہیں اس لیے کہ وہ تمہارے بقول بت پرست ہیں اور سب کے سب ایسے شرک میں مبتلا ہیں جو انہیں ملت اسلامیہ سے خارج کرتا ہے، فانا للہ و انا الیہ راجعون۔ توخدا کی قسم یہ تو اللہ ورسول کی کھلی مخالفت اور تمام علمائے اسلام سے عین مجادلہ ہے، لہٰذا ان امور وافعال میں سے جن کے سبب تم تکفیر کرتے ہو سب سے سخت ترین امر تمھارے نزدیک غیر اللہ کی نذر ماننا ہے، اور اسی پر ابن تیمیہ اور ابن قیم ہیں کہ وہ اسے سخت ترین مسئلہ سمجھتے ہیں مگر اس کے باوجود انہوں نے اپنے کلام میں مکمل وضاحت کے ساتھ تصریح کی ہے کہ یہ فعل شرک کی ایک قسم وہ ہے جو اس سے ہزار درجہ سخت تر اور اعظم واکبر ہے، مزید صراحت کی کہ اس امت میں بہت سے لوگ ان افعال کو کرتے ہیں اور اس میں عناد سے بھی کام لیتے ہیں، اس کے باوجود ہم ان کی تکفیر نہیں کرتے، جیسا کہ ان کا کلام اسی رسالے میں ان شاء اللہ ذکر ہوگا۔

{نذر کی حقیقت}

اب رہی منت ماننے کی حقیقت تو ہم اس کے متعلق تقی الدین اور ابن قیم کے اقوال نقل کریں گے کیوں کہ یہی دونوں ہیں جنہوں نے سب سے بڑھ کر اس میں شدت برتی اور اسے شرک کہا۔

فنقول: تقی الدین نے کہا: قبور اور اہل قبور کی نذر ماننا جیسے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) یا کسی شیخ کی نذر مانتے ہیں تو ایسی نذر اور منت ماننا گناہ ہے۔ [ا] اسے پورا کرنا جائز نہیں اور اگر اس طرح کی کوئی نذر مان لی تو مستحق فقرا و صالحین پر صدقہ کر دینا اس کے لیے بارگاہ الٰہی میں زیادہ بہتر اور زیادہ نفع بخش ہوگا۔ انتھی

قال المصنف: لہٰذا مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر نذر ماننے والا ان کے نزدیک کافر ہوتا تو ہرگز اسے صدقہ کرنے کا حکم نہ کرتے اس لیے کہ کافر کا صدقہ مقبول نہیں بلکہ اس کے تجدید ایمان کا حکم کرتے اور اس سے کہتے کہ تو غیر اللہ کی نذر ماننے کی وجہ سے اسلام سے خارج ہو گیا۔

اور یہی ان کا شیخ مزید کہتا ہے کہ اگر کسی نے کسی کنوئیں یا قبرستان یا کسی پہاڑ یا کسی پیڑ پر چراغ روشن کرنے کی منت مانی یا کوئی اور نذر مانی ان مقامات کے لیے یا ان کے رہنے والوں کے لیے تو نہ یہ نذر جائز اور نہ اسے پورا کرنا جائز بلکہ ایسی نذور کو ان کی طرف پھیر دیا جائے گا جن کا مالک اور دیکھ بھال کرنے والا غیر معروف ہے" انتھی۔

قال المصنف: تو اگر نذر ماننے والا کافر ہو جاتا تو اس کی نذر کو دوسری طرف پھیرنے کا حکم نہ کرتے بلکہ اس کے قتل کا حکم کرتے۔

اور یہی تمھارے شیخ یہ بھی کہتے ہیں کہ جس نے نبی کریم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

[ا] ہمارے پیش نظر نسخے میں "فلا نذر معصیۃ" مسطور ہے، شاید یہ کاتب کی خطا سے ہے، صحیح بغیر لائے نافیہ کے "فنذر معصیۃ" ہے یعنی ایسی نذر ان کے نزدیک معصیت ہے۔

کی قبر انور پر قندیل آویزاں کرنے کی نذر مانی تو اس کی نذر کو زیر سایہ نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) رہ رہے لوگوں کی جانب پھیر دیا جائے گا''۔۔انتہی

قال المصنف: اب تم لوگ اپنے شیخ کے کلام کو بغور دیکھو، کیا انہوں نے فاعل کی تکفیر کی؟ یا جو اس کی تکفیر نہیں کرتا اس کی تکفیر کی؟ یا اس فعل کو مکفرات میں شمار کیا انہوں نے یا ان کے علاوہ کسی اور اہل علم نے ایسا کیا؟ جیسا تم کہتے ہو اور خرق اجماع کرتے ہو، حالاں کہ ابن مفلح نے اپنے استاذ تقی الدین ابن تیمیہ سے ''فروع'' میں نقل کیا: غیر اللہ کی نذر ماننا جیسے کسی شیخ معین کی ان سے استغاثہ اور قضاے حاجت کے لیے نذر ماننا ایسا ہی ہے جیسے غیر اللہ کی قسم کھانا اور کہا کہ ایسی نذر معصیت ہے۔۔۔انتہی

قال المصنف: اب تم مذکورہ شرط میں نظر و فکر کرو یعنی غیر اللہ کی استغاثے اور استدعا کی غرض سے نذر مانی، بلکہ تمہارے شیخ نے اسے حلف بغیر اللہ کے مثل قرار دیا، اور تمہارے دیگر علمانے اس نذر کو گناہ قرار دیا، مگر ہمیں بتاؤ کیا ان میں سے کسی نے ایسا کہا جیسا تم کہتے ہو کہ جس نے یہ کام کیا وہ کافر ہو گیا؟ اور نہ صرف یہ بلکہ جس نے اسے کافر نہ کہا وہ بھی کافر ہو گیا، اس باطل قول سے، اے اللہ تیری پناہ!!

اسی طرح ابن قیم نے ''مدارج''میں نذر لغیر اللہ کو فصل شرک اصغر میں ذکر کیا اور اس پر اس حدیث سے استدلال کیا جو امام احمد نے نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے روایت کی کہ ''نذر ایک طرح کی قسم ہے''

اور ان کے علاوہ تمہارے وہ سارے علما جو ان کاموں کو شرک سے موسوم کرتے ہیں اور جن کے سبب تم تکفیر مسلمین کرتے ہو، وہ اس کو شرک اصغر ذکر کرتے ہیں۔[۱]

---

[۱] **(نذر عرفی کا حکم)**

یہاں نذر عرفی کو جو باب المحرمات میں ذکر کیا جا رہا ہے وہ متشدد مخالفین کی تردید کے طور پر ہے اس لیے کہ یہ لوگ اولیاے کرام کے لئے نذور کو باب المکفرات و از قبیل شرک اکبر شمار کر کے تکفیر مسلمین کرتے ہیں اور جواب میں ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم کی عبارات پیش کرتے ہیں، مصنف اپنے مخالفین سے مخاطب ہو کر الزاما فرماتے ہیں کہ تم اپنے جن مشائخ کے کلام سے اپنے

حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ: فاسد موقف کے اثبات میں حجت پکڑتے ہو، ان کا حال تو یہ ہے کہ وہ ان امور کو کفر وشرک نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ حرام اور شرک اصغر کہتے ہیں اگرچہ تمہارے ان دونوں گروؤں نے بیجا زیادتی اور شدت سے کام لیا ہے تاہم گرو گڑ کا گڑ رہا چیلا شکر ہو گیا کے مصداق تم ان سے بھی کئی قدم آگے نکل گئے۔ حالاں کہ اولیاے کرام ومشائخ عظام کے لیے غیر فقہی نذر کے مطلقاً شرک اصغر یا حرام ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں اس لیے کہ عام محاورے میں اکابر کو جو ہدیہ پیش کیا جاتا ہے اسے نذر کہتے ہیں اور یہ نذر لغیر اللہ کا عمل زمانہ دراز سے امت کے عوام و خواص کے مابین بلا نکیر رائج ہے، مصنف نے اسی رسالے میں ایک مقام پر یہ بات بطور دلیل ذکر کی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ امور ان کے نزدیک نہ صرف مباح بلکہ مستحب و مستحسن ہیں۔ یہاں مناسب معلوم دیتا ہے کہ دربارہ نذور عرفیہ، اہل سنت وجماعت کا مذہب قدرے تفصیل سے نقل کردیا جائے۔ تو ملاحظہ ہو۔ امام اہل سنت ”السنیۃ الانیقۃ فی فتاویٰ افریقۃ“ میں تحریر فرماتے ہیں:

(مذہب اہل سنت دربارہ نذور عرفیہ)

”غیر خدا کے لیے نذر فقہی کی ممانعت ہے، اولیاے کرام کے لیے ان کی حیاتِ ظاہری خواہ باطنی میں جو نذریں کہی جاتی ہیں یہ نذر فقہی نہیں عام محاورہ ہے کہ اکابر کے حضور جو ہدیہ پیش کریں اسے نذر کہتے ہیں، بادشاہ نے دربار کیا اسے نذریں گزریں۔

شاہ رفیع الدین صاحب برادر مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رسالہ نذور میں لکھتے ہیں: ”نذر یکہ اینجا مستعمل می شود نہ بر معنیٰ شرعی است چہ عرف آنست کہ آنچہ پیش بزرگاں می برند نذر ونیاز میگویند“ امام اجل سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

”ومن هذا القبيل زيارة القبور و التبرك بضرائح الاولياء و الصالحين و النذر لهم بتعليق ذالك على حصول شفاء او قدوم غائب فانه مجاز عن الصدقة على الخادمين بقبورهم كما قال الفقهاء في من دفع الزكاة لفقير و سماها قرضا صح لان العبرة بالمعنىٰ لا باللفظ“

(یعنی اسی قبیل سے ہے زیارت قبور اور مزارات اولیا وصلحا سے برکت لینا اور بیمار کی شفا یا مسافر کے آنے پر اولیاے گزشتہ کے لیے منت ماننا کہ وہ ان کے خادمان قبور پر تصدق سے مجاز ہے جیسے فقہا نے فرمایا ہے کہ فقیر کو زکاۃ دے اور قرض کا نام لے تو صحیح ہو جائے گی کہ اعتبار معنیٰ کا ہے

{ذبح لغیر اللہ کی حقیقت}

اب رہی ذبح لغیر اللہ کی حقیقت تو تمہارے علمانے اسے محرمات میں ذکر کیا ہے نہ کہ مکفرات میں مگر یہ کہ بتوں کے لیے یا اللہ کے علاوہ جن کی پرستش ہوتی ہے جیسے سورج اور ستارے تو ان کے نام یہ ذبح کرنا باب مکفرات میں سے ہے۔ اور تمہارے شیخ تقی الدین نے اسے باب محرمات میں شمار کرایا اور اس کے کرنے والے کو ایسا ملعون کہا جیسے کہ زمین کی نشانیاں بدل دینے والا یا مسلمان کو نذر دینے والا، جیسا کہ ان شاء اللہ اس کے کلام میں بیان ہوگا، اور اسی طرح کی بات دیگر اہل علم نے اس جانور کے بابت ذکر کی جو غیر اللہ کے لیے ذبح کیا گیا ہو اور اس کے گوشت کھانے سے ممانعت کی مگر تکفیر نہ کی۔

تمہارے شیخ تقی الدین نے مزید کہا کہ یہ اسی طرح ہے جس طرح مکۃ المکرمہ (شرفھا اللہ تعالیٰ) وغیرہ بلاد المسلمین میں بعض جہلا، اجنہ کے نام پہ ذبح کرتے تھے، اسی وجہ سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جن کے نام پہ ذبح کیے گئے جانور سے ممانعت فرمائی ہے۔۔۔ انتہی

قال المصنف: سن لو! تمہارے شیخ نے اس فعل کے مرتکب کو کافر نہ کہا حالاں کہ تمہارے نزدیک جو اس کی تکفیر نہ کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور رہا غیر اللہ سے سوال کرنا، تو تمہارا شیخ تقی الدین تفصیل کرتا ہے کہ اگر مانگنے والے نے مجیب سے اس طرح کی کسی بات کا سوال کیا کہ

حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ: نہ لفظ کا) ظاہر ہے کہ یہ نذر فقہی ہوتی تو احیا کے لئے بھی نہ ہو سکتی حالانکہ دونوں حالتوں میں یہ عرف وعمل قدیم سے اکابر دین میں معمول و مقبول ہے" اس کے بعد امام اہل سنت نے اولیا و صالحین مثل غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی و شیخ الشیوخ امام شہاب الدین سہروردی و شیخ عبد القاہر نجیب الدین سہروردی و شیخ حضرت سید احمد رفاعی و حضرت سیدی ابو المواہب محمد شاذلی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے واقعات بالتفصیل نقل فرما کر یہ ثابت فرمایا کہ اولیاے کرام کے لیے نذر عرفی صدہا سال سے مومنین میں معمول و رائج ہے، جسے تفصیل درکار ہو وہ فتاویٰ افریقہ صفحہ ۷۰ مسئلہ نمبر ۶۰ کی طرف رجوع کرے، نیز نذر عرفی و نذر فقہی کی وضاحت فتاویٰ رضویہ جلد ۱۳ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کے صفحہ ۵۹۷ پر مسئلہ ۲۴۹ کو ملاحظہ کرے۔ مترجم غفرلہٗ۔

گناہوں کو بخش دے یا جنت میں داخل کردے یا دوزخ سے نجات عطا کریا بارش برسا دے یا درخت اگادے وغیرہ ذلک ان امور میں سے جو خصائص ربوبیت ہیں تو یہ شرک اور کھلی گمراہی ہوگی اور ایسا عقیدہ رکھنے والے سے توبہ کرائی جائے گی اگر توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ قتل کردیا جائے۔ لیکن کسی ایسے معین شخص کی جو اس فعل کا کرنے والا ہو اس وقت تک تکفیر نہ کی جائے گی جب تک اس پر وہ حجت نہ قائم ہوجائے جس کے تارک کی تکفیر کی جاتی ہو، جیسا کہ اس کے کلام کی مزید وضاحت اسی رسالے میں ان شاء اللہ آرہی ہے۔

اب اگر تم کہو کہ "**الاقناع**" میں انہی کا بیان ہے کہ اگر کسی نے اپنے اور اللہ کے درمیان کسی کو ایسا واسطہ و وسیلہ بنایا کہ اسے پکارتا ہو، اس سے سوال کرتا ہو اور اس پر توکل و بھروسہ کرتا ہو تو وہ کافر ہے اجماعا۔

قال المصنف: میں کہتا ہوں کہ اس نے ایسا ہی کہا ہے کہ مگر مصیبت یہ ہے کہ تم اپنے ہی علما کے کلام کو سمجھتے نہیں، اگر تم ان کی عبارتوں میں مکمل غور وخوض کرتے تو تمہیں علم ہوجاتا کہ تم مصنف کے مقصود کے خلاف ان کی عبارتوں کی تاویل کرتے ہو مگر اس سے بھی تعجب خیز بات یہ ہے کہ تم اپنے ہی علما کا واضح کلام چھوڑ کر مجمل کے پیچھے بھاگتے ہو اور ان سے بھی اپنے ہی کلام اور اپنے معانی و مفاہیم کو اجماع سمجھ بیٹھتے ہو !!

کیا ان عبارات کا یہ مفہوم تم سے پہلے بھی کسی نے نکالا تھا؟ پاکی ہے اللہ کو، کیوں نہیں خوف خدا رکھتے !!

لیکن تمہیں چاہیے کہ ان کی عبارتوں میں نظر و فکر کرو، انہوں نے کہا کہ "اس طرح وسیلہ بنائے کہ (یدعوھم)(ویتوکل علیھم)(ویسألھم) ان وسائل و وسائط کو پوجے اور ان پر اعتماد کرے اور ان سے مانگے !! ذرا غور تو کرو کہ کس طرح 'واو' عاطفہ لائے ہیں اور کس طرح انہوں نے دعا، توکل اور سوال کو ایک ساتھ جمع کیا، اس لیے کہ "دعا" عربی میں لغۃ بمعنٰی عبادت ہے اور "توکل"، بمعنٰی عمل قلب اور "سوال" بمعنٰی طلب ہے جیسے آج دعا کہا جاتا ہے، نیز یہ کہ انہوں نے اپنی اس عبارت میں "او" کا استعمال کرکے یہ نہیں کہا کہ "یا وہ سوال کرے" بلکہ انہوں نے دعا، توکل اور سوال کو یکجا جمع کیا، حالاں کہ آج تمہارا حال یہ ہے کہ تم محض سوال کرنے پر ہی کافر

گردان دیتے ہو، تو کہاں تم اور تمہارے یہ خود ساختہ مفاہیم اور کہاں وہ عبارت؟ باوجودیکہ موصوف نے اپنی یہ عبارت اور اس کی اصل کو اپنے کلام میں کئی مقامات پر بیان کیا ہے۔

اور اسی طرح ابن قیم نے بھی اصل عبارت کی اسی طرح تشریح کی اور کہا "صابی مشرکین میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جو اسلام ظاہر کرتے ہیں مگر ستاروں کی تعظیم کرتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ وہ ان کی ضرورتوں کو سنتے ہیں، یہ ان کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں، ان کے لیے قربانیاں پیش کرتے ہیں اور انہیں پکارتے ہیں اور کچھ وہ لوگ جو اپنے آپ کو دین اسلام سے منسوب کرتے ہیں انہوں نے ستارہ پرست مشرکین اور براہمہ مشرکین کے مذہب میں ایک کتاب ستاروں کی پرستش کے متعلق تصنیف کی ہے اور یہ وہی سحر ہے جس پر کنعان کے لوگ ایمان لے آئے تھے اور جن کے ظالم وجابر بادشاہوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل (صلوات اللہ وسلامہ علیہ) کو روشن ملت ابراہیمی اور اخلاص فی الدین کے ساتھ مبعوث فرمایا"

ابن قیم نے مزید کہا کہ اس طرح کے لوگ یہ تو مانتے ہیں کہ اس عالم کا صانع اللہ تعالیٰ ہے جو فاضل وحکیم، تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے مگر ہمارے لیے ذو الجلال والاکرام کی بارگاہ تک وصول بجز ان وسائط ووسائل کے ممکن نہیں، لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ ہم ان وسائط روحانیہ سے اس کا تقرب حاصل کریں جو اس کے مقرب ہیں تو ہم اس کا تقرب ان ذرائع سے حاصل کرتے ہیں، تو وہ ہمارے ارباب، ہمارے معبود اور رب الارباب اور الٰہ الآلھۃ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں، ہم تو انہیں صرف اسی لیے پوجتے ہیں تا کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کردیں، تو اس وقت ہم ان سے اپنی حاجات وضروریات کا سوال کرتے ہیں، اپنے احوال ان پر پیش کرتے ہیں، اپنے امور وافعال میں انہیں نصب کرتے ہیں تو وہ اپنے اور ہمارے معبود کے یہاں ہماری سفارش کرتے ہیں اور یہ صرف استمداد روحانی ہی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور استمداد روحانی کا حصول تفرع عبادت، بھینٹ، قربانی اور بخورات وغیرہ سے ہوتا ہے (العیاذ باللہ) لہٰذا یہ لوگ ایسے دو اصل وبنیاد کا انکار کرکے کافر ہوئے جنہیں تمام مرسلین عظام لے کر آئے:

(۱) اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت اور تمام معبودان باطلہ کی تردید کرنا۔

(۲) اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لانا اور جو وہ اللہ کے پاس سے لے کر تشریف لائے ان پر ایمان لانا، دل سے تصدیق زبان سے اقرار اور عمل سے اطاعت وفرماں برداری کرتے ہوئے۔ ابن قیم کا کلام یہاں اختتام پذیر ہوا۔

قال المصنف: اب تم ذرا عبارت مذکورہ میں مذکور وسائط ووسائل میں غور کرو، دیکھو تم اسے کس طرح بالکل غیر محل پر محمول کرتے ہو اور تم سے یہ کوئی بعید یا تعجب خیز بات نہیں کہ تم تو اللہ اور اس کے رسول کے کلام اور ائمہ اسلام کے ارشادات ہی کو محل غیر صحیح میں رکھتے ہو ساتھ ہی ساتھ خرق اجماع کرتے ہو اور اس سے بھی بڑھ کر تعجب خیز بات یہ ہے کہ تم ان عبارات سے مصنف کے کلام کے خلاف استدلال کرتے ہو، تمہاری نگاہوں کے سامنے عین مسئلہ میں ان کا صریح کلام موجود ہے مگر تمہارا کام تو متشابہ کی اتباع اور محکم کا ترک ہے، (اللہ تعالی ہمیں اور تمہیں خواہشات نفسانیہ کی متابعت سے بچائے)۔

خصم کے اکابرین کے نزدیک تبرک، مسح قبور، اخذ تراب اور طواف قبور کی حقیقت

رہے یہ مختلف فیہ مسائل تو تمہارے سبھی علما نے اپنی کتابوں میں ان کا ذکر کیا ہے تو کچھ نے ان امور کو مکروہات کے باب میں شمار کرایا تو کچھ نے محرمات کے باب میں، مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی ان کے کرنے والے کو مرتد نہ کہا جیسا تم کہتے ہو بلکہ تم ان کی بھی تکفیر کرتے ہو جو ان افعال کے مرتکبین کی تکفیر نہیں کرتے، تو یہ سارے مسائل دفن اور زیارت میت کی فصل میں کتاب الجنائز میں مذکور ہیں، تو اگر تم ان مذکورہ مسائل پر واقف ہونا چاہتے ہو تو کتب فقہ میں سے 'فروع' و 'اقناع' جیسی کتابوں کا مطالعہ کرو۔

اور اگر تم ان کتب کے مصنفین کی تنقید کرو تو یہ تم سے بعید نہیں، مگر تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ مصنفین اپنا خود ساختہ نفسانی مذہب نہیں بیان کرتے بلکہ یہ تو ائمہ اہل ہدیٰ میں سے امام احمد ابن حنبل اور ان کے اصحاب واحزاب کا مذہب نقل کرتے ہیں جن کی ہدایت ودرایت

پر امت کا اجماع ہے، لہٰذا تمھارا نہ ماننا صرف عناداً ہے اور تمہیں تو مراتب علیا اور ائمہ ہدیٰ کی تقلید کے بغیر از خود اخذ دلائل کا ادعا ہے اور گزر چکا کہ یہ خرق اجماع ہے۔

فصل دوم: جاہل وخاطی معذور ہیں

اور ان امور کی تقدیر پر جنہیں تم کفر گمان کرتے ہو یعنی نذر لغیر اللہ وغیرہ تو یہاں اصول اہل سنت میں سے ایک اصل و قاعدہ ہے جس پر تمام امت کا اجماع ہے، جیسا کہ تمھارے شیخ تقی الدین اور ابن قیم نے بھی اسے نقل کیا ہے اور وہ یہ کہ اس امت کے جاہل اور خاطی سے اگر کوئی کفری یا شرکی عمل جہلاً یا خطأً سرزد ہوجائے (والعیاذ باللہ) تو اس کے مرتکب کو ابھی مشرک یا کافر نہیں کہیں گے کہ ابھی وہ جہل اور خطا کی وجہ سے معذور ہے تاوقتیکہ اس پر مکمل وضاحت وصراحت کے ساتھ ایسی حجت وبرہان نہ قائم ہوجائے کہ جس کا منکر کافر ہے، یا وہ ضروریات دین اسلام کا انکار کرتا ہو کہ امت کا اس پر جلی وقطعی اجماع ہو کہ مسلمانوں میں سے ہر خاص وعام اس کے دین میں سے ہونے کو بغیر نظر وفکر کے جانتا ہو، جیسا کہ اس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آئے گی اور اس میں سوائے ضال ومضل کے کسی کا خلاف نہیں۔

اور اگر تم کہو: اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: (من کفر باللہ من بعد ایمانہ) (جو ایمان لاکر اللہ کا منکر ہو۔ [کنزالایمان، النحل۔۱۰۶]

کہ آیت کریمہ ان مسلمانوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے از راہ جبر واکراہ کلمۂ کفر منہ سے بول دیا تھا۔ تو ہم کہیں گے: بے شک آیت کریمہ حق ہے اور یہ تو تمھارے ہی اوپر حجت ہے نا کہ ہم پر اس لیے کہ انہوں نے جس کلمہ کفر کا تکلم کیا تھا وہ یہی بارگاہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میں توہین اور ان کے دین سے اظہار برأت تھا اور یہ ایسا اجماعی کفر ہے جسے ہر مسلمان جانتا ہے، اور اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اسے معذور رکھا جس نے مجبوراً اس کلمۂ کفر کو بول دیا اور اس پر مؤاخذہ نہ فرمایا لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان لوگوں کو کافر ہی فرمایا جنہوں نے خوش دلی سے یہ کلمہ کفر بکا اور انہیں اس کے کفر ہونے کا علم بھی ہو اور اس پر راضی بھی ہو اور ایمان پر اسے اختیار بھی کیا ہو بغیر اس سے جاہل رہتے ہوئے اور آیت کریمہ میں یہ کفران میں

سے ہے جن پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور انہوں نے اپنی کتاب میں اسے نقل بھی کیا ہے اور ہر وہ شخص جس نے مکفرات کو شمار کرایا ہے اس کفر کا ذکر ضرور کیا ہے اور رہے یہ امور و افعال جن کی بنا پر تم تکفیر مسلمین کرتے ہو تو اہل علم میں سے کسی نے بھی ان وجوہ کی بنا پر تکفیر میں سبقت نہ کی، اور نہ ہی انہیں باب المکفرات میں شمار کرایا بلکہ اگر تمہارے علما نے انہیں ذکر بھی کیا تو باب شرک اصغر میں کیا اور بعض نے ان کا ذکر باب المحرمات میں کیا۔ مگر کسی نے بھی یہ نہ کہا کہ ان افعال کا مرتکب کافر و مرتد ہے اور اس آیت کریمہ سے اس پر کسی نے بھی ایسا استدلال نہ کیا جیسا تم کرتے ہو۔ لیکن یہ بھی تم سے کوئی بہت تعجب خیز بات نہیں اس لیے کہ تم تو ان آیات سے بھی حجت پکڑ لیتے ہو جو ان کے حق میں نازل ہوئیں جن کے بارے میں قرآن میں کہا گیا: (اذا قیل لهم لا اله الا الله یستکبرون۔ و یقولون أئنا لتارکوا آلهتنا لشاعر مجنون) (کہتے تھے کیا ہم اپنے خداؤں کو چھوڑدیں ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے)۔ [کنزالایمان، الصفٰت۔ ۳۶/۳۵] اور جن سے کہا جاتا ہے: (أئنکم لتشهدون ان مع الله آلهة اخری) تو کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور خدا ہیں۔ [کنزالایمان، الانعام۔ ۱۹]

اور وہ جو کہتے ہیں: (اللهم ان کان هذا هو الحق من عندك فامطر علینا حجارة من السماء) (اے اللہ اگر یہی (قرآن) تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ [کنزالایمان، الانفال۔ ۳۲] اور وہ جو کہتے ہیں: (اجعل الآلهة الها واحدا) (کیا اس نے بہت خداؤں کا ایک خدا کردیا۔ [کنزالایمان، ص۔ ۵]

ان صراحتوں کے باوجود تم ان آیات سے استدلال کرتے ہو اور ان کو ان پر چسپاں کردیتے ہو جو اللہ کی وحدانیت اور حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی رسالت کی گواہی دیتے ہیں اور کہتے ہیں اللہ کا کوئی شریک نہیں، اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

لہٰذا جو ان محکم آیات سے ان مسلمانوں پر استدلال کرے جنہیں رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مسلمان مانا اور تمام مسلمانوں کا جن کے اسلام پر اجماع ہے تو کون سی عجیب بات ہے کہ وہ کسی مجمل آیت سے اپنے خود ساختہ مذہب پر استدلال کرلے۔ لہٰذا اگر سچے ہو تو ہمیں بتاؤ ان آیات سے کس نے اس کے کفر پر استدلال کیا جس کی تم تکفیر کرتے

ہو خصوصیت کے ساتھ یہ افعال و اقوال جنہیں تم کفر گردانتے ہو لیکن خدا کی قسم تم کسی کو مثال میں پیش نہیں کر سکتے سوائے عبد الملک ابن مروان کے کہ اس نے اپنے فرزند سے کہا تھا کہ لوگوں کو اپنی طاعت و فرماں برداری کی دعوت دو اگر وہ اپنے سر سے انکار کا اشارہ کریں (انکار میں اپنا سر ہلائیں) تو تم ان کا جواب اپنی تلوار سے ان کے سروں پر دو یعنی انہیں قتل کر دو، فانا للہ و انا الیہ راجعون۔

فصل سوم: قاعدہ

اس مقام پر ایک اور اصل و قاعدہ ہے (جس کی وجہ سے تکفیر سے باز رہا جاتا ہے) اور وہ یہ کہ بسا اوقات ایک مسلمان کے اندر دو مادوں کا اجتماع ہو جاتا ہے یعنی ایک مادہ کفر کا اور ایک مادہ اسلام کا، اسی طرح کفر و نفاق اور شرک و ایمان اور ان دو مادوں کے اجتماع کی وجہ سے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی جو ملت اسلامیہ سے باہر کر دے جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب اور اس کا تفصیلی بیان ان شاء اللہ آ رہا ہے کہ اس میں بدعتیوں کے سوا کسی کا اختلاف نہیں۔[۱]

---

[۱] بطور مثال یہ حدیثیں پیش کی جا سکتی ہیں:

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ زانی وقت زنا حالت ایمان میں زنا نہیں کرتا اور شراب پینے والا شراب پیتے وقت ایمان کی حالت میں نہیں ہوتا اور چور، چوری کرتے وقت مومن نہیں ہوتا اور نہ مال لوٹنے والا کوئی محفوظ مال ایمان کی حالت میں لوٹتا ہے۔(۲۴۷۵)

اور ابوداؤد کی حدیث پاک ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص زنا کرتا ہے تو نور ایمان اس کے اندر سے نکل کر اس کے اوپر مثل ظل اور سایہ کے ہو جاتا ہے اور جب وہ اس سے فارغ ہوتا ہے تو ایمان لوٹ آتا ہے۔(۴۹۹)

فصل چہارم: ظہور خوارج

جاننا چاہیے کہ سب سے پہلا فرقہ جس نے جماعت سے خروج اور جدائی اختیار کی، وہ خارجیوں کا فرقہ ہے جس نے حضرت علی ابن ابی طالب (کرم اللہ وجہہ الکریم) کے زمانے میں خروج کیا، اور رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے پہلے ہی ان کے خروج کی خبر دے دی تھی اور ان کے قتل وقتال کا حکم فرمادیا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ "وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے، وہ تمہیں جہاں ملیں وہیں انہیں قتل کردو"

اور ان کے بارے میں فرمایا: "یہ لوگ جہنم کے کتے ہیں" اور پیشین گوئی فرمائی "کہ یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے" اور فرمایا "آسمان کے شامیانے کے نیچے یہ بدترین مخلوق ہوگی جو قتل کی جائے گی" مزید فرمایا "یہ لوگ قرآن پڑھیں گے اور گمان کریں گے کہ وہ ان کے لیے نافع ہے حالاں کہ وہ ان پر حجت ہوگا" وغیرہ احادیث جو رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے ان کے متعلق مروی ہیں۔

اور اس طائفہ نے حضرت علی ابن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے زمانے میں خروج کیا اور حضرت علی وحضرت عثمان اور حضرت امیر معاویہ اور ان کے ساتھیوں کی تکفیر کی، مسلمانوں کی جان مال، عزت وآبرو کو حلال جانا اور مسلمانوں کے شہروں کو دار الحرب قرار دیا اور اپنے شہروں کو دار الاسلام اور بزعم خویش اہل قرآن بنے اور صرف وہی حدیثیں قبول کیں جو ان کے باطل مذہب کے (ان کے زعم میں) موافق تھیں اور جو ان سے اختلاف کرتا یا ان کے شہروں سے ہجرت کرتا تو وہ ان کے نزدیک کافر ہے اور ان کا گمان تھا کہ سیدنا علی اور صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنھم) نے شرک کیا اور وہ قرآن کے علوم سے بالکل جاہل تھے، مگر پھر بھی اپنے زعم میں وہ قرآن پر ہی عمل پیرا تھے۔ اور اپنے خود ساختہ مذہب پر جب استدلال کرتے تو متشابہات قرآن سے اور ان آیتوں سے کرتے جو مشرکین اور اسلام کے مکذبین کے حق میں نازل ہوئیں۔ اور صحابہ کرام کو ان کا مصداق ٹھہراتے اور اکابر صحابہ ان کو حق کی طرف بلاتے اور مناظرے کی

دعوت دیتے اور سیدنا عبد اللہ ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان سے مناظرہ فرمایا تو ان میں سے تقریباً چار ہزار نے حق کی طرف رجوع کیا۔

لہٰذا ان ہولناک باتوں اور ایسے کفر صریح وواضح کے ہوتے ہوئے بھی اور مسلمانوں سے ان کے خروج کرنے کے باوجود بھی حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان سے فرمایا: ”ہم تم سے قتال میں پہل نہ کریں گے اور نہ تمہیں اللہ کی مسجدوں سے اس میں اس کا ذکر کرنے سے روکیں گے اور نہ تم کو خراج وغنیمت سے محروم رکھیں گے جب تک تمہارے ہاتھ ہمارے ساتھ ہیں“

پھر خوارج نے جدائی اختیار کرکے امیر المومنین اور مسلمانوں سے قتال میں پہل کی تو حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) نے ان پر لشکر کشی کی اور ان لوگوں کی وجہ سے مسلمانوں پر ایسے ہولناک حادثات وواقعات رونما ہوئے جن کا ذکر طوالت چاہتا ہے بہر حال تو ان سارے امور کے باوجود صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے ان کی تکفیر کی نہ تابعین عظام نے، اور نہ ہی ائمۂ اسلام نے اور نہ ہی حضرت علی نے ان سے یہ فرمایا کہ تم پر حجت قائم ہو چکی ہے اور ہم نے تم پر حق واضح کر دیا ہے۔

تمہارے شیخ تقی الدین نے کہا کہ ان لوگوں کی تکفیر کسی نے نہیں کی تھی، نہ حضرت علی نے، نہ کسی صحابی نے اور نہ مسلمانوں کے کسی امام نے۔۔۔۔ انتہی

قال المصنف: اب تم لوگ (اللہ تمہیں ہدایت دے)، رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے صحابہ کے طریقے پر غور کرو، مدعی اسلام کی تکفیر سے کف لسان کے سلسلے میں، حالاں کہ یہ وہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) ہیں جنہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے ان خارجیوں کے بارے میں حدیثیں روایت کی ہیں۔

امام احمد نے فرمایا کہ: رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے یہ حدیثیں دس صورتوں سے صحیح ہیں۔۔

اہل علم نے فرمایا کہ ان سب حدیثوں کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ لہٰذا اب تمہیں چاہیے کہ تم رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے اصحاب اور مسلمانوں کے ائمہ کے طریقے کو دیکھو، شاید اللہ تمہیں سبیل مومنین کا اتباع نصیب فرمائے اور تمہیں اس مصیبت

سے باخبر کرے جسے تم آج سنت سمجھ بیٹھے ہو، خدا کی قسم یہ تمہاری قوم کا طریقہ تو ہوسکتا ہے مگر حضرت علی اور ان کے متبعین کا طریقہ ہرگز نہیں ، اللہ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تو اب اگر تم اس سے حجت پکڑو کہ حضرت علی نے بنفس نفیس فرقہ غالیہ کو قتل فرمایا بلکہ انہیں آگ میں جلایا حالاں کہ یہ لوگ از خود اجتہاد کرتے تھے نیز صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین) نے مرتدین کو قتل کیا۔

تو میں کہوں گا: یہ سب باتیں صحیح ہیں مگر فرقہ غالیہ کا قتل تو اس لیے تھا کہ یہ سب مشرک و زندیق ہوگئے تھے اور انہوں نے دھوکہ دینے کے لیے اسلام ظاہر کر رکھا تھا یہاں تک کہ پھر ان کا کفر خوب واضح ہوگیا کہ اب کسی کو اس میں شبہ باقی نہ رہا۔

فرقۂ غالیہ کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جب باب کندہ سے ان پر نکلے تو یہ حضرت علی کے آگے سجدہ ریز ہوگئے، آپ نے ان سے فرمایا یہ کیا حرکت ہے؟ بولے کہ آپ خدا ہیں، (معاذ اللہ) آپ نے فرمایا: میں اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں، بولے بلکہ آپ ہی خدا ہیں، (والعیاذ باللہ) تو آپ نے ان سے توبہ کا مطالبہ کیا اور تلوار نیام سے نکال لی، انہوں نے توبہ کرنے سے انکار کیا تو آپ نے زمین میں گڑھے کھدوائے اور اس میں آگ جلانے کا حکم فرمایا اور ان لوگوں کو اس بھڑکتی ہوئی آگ پر پیش کیا اور فرمایا کہ اگر تم لوگوں نے توبہ نہ کی تو میں تمہیں اس میں پھینک دوں گا۔ اس کے باوجود وہ توبہ سے انکار پر مصر رہے بلکہ کہتے رہے کہ آپ ہی خدا ہیں، تو آپ نے انہیں آگ میں پھینک دیا اور جب انہیں احساس ہوا کہ آگ انہیں جلا رہی ہے تو کہنے لگے کہ اب تو ہمیں یقین ہوگیا کہ بلا شبہ آپ ہی خدا ہیں اس لیے کہ آگ میں عذاب اللہ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا‘‘

قال المصنف: لہٰذا یہ ان زندیقوں کا واقعہ ہے جن کو سیدنا علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) نے جلایا تھا، علما نے اس واقعہ کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے لہٰذا اب اگر تم کسی ایسے شخص کو دیکھو کہ وہ کسی مخلوق کو خدا کہتا ہو تو اسے جلاؤ ورنہ تو اللہ سے ڈرو اور حق کو باطل سے نہ ملاؤ اور اپنے فاسد آرا اور واہیات مفاہیم سے مسلمانوں کو کافر پر قیاس نہ کرو!!

فصل پنجم: قتال مرتدین

اب رہا حضرت ابو بکر صدیق اور صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنھم) کا مرتدین سے جہاد فرمانا تو جاننا چاہیے کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے وفات فرمائی تو اہل مدینہ اور اہل مکہ و طائف اور اہل جواثا (بحرین کا ایک علاقہ ہے) کے سوا کوئی اسلام پر باقی نہ رہا، اور چوں کہ ردت کے واقعات اتنے طویل ہیں کہ ان کے لیے دفتر در کار ہے اس لیے ہم ان میں سے اہل علم کے کلام سے چند واقعات نقل کریں گے تاکہ روشن ہوجائے کہ تم کہاں پر کھڑے ہو اور مرتدین کے واقعات سے تمھارا استدلال، تمہارے استدلال سابق ہی کی مانند ہے۔
امام سلیمان الخطابی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: من جملہ واجبات یہ جاننا ہے کہ مرتدین کئی قسم کے تھے: ایک قسم یہ کہ اسلام سے منحرف ہو کر جماعت سے الگ ہوگئے اور اسی کفر پر لوٹ گئے جس پر وہ پہلے تھے یعنی بت پرستی۔

اور ایک قسم یہ کہ اسلام سے منحرف ہو کر مسیلمہ (کذاب) کے تابع ہوگئے اور یہ قبیلہ بنو حنفیہ وغیرہ تھے جنھوں نے مسیلمہ (کذاب) کی تصدیق کی اور اس کے دعویٰ نبوت پر موافقت کی۔ اور ایک قسم کے وہ مرتدین تھے جنھوں نے اسود عنسی کے دعویٰ نبوت کی یمن میں تصدیق کی۔ اور ایک وہ جنھوں نے طلیحہ اسدی کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کی اور وہ غطفان و فزارۃ اور ان کے متبعین تھے۔

اور ایک صنف ان مرتدین کی تھی جنھوں نے سجاح کی تصدیق کی تھی، تو یہ سب کے سب مرتد، ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے منکر، نماز و زکات اور تمام شرائع اسلام کے تارک تھے اور اس زمانے میں روئے زمین پر اللہ کو سجدہ کرنے والے صرف مکہ و مدینہ اور جواثا (بحرین کا ایک گاؤں) کی مسجد والے باقی تھے۔

اور مرتدین کی ایک قسم اور تھی اور یہی وہ لوگ تھے جو نماز اور زکات کے درمیان فرق کرتے تھے اور زکات کی ادائیگی کے وجوب و فرضیت میں کلام کرتے تھے۔ درحقیقت یہ لوگ

باغی و سرکش تھے لیکن انہیں اسی نام سے اس زمانے میں نہیں پکارا جاتا تھا خصوصًا ان کے زمرہ مرتدین میں داخل ہونے کی وجہ سے، لہٰذا ان کے نام کی نسبت ردت کی طرف کی گئی تھی جو کہ باغی ہونے سے بہت بڑی اور اہم بات ہے مگر مؤرخین نے سیدنا علی ابن ابی طالب (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) کے زمانہ خلافت کے مرتدین کا نام ذکر قتال اہل بغی کے نام سے کیا ہے اس لیے کہ وہ اپنے زمانے میں اس طرح منفرد تھے کہ مشرکین سے ان کا اختلاط واشتباہ نہ ہوتا تھا۔

اور مرتدین کی اسی صنف کے متعلق اختلاف رونما ہوا اور حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شبہ لاحق ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس آکر مناظرانہ انداز میں حضور اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے اس فرمان سے استدلال کیا کہ مجھے اس وقت تک لوگوں سے قتال کرنے کا حکم ہے جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہہ دیں تو جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا اس کی جان ومال محفوظ ہے"

آگے چل کر امام ابوسلیمان فرماتے ہیں: تو ہم بیان کر چکے کہ مرتدین کے مختلف اقسام واصناف تھے ان میں سے کچھ وہ ہیں جو ملت سے منحرف ہو کر مسیلمہ (کذاب) جیسوں کی نبوت کے قائل ہوئے اور کچھ وہ ہیں جو تمام شرائع کا انکار کر بیٹھے اور یہی وہ لوگ ہیں جنہیں صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے "کفار" نام دیا۔

اور ان کی ذریت کے قیدیوں کے متعلق بھی حضرت ابوبکر اور اکثر صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی یہی رائے تھی، پھر ابھی صحابہ کرام کا زمانہ نہیں گزرنے پایا تھا کہ سب کا اجماع ہو گیا کہ مرتد کو قید نہیں کیا جائے (بلکہ قتل کر دیا جائے)

اور رہے مانعین زکات میں سے وہ جو اصل دین پر قائم رہے تو انہیں باغی و سرکش کہا گیا نہ کہ مشرک یا پھر انہیں "کافر" نام سے موسوم کیا گیا، اگرچہ حقوق دین کی ادائیگی کرنے میں مرتدین سے ان کی مشارکت ومشابہت کی وجہ سے ان کی جانب ردت کی نسبت کی گئی تھی اور وہ اس لیے منسوب کی گئی کہ ردت ایک لغوی نام ہے اور ہر وہ شخص جو کسی ایسے امر سے پھر جائے جو اس کے نزدیک پہلے مقبول تھا تو کہا جاتا ہے کہ وہ اس سے مرتد ہو گیا، لہٰذا اس قوم (مانعین

زکات) سے بھی طاعت اور دینی حقوق کی ادائیگی سے انحراف وانصراف پایا گیا، اسی وجہ سے ان سے مدح و ثنا کے الفاظ منقطع کر لیے گئے اور حقیقی مرتدین سے مشابہت و مشارکت کی بنا پر اسمائے قبیحہ ان پر مسلط کر دیے گئے۔

امام ابو سلیمان اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی سوال کرے کہ آج ہمارے زمانے میں اگر کوئی فرقہ زکات کی فرضیت کا انکار کرے اور اس کو ادا نہ کرے تو کیا اس کا حکم، باغیوں کی طرح ہو گا؟

تو ہم جواباً کہیں گے نہیں (اس کا حکم باغیوں جیسا ہرگز نہیں ہو گا) کیوں کہ اس زمانے میں زکات کی فرضیت کا منکر کافر ہے اس لیے کہ وجوب زکات پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اور یقیناً ہر خاص وعام اسے خوب جانتا ہے اور اس میں عالم وجاہل سب برابر ہیں لہٰذا اس کا منکر معذور نہیں ۔ اور یہی حکم ہر اس منکر کا ہے جو کسی ایسے دینی امر کا انکار کرے جس پر امت کا اجماع ہے جب کہ اس کا علم منتشر ہو چکا ہو مثلاً نماز پنج گانہ، ماہ رمضان کے روزے، غسل جنابت، حرمت ربا، حرمت خمر، تحریم نکاح محارم وغیرہ دیگر احکام وضروریات دین (تو ان جیسے امور کا منکر کافر ہے) مگر یہ کہ وہ نومسلم ہو، حدود اسلام کی معرفت نہ رکھتا ہو تو ایسا شخص اگر ان ضروریات دین میں سے کسی امر کا لاعلمی میں انکار کر دے تو اس کی تکفیر نہیں اور اس کی مثال ابھی اسی قوم کی مانند ہے جن کے بارے میں فرمان باری تعالیٰ ہے: (قالت الاعراب اٰمنا قل لم تؤمنوا ولكن قولوٓا اسلمنا)، (گنوار بولے ہم ایمان لائے تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے۔) نام کے مسلمان ہونے میں" [کنزالایمان، الحجرات۔ ۱۴]

اب رہا وہ اجماع جس کا علم بطریق علم خاص ہو جیسے پھوپھی وخالہ پر عورت سے نکاح کی حرمت اور جیسے (موروث کو) عمداً قتل کرنے والا وراثت نہ پائے گا اور یہ کہ میراث میں دادا کا چھٹا حصہ ہے، اور اسی طرح کے دیگر احکام تو ان مسائل کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی بلکہ وہ معذور رکھا جائے گا اس لیے کہ ان مسائل پر اجماع کا علم عوام میں مستفیض ومنتشر نہیں ہے۔

صاحب المفہم فرماتے ہیں کہ ابو اسحاق نے فرمایا کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے وفات فرمائی تو سارا عرب مرتد ہو گیا سوائے تین مسجد کے نمازیوں کے، ایک مسجد

مدینہ المنورہ دوسری مسجد مکۃ المکرمہ اور تیسری مسجد جواثا۔۔ انتہی

قال المصنف: یہ کچھ اجمالی بیان ہے اس تفصیل میں سے جسے اہل علم نے واقعۂ مرتدین میں ذکر کیا ہے اور رہی اس کی تفصیل تو وہ مقتضیٔ طوالت ہے، لیکن یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ تم جیسوں کو بلکہ تم سے جو علم میں کچھ زائد ہیں، ان کو بھی کسی طرح جائز ہی نہیں کہ از خود استنباط واستخراج اور قیاس کریں اور نہ ہی کسی کو ان جیسوں کی تقلید جائز ہے۔ بلکہ جو مجتہدین کے درجے کو نہ پہنچا ہو اس پر واجب ہے کہ جامع شرائط مجتہد کی تقلید کرے اور یہ اجماع سے ثابت ہے۔ مگر تمہیں یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے زمانے میں ان کی اطاعت سے خارج بلا شبہ اجماع قطعی سے خارج ہے اس لیے کہ آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور آپ کے ساتھ یہی اہل علم و اہل اسلام ہیں۔ اور یہ وہ حضرات مہاجرین و انصار ہیں، اللہ سبحانہ تعالیٰ نے جن کی اپنی کتاب میں مدح و ثنا فرمائی ہے اور حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی امامت یقیناً امامت حقہ، جمیع شرائط امت کی جامع اور مجمع علیہ تھی۔

تو اگر آج تم میں کوئی ایسا ہو جو حضرت ابو بکر صدیق یا مہاجرین و انصار (رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین) کے مانند ہو یا اس جیسا ہو جس کی امامت پر امت کا اجماع ہے تو تم اپنے آپ کو ان نفوس قدسیہ پر قیاس کر سکتے ہو ورنہ تو خدا کے واسطے اللہ کا حیا کرو اور اس کی مخلوق کا اور اپنی قدر و حیثیت کو پہچانو۔ اللہ اس پر رحم فرمائے جس نے اپنی حیثیت پہچانی اور اسے اس کا مقام و مرتبہ عطا فرمائے اور مسلمانوں کو اس کے شر و فساد سے محفوظ فرمائے اور اسے سبیل مومنین کا اتباع عطا فرمائے، اللہ فرماتا ہے: (ومن یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ماتولی و نصلہ جھنم وساءت مصیرا)

فصل ششم: فرقہ قدریہ

خوارج کے متعلق کلام ماسبق میں ذکر ہوااور ان کے بارے میں صحابہ اور اہل سنت کا موقف جیسا کہ بیان ہوا کہ وہ ان کی ایسی تکفیر نہ کرتے جو ملت سے خارج کردے باوجودیکہ ان کے بارے میں وارد ہوا ہے کہ وہ جہنم کے کتے ہیں اور اسلام سے خارج ہیں (جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے) ان سب باتوں کے باوجود صحابہ کرام نے ان کی تکفیر میں پہل نہیں کی کہ وہ بظاہر اسلام کی طرف منسوب تھے اگرچہ اسلام کے بہت سارے امور واحکام میں کسی نہ کسی طرح کی تاویل کرکے رخنہ انداز ہوتے تھے۔

اور آج تم لوگوں کا حال یہ ہے کہ ایسوں کی بھی تکفیر کر بیٹھتے ہو جن میں ان لوگوں جیسی ایک خصلت بھی نہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جن کی تم آج تکفیر کرتے ہو اور جن کے جان و مال کو حلال قرار دیتے ہو، ان کے عقیدے تو عین اہل سنت و جماعت فرقہ ناجیہ کے عقائد کے مطابق ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں انہی کے زمرے میں داخل فرمائے۔ فرقہ خوارج کے بعد فرقہ قدریہ کی بدعتوں کا خروج ہوا اس فرقے کا ظہور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری زمانے میں ہوا یہ بنیادی طور پر دو فرقے تھے، ایک فرقہ تو سرے سے قدر کا ہی انکار کرتا اور کہتا کہ اللہ تعالیٰ اہل معاصی کی تقدیر میں معاصی نہیں لکھتا اور نہ وہ اس پر قادر ہے، وہ گمراہ کو ہدایت نہیں دیتا اور نہ وہ اس پر قادر ہے، مسلمان ان کے نزدیک وہ ہے جو خود اپنے آپ کو مسلمان بنائے اور وہی از خود (بغیر توفیق کے) اپنے آپ کو نمازی بناتا ہے، یہی حال تمام طاعات و معاصی میں ہے بلکہ بندہ ب-ذات خود ہی ان اعمال کا خالق ہے اور وہ بندوں کو اللہ کے ساتھ خالق قرار دیتے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے نزدیک کسی کو ہدایت دینے پر قادر نہیں اور نہ ہی کسی کو گمراہ کرنے پر وغیرہ ذالک کفریہ اقوال۔ اللہ ان اقوال سے بلند ہے جو مجوس کے امثال بکتے ہیں بہت بلند۔

(فرقہ جبریہ) انہی میں سے ایک دوسرا فرقہ وہ ہوا جو ان کی بالکل ضد تھا، اس گروہ کا گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ان کے اعمال پر مجبور کردیا ہے اور یہ کہ مخلوق میں کفر و معاصی، تخلیق

انسانی میں سیاہی و سفیدی کی طرح ہے کہ مخلوق کو اس میں کوئی دخل و کسب نہیں بلکہ ان کے نزدیک تمام معاصی کی نسبت اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے ہے، (جن میں بندوں کا کوئی قصور نہیں) اور ان کا امام اس باطل عقیدے میں ابلیس ہے، کہ اس نے کہا تھا کہ اے اللہ قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا (قال فبما اغویتنی۔۔۔)[۱] (یعنی ان کے نزدیک ابلیس کا اپنے گمراہ ہونے میں کوئی دخل و کسب نہیں کہ اللہ نے اسے مجبور کر دیا، معاذ اللہ) اور یہی حال ان مشرکوں کا تھا جنہوں نے کہا تھا: (لو شاء اللہ ما اشرکنا ولا آباؤنا) (اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا) اس کے علاوہ ان کے دیگر قبیح عقائد اور کفریات جنہیں اہل علم نے اپنی کتابوں میں ذکر

[۱] تفسیر قرطبی میں زیر آیہ کریمہ ہے کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو گمراہ کیا اور وہی اس کے اندر کفر کا خالق ہے، اسی وجہ سے اس آیت میں "اغواء" اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جانب منسوب ہے اور یہ نسبت حقیقی ہے، لہٰذا کوئی بھی شئی ایسی موجود نہیں جس کا وہ خالق نہ ہو، ہر شئی وجود میں اس کی مخلوق، اس کے ارادے سے صادر ہوئی ہے۔

فرقہ امامیہ و فرقہ قدریہ وغیرہ نے اپنے شیخ ابلیس کی اس مسئلہ میں مخالفت کر ڈالی حالاں کہ وہ ہر مسئلہ میں اس کے مطیع و فرماں بردار رہتے ہیں جو وہ ان کے سامنے مزین کر کے پیش کرتا ہے، مگر انہوں نے اس مسئلے میں اس کی اطاعت نہ کی اور بولے کہ ابلیس غوایت و گمراہیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے خطا کار ہوا تعالی اللہ عن ذالك علوا کبیرا، تو ان لوگوں سے کہا جائے گا کہ اگر ابلیس اس معاملے میں خطا وار ہے تو تم لوگ نبی مکرم و معصوم حضرت نوح علیہ السلام کے معاملے میں کیا کہو گے کہ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا: (ولا ینفعکم نصحی ان اردت ان انصح لکم ان کان اللہ یرید ان یغویکم ھو ربکم والیہ راجعون) نیز مروی ہے کہ مسجد حرام میں امام طاؤس کے پاس ایک شخص، جو متہم بالقدر اور فقہاے کبار میں مشہور تھا، آکر بیٹھ گیا، امام طاؤس نے اس سے فرمایا تو خود جاتا ہے یا تجھے یہاں سے بھگایا جائے؟، لوگوں نے امام طاؤس سے کہا: ایک فقیہ سے تم اس طرح بات کرتے ہو؟، آپ نے فرمایا! ابلیس اس سے بڑا فقیہ ہے کہ اس نے کہا تھا "فبما اغویتنی" اور یہ کہتا ہے "انا اغوی نفسی" میں خود کو گمراہ کرتا ہوں۔

کیا ہے مثلاً تقی الدین اور ابن قیم وغیرہ نے۔

اس فرقے کا پہلا گروہ ان مذکورہ کفریات وضلالات کو ساتھ لیے، حضرت عبد اللہ ابن عمر اور سیدنا عبد اللہ ابن عباس جیسے عظیم صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور اجلہ تابعین کے زمانے میں ظاہر ہوا، ان بزرگوں نے اس گروہ کا مقابلہ کیا، کتاب وسنت سے ان کی گمراہی واضح کی اور ان کے زمانے میں موجود تمام صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے ان سے اپنی برأت وبیزاری کا اعلان فرمایا اور یہی حال تابعین عظام کا بھی تھا کہ انہوں نے پورے زور وشور کے ساتھ ان کا رد کیا، مگر ان ہولناک کفریات عظیمہ کے باوجود صحابہ کرام نے اور نہ ہی ان کے بعد ائمہ مسلمین نے ان کی (مطلقا) تکفیر کی اور نہ انہیں واجب القتل قرار دیا نہ ان پر مرتدین کے احکام جاری کیے اور نہ یہ کہا کہ تم ہماری مخالفت کر کے کافر ہو گئے کہ ہم صرف حق بولتے ہیں اور نہ یہ کہا کہ ہمارے بیان کر دینے سے تم پر حجت قائم ہو چکی جیسا کہ آج تم کہتے ہو۔

نیز یہ کہ ان کا رد کرنے والے اور ان کے کفریات وضلالات کو ظاہر کرنے والے وہ صحابہ وتابعین تھے جو سوائے حق وسچ کے اپنی زبان پر کچھ نہ لاتے تھے (انہوں نے بھی ان کا صرف رد کیا اور ان کی گمراہی کو واضح کیا، قتل نہ کیا) بلکہ ان کے سرغناؤں کو امرا نے قتل کیا۔

اور علما نے اس پر فرمایا کہ انہیں حد کے طور پر قتل کیا گیا ہے جس طرح کہ حملہ آور کو اس کے ضرر کے خوف میں قتل کیا جاتا ہے، حالاں کہ بعد قتل انہیں غسل دیا گیا، ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا، جیسا کہ ان شاء اللہ اس کی تفصیل آگے تمھارے شیخ تقی الدین کے کلام میں آئے گی۔

فصل ہفتم: فرقہ معتزلہ

اہل بدعت میں سے تیسرا فرقہ معتزلہ کا ہے جن کا خروج وظہور دور تابعین میں ہوا، ان کے اقوال و افعال کفریہ تھے ان کے مشہور و معروف کفریات میں سے ایک خلق قرآن کا قول ہے، دوسرا گنہگاروں کے لیے نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی شفاعت کا انکار کرنا ہے۔ تیسرا اہل معاصی کے لیے خلود فی النار کا قول ہے وغیرہ ذٰلک قباحتیں اور برائیاں جن کو اہل علم نے ان سے نقل کیا ہے۔

بایں ہمہ انہوں نے زمانہ تابعین میں خروج کیا، اپنے مذہب فاسد کی دعوت و تبلیغ کی تابعین و تبع تابعین نے ان کا مقابلہ کیا، تردید کی، قرآن و سنت اور اجماع امت سے ان کے باطل و فاسد عقائد کا بطلان ظاہر فرمایا، ان سے مناظرے کیے، مگر وہ اپنے باطل نظریات پر مصر رہے، اپنے عقائد کی تبلیغ کرتے رہے یہاں تک کہ جماعت مسلمین سے جدائی و مفارقت اختیار کرلی، تو علما نے انہیں بدعتی قرار دیا اور اپنی بیزاری کا اعلان فرمادیا، مگر انہوں نے ان کی تکفیر نہ کی، نہ ان پر مرتدین کے احکام جاری فرمائے بلکہ انہوں نے ان پر اور نہ صرف ان پر بلکہ ان سے پہلے کے اہل بدعت و ضلالت پر احکام اسلام جاری کیے جیسے احکام میراث و مناکحت، نماز جنازہ اور مسلمانوں کے قبرستان میں ان کی تدفین وغیرہ مسائل و احکام اسلام۔

علماے اہل سنت نے ان سے یہ نہ فرمایا کہ تم پر حجت قائم ہوئی کہ ہم تم سے حق بیان کرچکے اور ہم تو حق ہی بولتے ہیں لہٰذا ہماری مخالفت کرکے تم کافر ہوگئے تمھاری جان مال حلال ہوگئے، تمہارے شہر دار الحرب میں تبدیل ہوگئے، جیسا کہ آج تمہارا مذہب ہے! تو کیا تم لوگوں کے لیے ان ائمہ اسلام کے عمل سے درس عبرت نہیں کہ باطل سے رجوع کرکے تم حق کی طرف آسکو۔

فصل ہشتم: فرقہ مرجیہ

ان فرقہاے باطلہ کے بعد فرقہ مرجیہ کا ظہور ہوا، جن کا قول تھا کہ ایمان بغیر عمل کے صرف زبانی اقرار کا نام ہے، لہٰذا ان کے نزدیک جو شہادتین کا زبانی مقر ہے، وہ کامل الایمان مومن ہے اگرچہ وہ ساری زندگی اللہ کے لیے ایک رکعت تک نہ پڑھے، نہ رمضان کا کبھی ایک روزہ رکھے، نہ مال کی کبھی زکات دے، الغرض پوری حیات میں کبھی کوئی نیک عمل نہ کرے بلکہ صرف ایک شہادت کا زبانی اقرار کرلے تو وہ ان کے نزدیک ایسا کامل الایمان مومن ہے جیسا کہ جبریل ومیکائیل اور انبیاء (علیہم السلام) کا ایمان ہے، اس کے علاوہ مزید ان کے اقوال قبیحہ ہیں جو انہوں نے اسلام میں رائج کیے۔

اسی کے ساتھ ائمہ اہل اسلام نے ان کا اعلانیہ رد بلیغ فرمایا، انہیں بدعتی اور گمراہ قرار دیا، ان کے سامنے قرآن وسنت اور اجماع علماے اہل سنت یعنی اجماع صحابہ و تابعین سے حق واضح کیا، مگر انہوں نے حق کو قبول کرنے سے انکار کیا، اپنی گمراہی وضلالت پر قائم رہ کر سرکشی اور اہل سنت سے بغض وعناد سے کام لیا، وہ اور ان سے پہلے کے بدعتی کتاب وسنت کے متشابہ سے متمسک رہے۔ تو ان میں ان ہلاکت خیز امور واقوال کے ہوتے ہوئے، علماے اہل سنت نے

---

[۱] "مُرْجِئَۃ" یہ "مُرْجِعَۃ" کے وزن پر اسم فاعل کا صیغہ ہے، "اَرْجَأَ الْاَمَر" سے بمعنیٰ موٴخر کرنا۔ "اللسان" میں ہے: جب کام کو موٴخر کردیا جائے تو کہا جاتا ہے: "ارجأت الامر وارجیتہ" نیز " ارجه و ارجئة " بھی پڑھا جاتا ہے، اللہ فرماتا ہے: (ترجی من تشاء منهن و تؤوی الیك من تشاء) [الاحزاب:۵۱]، لہٰذا "ارجائ" کا معنی "تاخیر" ہوتا ہے، اور مرجئہ مسلمانوں میں ایک فرقہ کا نام ہے، اور اس کی طرف نسبت مرجئیؔ آئے گی، مرجعیؔ کی طرح [لسان العرب: "مادہ رجأ"] صدر اول میں معنیٔ ایمان کے متعلق خوب مشاجرات و اختلافات ہوئے، اور حقیقت ایمان کی بابت خوارج و معتزلہ کے مابین مختلف آرا و اقوال نے جنم لیا، اس دوران فرقہ مرجئہ نمودار ہوا، اس نے یہ مذہب اختیار کیا کہ ایمان محض زبانی اقرار کا نام ہے اگرچہ کوئی عمل ساتھ نہ ہو تو انہوں نے ایمان کا مطلب قول لیا، جانب قول کو اخذ کیا اور جانب عمل بالکلیہ ترک کردیا، تو گویا انہوں نے اول کو مقدم کیا اور ثانی کو موٴخر کردیا۔

ان کی تکفیر نہ کی اور نہ ہی وہ تمہاری راہ چلے جو تم اپنے مخالف کے حق میں روا رکھتے ہو، اور نہ ہی انہوں نے ان پر کفر کی شہادتیں دیں، نہ ان کے شہروں کو دار الحرب قرار دیا بلکہ ایمانی و اسلامی اخوت کو ان کے لیے باقی رکھا، اور انہوں نے ان سے یہ نہ کہا کہ تم اللہ و رسول کے منکر ہو اس لیے کہ ہم نے تمہارے سامنے حق بیان کر دیا تو تم پر ہماری اتباع لازم تھی اس لیے کہ ہم بمنزلہ رسول ہیں اور جس نے ہمیں خطا کار ٹھہرایا تو وہ اللہ و رسول کا دشمن ہے، جیسا کہ یہ آج تمہاری بولی ہے، فانا للہ و انا الیہ راجعون۔

فصل نہم: فرقہ جہمیہ [۱]

ان فرقہائے باطلہ کے بعد فرقہ جہمیہ فرعونیہ پیدا ہوا جو کہتا تھا کہ عرش پر کوئی خدا نہیں

---

[۱] فرقہ جہمیہ کی بنیادی طبیعت اور علامت، جبر و تعطیل ہے، اس فرقے کا بانی جہم بن صفوان سمرقندی تھا، جو ۱۲۸ھ میں فوت ہوا، امام ذہبی فرماتے ہیں: ”جہم بن صفوان، ابو سمرقندی، گمراہ و بدعتی، فرقہ جہمیہ کا سردار تھا، صغار تابعین کے زمانے میں ہلاک ہوا، میں نہیں جانتا کہ اس نے کچھ روایت کیا ہے یا نہیں مگر اتنا جانتا ہوں کہ اس نے شرعظیم کا بیج ضرور بویا تھا“ (میزان الاعتدال صفحہ ۴۲۶) علامہ مقریزی نے کہا: جہمیہ جہم بن صفوان ترمذی، راسب کے آزاد کردہ غلام کے اتباع و پیروکار ہیں، حکومت بنوامیہ کے آخری زمانے میں اس شخص کو قتل کیا گیا، یہ اولاً تو تمام صفات الٰہیہ کی نفی کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو کسی ایسی صفت سے موصوف کرنا درست نہیں جس سے اس کی مخلوق کو موصوف کیا جاتا ہے، ثانیاً کہتا تھا کہ انسان کسی شئ پر کچھ قدرت نہیں رکھتا اور نہ ہی اسے قدرت و استطاعت سے موصوف کیا جائے، اور ثالثاً کہتا کہ جنت و دوزخ سب فنا ہو جائیں گے اور ان کے اہل کے حرکات بھی منقطع ہو جائیں گے۔ (الخطط للمقریزی صفحہ ۳۴۹ جلد ۳)

اس فرقے کے مذہب کے دو قاعدے ہیں: ایک جبر اور استطاعت و قدرت کی نفی اور دوسرا تعطیل، یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات کو صفات کمالیہ و جمالیہ سے موصوف کرنے سے معطل کرنا اور یہیں سے فرقہ معطلہ کا وجود ہوا۔

جس کی عبادت کی جائے نہ اللہ کا زمین میں کوئی کلام ہے، نہ حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنے رب کی طرف معراج ہوئی اور انکار کرتا تھا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ان صفات کا جو اس نے اپنی کتاب میں اپنے لیے ثابت فرمائیں اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اسے ثابت مانا اور تمام صحابہ ومابعد کا ان صفات کے اثبات پر اجماع ہے، نیز آخرت میں رویت باری تعالیٰ کا انکار کرتا اور ہر اس شخص کو کافر کہتا جو ''اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ان صفات سے متّصف مانتا جن صفات سے اس نے اپنی تعریف فرمائی اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمائی، وغیرہ ذٰلک ان کے قبیح اقوال وافعال جو کفر کی انتہا ہیں، یہاں تک کہ اہل علم نے انہیں، ان کے فرعون سے مشابہ ہونے کی وجہ سے فرعونیہ نام دیا اس لیے کہ فرعون بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات کا منکر تھا۔ ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ ائمۂ اہل اسلام نے ان کا رد بلیغ فرمانے میں تاخیر نہ کی، دریغ نہ کیا بلکہ ان کی بدعت وضلالت کو آشکار کیا، انہیں گمراہ وبدعتی اور فاسق الاعتقاد گردانا اور انہیں پہلے زمانے کے بدعتیوں اور گمراہوں سے از روے کفر کے بڑا قرار دیا اور از روے علم ووقوف شریعت کے چھوٹا قرار دیا، اور ان کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے اپنی عقلوں کو شریعت پر مقدم کر دیا ہے۔

انہی وجوہ سے اہل علم نے ان کے بعض مبلغین ودعاۃ کو قتل کر دینے کا حکم صادر فرمایا جیسے جعد بن درہم اور جہم بن صفوان، مگر بعد قتل انہیں غسل بھی دیا، ان کی نماز جنازہ پڑھی اور انہیں مسلمانوں کے ساتھ دفن بھی کیا، جیسا کہ ان سب امور کا ذکر تمہارے شیخ تقی الدین نے بھی کیا ہے مگر کسی نے بھی ان پر مرتدین کے ایسے احکام جاری نہ کیے جیسا کہ آج تم ان لوگوں پر جاری کر دیتے ہو جو ان جیسوں کے عشر عشیر بھی نہیں کرتے اور نہ کہتے، بلکہ خدا کی قسم تم تو ایسوں کی بھی تکفیر کر دیتے ہو جو خالص حق کہہ رہے ہوتے ہیں، صرف اس وجہ سے کہ وہ تمہاری نفسانی خواہشات کے مخالف ہیں۔

ان کے بعد اب میں فرقہ روافض کا ذکر یہاں نہیں کروں گا اس لیے کہ وہ ہر خاص وعام میں معروف ہیں اور ان کی شناعتیں مشہور ہیں۔

اور ان فرقہاے باطلہ سے، جن کا ذکر ہم نے اوپر کے سطور میں کیا، بہتیرے ضال و

مضل فرقے نکلتے ہیں، حضور اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اس حدیث میں جن کا ذکر موجود ہے کہ فرمایا: "تفترق هٰذه الامة على ثلاث وسبعين فرقة۔" یعنی یہ امت تہتّر فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی اور بہتر کو چھوڑ کر تہترواں فرقہ ہی فرقہ ناجیہ ہوگا اور وہ اہل سنت کی جماعت ہوگی جو رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی سنت پر عمل پیرا اور صحابہ کرام کی جماعت کو ماننے والی ہوگی، آخری زمانے تک باقی اور حق پر قائم رہے گی، اللہ تعالیٰ ہمیں اس جماعت کی اتباع نصیب فرمائے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ اور مذکورہ فرقہائے باطلہ کے جو احوال واخبار میں نے گزشتہ سطور میں ذکر کیے وہ میں نے اہل علم کی کتابوں سے نقل کیے ہیں اور زیادہ تر باتیں تمہارے شیوخ ابن تیمیہ اور ابن قیم کے کلام سے ہیں۔

فصل دہم: اسلاف کا فرقہائے باطلہ کے ہر فرد کی معین تکفیر نہ کرنا

اب میں تم سے کچھ ذکر ان باتوں کا کروں گا جو تمہارے علما نے کہا ہے کہ اسلاف کا مذہب مذکورہ فرقہائے باطلہ (میں سے ہر فرد و شخص) کی عدم تکفیر (معین) کا ہے :

تمہارے شیخ تقی الدین نے "کتاب الایمان" میں کہا: امام احمد بن حنبل نے خوارج (میں سے ہر ہر فرد) کی (معین) تکفیر نہ فرمائی نہ مرجیہ کی اور نہ ہی قدریہ کی، بلکہ ان سے اور ان کے امثال سے صرف جہمیہ کی (مطلق) تکفیر منقول ہے اس کے باوجود امام احمد نے فرقہ جہمیہ کے رؤسا و اعیان کی (معین) تکفیر نہیں کی ہے اور نہ ہی ہر اس شخص کی تکفیر کی جس نے کہا کہ میں جہمی ہوں بلکہ وہ ان (جاہل و مقلد) جہمیہ کے پیچھے نماز پڑھتے [۱] (جن کی گمراہی حد کفر کو پہنچی ہوئیں نہ تھی اور وہ اصحاب دولت و حکومت تھے) جو اپنے باطل قول کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے، لوگوں کو آزمائش میں ڈالتے تھے اور اپنے مخالف کو سخت سے سخت سزائیں دیتے تھے، مگر پھر بھی امام احمد اور ان جیسے دیگر ائمہ ان کی تکفیر نہ کرتے بلکہ ان کے ایمان و امامت پر

---

[۱] مبتدع کی اقتدا میں صحیح العقیدہ امام کی عدم موجودگی میں ہمارے ائمہ کے نزدیک نماز جمعہ جائز ہے، مگر جس مبتدع پر حکم لزوم کفر بھی ہو اس کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔

اعتقاد رکھتے تھے، ان کے لیے دعا کرتے، ان کے پیچھے نماز کو جائز جانتے [ا] اور حج و جہاد میں ان کے ساتھ اور ان کی معیت کو درست کہتے اور ان پر خروج کرنے کو منع کرتے، اس وجہ سے کہ ان جیسوں کے ائمہ کے بارے میں وہ یہی رائے رکھتے تھے، بایں ہمہ وہ ان کی بدعات و شناعات اور اقوال باطلہ کا رد بھی فرماتے تھے کہ وہ باتیں تو کفر عظیم ہیں، اگر چہ یہ لوگ نہیں جانتے کہ جس کا رد و انکار کیا جا رہا ہے وہ کفر ہے اور حتی الامکان کوشش کرتے کہ یہ لوگ اس کفر اور قول باطل سے باز آجائیں، لہٰذا دین و سنت کے اظہار اور جہمیہ ملحدین کی بدعتوں کے انکار میں (احمد ابن حنبل) اللہ و رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طاعت اور حقوق مومنین کی رعایت کے درمیان جمع و توفیق فرماتے، اگر چہ ان فرقہائے باطلہ کے ائمہ اور عوام انتہائی جاہل و گمراہ اور عقیدے کے فسق و فجور کی تاریکیوں میں غرق تھے، تمھارے شیخ کا کلام یہاں اختتام پذیر ہوا، لہٰذا ظلم و جور اور ہوائے نفسی سے خالی ہو کر خوب غور و فکر کرو۔ تمھارے شیخ تقی الدین نے مزید لکھا: جس کے دل میں حضور علیہ السلام اور حضور علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان ہو اور وہ اس ایمان میں کچھ اپنی بدعتیں ملا دے اگر چہ وہ اس کا قائل اور داعی ہو تو وہ اصلاً کافر نہیں کہا جائے گا۔ اور خوارج تو تمام مبتدعین سے از روے بدعت وقتال امت اور تکفیر مسلمین کے

[ا] اولاً تو یہ ثابت نہیں، اور اگر ہو بھی تو حدیث پاک "صلوا خلف کل برو فاجر" پر عمل فرماتے ہوں گے، فاسق و فاجر اور مبتدع کی اقتدا میں نماز کے جواز کا معنیٰ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت یہ بیان فرماتے ہیں کہ فرض اتر جائے گا، نہ یہ کہ کوئی کراہت نہیں۔ حالاں کہ فاسق و مبتدع کے پیچھے نماز مکروہ و منع ہے، اصل بات یہ ہے کہ نماز عام کی امامت سلاطین خود کرتے ہیں یا جسے وہ مقرر کریں اور بعض وقت حکام بدمذہب یا فاسق بھی ہوتے ہیں، ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنی وہی اندیشہ تلوار اور تازیانہ کا جو حدیث میں گزرا اسی بنا پر یہ حدیث آئی ہے کہ ضرورت کے وقت ان کے پیچھے پڑھ لو، علما نے فرمایا یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اس کا فسق حد کفر تک نہ پہنچا ہو، اور کوئی مرد صالح موجود نہ ہو (اظہار الحق الجلی جواب: ۳۴۳) لہٰذا اصحاب سیف و سنان میں سے ایسے کی اقتدا کی ہوگی جو حد کفر تک نہ ہوگا۔

بڑھ کر تھے اس کے بعد بھی صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) میں کوئی ایسا نہ تھا جس نے ان کی تکفیر کی ہو، نہ حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) نے نہ اور کسی نے، بلکہ سب نے ان کے حق میں ظالم و سرکش مسلمان ہونے کا حکم لگایا، جیسا کہ ان کے بارے میں آثار و مرویات ہیں اور جو باطن میں اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہو تو وہ باطن میں کافر نہیں اگرچہ اس سے تاویل و تفسیر میں کس قدر خطا ہوئی ہو، اس لیے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کے دل میں نفاق کا حصہ موجود ہو اور اس میں ایسا نفاق نہ ہو جس کی بدولت وہ جہنم کے درک اسفل کا مستحق ٹھہرے۔

اور جو یہ کہے کہ بہتّر فرقہائے باطلہ میں سے ہر فرد اور ہر شخص عام و خاص سب کے سب ایسے کافر ہیں جو ملت اسلامیہ سے خارج ہیں تو اس نے کتاب و سنت اور اجماع صحابہ بلکہ اجماع ائمۂ اربعہ و غیر اربعہ سب کی مخالفت کی، لہٰذا ائمہ اسلام میں ایسا کوئی نہیں [۱] جو بہتّر فرقہائے باطلہ میں سے ہر ہر فرد کی (معین) تکفیر کرتا ہو" انتہی کلامہ۔

---

[۱] **مبتدعین امت اجابت میں ہیں یا امت دعوت سے**

اس کے متعلق یہاں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت و شہزادہ اعلی حضرت حضور مفتی اعظم ہند قدس اللہ سرھما کا کلام نقل کر دینا مناسب ہے: 'اہلاک الوہابین علی توہین قبور المسلمین' کے صفحہ ۲۵ پر فائدہ جلیلہ میں ہے: محاورہ قرآن و حدیث میں مومن و مسلم خاص اہل سنت کو کہتے ہیں زمانہ نزول قرآن عظیم و ارشادِ احادیث کریمہ میں صرف اہل سنت و جماعت ہی تھے، اس زمانہ برکت نشان میں کسی بدمذہب و مبتدع کا ہونا محال تھا کہ بدمذہبی شبہ و تاویل سے پیدا ہوتی ہے جسے یقین قطعی سے بدلنے والے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں جلوہ فرما تھے، اگر شبہ گزرتا حضور کشف فرماتے، شبہ والا مانتا تو سنی ہوتا نہ مانتا تو کافر ہو جاتا، یہ بیچ کی شق وہاں ممکن ہی نہ تھی، لہٰذا آیت کریمہ ''ویتبع غیر سبیل المومنین'' سے جب علما نے حجیت اجماع پر استدلال کیا تصریح فرما دی کہ مبتدعین کا اتفاق اجماع میں ملحوظ نہیں کہ مومنین سے مراد امت اجابت ہیں۔ مبتدعین امت اجابت نہیں امت دعوت ہیں دیکھو توضیح تلویح کی بحث اجماع وغیرہ۔

یہ فائدہ نفیسہ یاد رکھنے کا ہے کہ ''انما المؤمنین اخوۃ'' وغیرہا آیات و احادیث میں مومنین

تواب مذکورہ بالا کلام میں تامل کرو اور صحابہ اور علماے اہل سنت کے اجماع کی حکایت میں غور کرو۔ ساتھ اس کے جو فرقہائے باطلہ کے مذاہب کے بارے میں بیان ماسبق میں ہوا کہ ان کے مذاہب میں کس قدر کفر عظیم بھرا پڑا ہے۔ شاید کہ تمہیں آگاہی ہو اس قعر ضلالت سے جس میں تم اور تمہارے ساتھی پڑے ہوئے ہیں !!

حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ: مومنین سے اہل سنت ہی مراد ہیں انہیں کے باہم اتفاق و اتحاد کا حکم ہے۔ ندوۃ خذلھا اللہ تعالیٰ کی تعمیم اور تمام گمراہوں، بدمذہبوں سے اتحاد و وداد کی تعلیم سب بے دینوں کی تکریم و تعظیم پر ان نصوص کو پیش کرنا محض بددینی اور ضلالت ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ ۱۲۔
(فتاویٰ رضویہ ج:۷، ص:۲۸۲، امام احمد رضا اکیڈمی)

نیز سرکار مفتی اعظم ہند رسالہ الموت الاحمر علی کل انحس اکفر میں فرماتے ہیں: ائمہ ثقات نے مبتدعین اہل تاویل کی تکفیر میں سلف سے خلف تک ائمہ کا اختلاف نقل فرمایا "منح الروض" و امام ابن حجر مکی کی عبارات اوپر گزریں، امام قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالی کا تاویل نہ ماننا اور انہیں کافر ہی جاننا جمہور سلف کا مذہب بتایا اور ایک جگہ اسی کو اکثر محدثین و فقہا و متکلمین کی طرف نسبت فرمایا شفا شریف میں فرماتے ہیں:

"اکثر اقوال السلف تکفیرھم و ھو قول اکثر المحدثین و الفقھاء و المتکلمین فی ذلك فمنھم من صوب التکفیر الذی قال بہ الجھور من السلف"

آپ عدم تکفیر پر اجماع فقہا تراش کر ان کی طرف نسبت تکفیر غلط کرنا چاہتے ہیں یہ باطنی تحقیق طلب کی حرکت نہیں اہل پردہ مکشوفین کی ہے۔ (الموت الاحمر علی کل انحس اکفر ۱۳۳۷ھ، ص ۶۰)

مصنف آخر فصل بلکہ آخر کتاب تک کلام ابن تیمیہ اور ابن قیم سے مخالف و مخاصم پر اقامت حجت کریں گے۔

ان بعض صورتوں کا ذکر جن کی بنا پر معین تکفیر سے کف لسان کیا جاتا ہے

ابن قیم نے کہا: طریقہ ہائے اہل بدع میں جو اصل اسلام میں موافق ہوں لیکن بعض اصول میں مخالف ہوں جیسے خوارج، معتزلہ، قدریہ رافضیہ، جہمیہ غلات مرجیہ وغیرہ، توان کی بہت سی قسمیں ہیں: ایک جاہل مقلد جس کے پاس کچھ علم و بصیرت نہیں تو ایسے کی نہ تکفیر کی جاتی ہے نہ تفسیق اور نہ ہی اس کی شہادت اسلام کو رد کیا جائے گا، جب کہ وہ حصول و طلب ہدایت پر قادر نہ ہو، اس کا حکم مستضعفین مرد، عورت اور بچوں جیسا ہے۔

دوسری قسم ایسے لوگوں کی ہے جو علما سے دریافت کرنے اور ہدایت طلب کرنے اور حق جاننے پر قادر تو ہوں مگر دنیوی لذت جاہ و حشم اور معاش میں مشغول رہنے کی وجہ سے اسے ترک کیے ہوئے ہیں، تو یہ لوگ مفرط مستحق وعید اور گنہگار ہیں بوجہ اس واجب کے ترک کے جو اللہ نے ان پر واجب کیا ہے یعنی حسب استطاعت اللہ کا تقویٰ حاصل کرنا، تو اگر ان لوگوں کی بدعت و ہویٰ، ان کی سنت وہدیٰ پر غالب آگئی ہے تو یہ مردود الشہادہ ہیں اور اگر ان کی سنت وہدیٰ، ان کی بدعت و ہویٰ پر غالب ہے تو یہ مقبول الشہادہ ہیں۔

تیسری قسم ایسے لوگوں کی جنہوں نے علمائے حق سے دریافت کیا اور حق ان پر واضح بھی ہو گیا مگر اہل حق سے تعصب و عداوت کی بنا پر اسے ترک کر دیا، تو اس کا کم از کم درجہ فاسق ہے، ایسے کی تکفیر محل اجتہاد ہے" انتہی کلامہ۔

اب تم اس کلام میں نظر و تامل سے کام لو، اس لیے کہ ابن قیم نے مذکورہ تفصیل اپنی اکثر کتابوں میں ذکر کی ہے اور ساتھ کہا ہے کہ ائمہ اہل سنت ان کے ہر فرد کی (معین) تکفیر نہیں کرتے باوجودیکہ وہ شرک اکبر اور کفر اکبر کے بعض اوصاف سے موصوف کیے جاتے ہیں، اور ان کی بیشتر خرافات اس نے اپنی بہت سی کتابوں میں بیان کی ہے۔

اب ہمیں چاہیے کہ ان کے کلام سے اپنی بات کی تصدیق میں کچھ ذکر کریں :

ابن قیم نے مدارج میں کہا کہ ''صانع عالم کے لیے شریک ثابت کرنے والوں کی دو قسمیں ہیں، ایک تو وہ مشرک جو اللہ سبحانہ وتعالی کی ربوبیت والوہیت میں شریک ٹھہراتا ہے جیسے مجوسی اور جو ان کے مشابہ ہیں فرقۂ قدریہ میں سے مجوسی تو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود ثابت کرتے ہیں ، اور ''قدری مجوسی'' اللہ کے ساتھ افعال کا خالق بھی ثابت کرتے ہیں ، ان کے نزدیک افعال، اللہ کی مخلوق نہیں اور نہ ہی وہ ان پر قادر ہے اور ان کا صدور بغیر مشیت وقدرت الٰہی کے ہوا۔ اس کو ان پر کوئی قدرت حاصل نہیں (والعیاذ باللہ) بلکہ یہ لوگ خود کو ہی فاعل، مرید اور شائی قرار دیتے ہیں ، ان کے کلام کا خلاصہ اور حقیقت یہ ہے کہ (معاذ اللہ) اللہ سبحانہ و تعالی حیوانات کے افعال کا خالق ورب نہیں ہے''۔ انتہی کلامہ

ابن قیم نے اس شرک کے ساتھ ان فرقوں کا ذکر اپنی ساری کتابوں میں کیا ہے اور انہیں ان مجوسیوں کے مشابہ قرار دیا ہے جو کہتے ہیں کہ عالم کے دو خالق ہیں۔

غور کرو! ابن قیم نے اور اس کے شیخ (ابن تیمیہ) نے تکفیر کے مسئلہ پر کلام کیا اور کس طرح تمام اہل سنت کی طرف سے ان کی عدم تکفیر کی حکایت کی، یہاں تک کہ حق کی معرفت اور ان کی مخالفت کو جاننے کے باوجود کہا کہ ان کا کفر محل اجتہاد ہے، جیسا کہ ابھی ابھی ان کا کلام منقول ہوا۔

نیز یہ کہ فرقۂ جہمیہ کا تذکرہ تمھارے ان شیوخ نے انتہائی قبیح اوصاف کے ساتھ کیا ہے اور ان کے شرک کو فرعون کے شرک کے مشابہ قرار دیا اور ذکر کیا کہ یہ معطلہ ہیں اور یہ کہ مشرکین ان سے کم درجے کا شرک کرتے ہیں، 'نونیہ'[۱] اور 'صواعق' جیسی کتابوں میں ان کی اسی طرح کہاوت بیان کی گئی ہے۔

اور یہی حال فرقہ معتزلہ کا ہے، دیکھو تو ذرا تمہارے شیوخ نے کس طرح ان کا تذکرہ برے اور قبیح صفات سے کیا ہے اور قسم اٹھا کر کہا کہ ان کے اقوال اور احزاب، بدعت واہل بدعت ہیں، رائی کے دانے برابر ایمان باقی نہیں رہا مگر ''نونیہ'' میں ان کی تکفیر کے مسئلے میں بحث کے

[۱] ''نونیہ'' ابن قیم جوزی کی باب العقائد میں منظوم تصنیف ہے۔

دوران تکفیر نہیں کی، بلکہ ان کے موضوع میں ایک فصل میں ایسا ذکر کیا جیسا کہ گزرا۔ اور اس کتاب 'نونیہ' میں ایک دوسری جگہ پر اہل سنت کا ان مبتدعین سے مخاطبہ ذکر ہوا ہے جن کے بارے میں یہ قسم کھاتے کہ ان میں رائی کے دانے برابر ایمان باقی نہ رہا، اور وہ مخاطبہ یہ ہے کہ علمائے اہل سنت ان سے کہتے کہ ہم پر گواہ ہوجاؤ کہ ہم تمھاری تکفیر نہیں کرتے باوجود تمھارے کفروں کے، ہمارے نزدیک تم نرے جاہل ہو، نہ تو تم صاحب کفر ہو اور نہ صاحب ایمان ہو، عنقریب ان شاء اللہ اس متعلق تمھارے شیخ تقی الدین کا کلام اور اجماع سلف کی حکایت نقل ہوگی اور یہ کہ (بلاوجہ) تکفیر کرنا تو اہل بدعت میں سے خوارج و معتزلہ اور روافض کا طریقہ ہے۔

ابن تیمیہ کی کتاب سے اہل کلام وجدل (معتزلہ، قدریہ، جہمیہ وغیرہ) کا بیان

ابو العباس ابن تیمیہ "فرقان" میں اپنے کلام میں کہتا ہے: بعض اہل کلام و جدل جو اسلام سے اپنی نسبت رکھتے ہیں، فرقہ معتزلہ وغیرہ میں سے، وہ ان صائبہ اور مشرکین کی باتوں میں مبتلا ہوگئے جو اللہ کی اس ہدایت سے بالکلیہ محروم تھے جس کے ساتھ اللہ نے اپنے رسولوں کو بھیجا تھا۔ اور منتسب الی الاسلام ان فرقوں کے لوگوں نے ان ستارہ پرستوں اور بت پرستوں کی باتوں میں آکر ان کا طریقہ اور راستہ اور ان کا مسلک و منہج اختیار کرنا شروع کیا، جیسا کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ان لوگوں کی پیشین گوئی فرمائی تھی "لتاخذن ماخذ من کان قبلکم" کہ یہ لوگ گزشتہ گمراہ امتوں کے طریقے اور رستے کو اختیار کریں گے۔

اور بے شک یہ متکلّمین (معتزلہ) ان کی بنسبت زیادہ حق پر تھے اور وہ اس وجہ سے کہ یہ ان دلائل کی اتباع کرتے تھے جن سے ان کے قلوب نور قرآن و اسلام سے منور و روشن ہوجائیں، اگرچہ یہ لوگ بہت سارے ان شرعی مسائل میں بھٹکے بھی جسے حضور علیہ السلام لے کر تشریف لائے، اس لیے کہ انہوں نے اس پر اپنی موافقت ظاہر کی کہ اللہ نہ متکلّم ہے اور نہ اس نے کلام کیا، جیسا کہ یہ اس پر بھی راضی ہوئے کہ اس کی کوئی صفت علم و قدرت نہیں بلکہ اس

کی کوئی صفت ہی نہیں۔

الی ان قال: ”پھر جب ان متکلّمین (معتزلہ) نے دیکھا کہ تمام رسولان عظام (علیہم السلام) تو اس پر متفق ہیں کہ اللہ متکلّم ہے اور قرآن کریم اس کے قول وکلام کو ثابت کرتا ہے تو وہ کبھی یہ کہنے لگتے کہ اللہ حقیقتاً متکلّم نہیں بلکہ مجازاً ہے۔

یہ ان کا پہلا قول باطل تھا اس لیے کہ یہ لوگ عناد وفساد میں داخل ہونے سے پہلے ہی، اپنی طبیعت اور صفت کے اعتبار سے بدعت وکفر میں مبتلا تھے۔ پھر ابن تیمیہ کہتا ہے کہ ”اس کے قائل وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے۔۔“

الی ان قال: ”اور یہ لوگ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس طور پر متکلّم وقائل ہونے کا انکار کرتے ہیں جس پر کتب الہیہ نے دلالت کی اور رسولان عظام نے اپنی قوم کو سمجھایا اور جس پر اہل فطرت سلیمہ نے اتفاق کیا۔۔۔“

الی ان قال: ”ان اہل کلام وجدل جو کہ درحقیقت ستارہ پرستوں کے فروع ہیں، کے درمیان اور مومنین مسلمین متبعین رسول (علیہ السلام) کے درمیان سخت اختلاف رونما ہوا، تو ان لوگوں نے تو بعض ان باتوں سے کفر کیا جسے لے کر رسولان عظام تشریف لائے (جیسے اللہ کا صفت کلام سے متّصف ہونا) اور کتاب اللہ میں اختلاف کیا، بعض پر ایمان لائے، بعض سے کفر کیا، مگر رہے مومنین تو انہوں نے ہر اس بات کی پیروی واتباع کی جو رب تعالیٰ کی جانب سے منزل ہے اور جان لیا کہ ان لوگوں کا قول یہود ونصاری کے قول سے بڑھ کر قبیح وکریہ ہے یہاں تک کہ حضرت عبد اللہ ابن مبارک فرمایا کرتے تھے: کہ ہم یہود ونصاریٰ کے قول کی تو حکایت کردیتے ہیں مگر جہمیہ کے قول کو نقل تک نہیں کرتے۔“

اور یہ لوگ، جو مشرکین اور ان کے مشابہ صابئین کے فروع اور شاخ ہیں، دوسری صدی ہجری میں خلیفہ مامون کے دور حکومت میں کثرت پکڑ گئے اور صابیوں نجومیوں کے علوم کو نشر کرنے لگے جس کے نتیجے میں ان کی باتیں اہل علم وصاحبان شمشیر وحکومت میں پھیل گئیں اور خلفا و امراء و وزراء اور فقہا و قضاۃ وغیرہ میں سے بہت سے لوگ ان کی باتوں کے قائل

ہوگئے، جس کی وجہ سے مسلمان اور مومن مرد و عورت کو کڑی آزمائش سے دوچار ہونا پڑا“
تمھارے شیخ کا کلام اختتام پذیر ہوا۔ لہٰذا اب تم اس کلام میں تدبر و تامل کرو، کس طرح سے
تمھارے شیخ نے ان لوگوں کو عظیم کفر و شرک سے اور ایمان ببعض الکتاب اور کفر ببعضہ جیسی
صفات سے متّصف بتایا اور یہ کہ یہ لوگ بت پرست و ستارہ پرست کی شاخوں میں ہیں اور
گزشتہ زمانے کے کفار کے طریقوں کو اختیار کرنے والے، عقل و نقل اور فطرت کے مخالف بلکہ
تمام رسولان عظام (علیہم السلام) کے ارشادات کے مخالف و معارض اور حق کے معاند ہیں اہل
علم کہتے ہیں کہ ان کا یہ قول یہود و نصاریٰ کے قول سے بڑھ کر قبیح و کریہ ہے۔ مزید یہ کہ ان لوگوں
نے حق پر قائم مومنین و مومنات کو ایذا و تکالیف پہنچائیں۔ مذکور کلام میں ان لوگوں سے مراد،
معتزلہ، قدریہ، جہمیہ اور ان کی راہ چلنے والے سبھی اہل بدعت و ضلالت ہیں، اور خلفاء سے مراد،
مامون رشید، معتصم باللہ اور واثق باللہ اور ان کے وزراء قضاۃ اور فقہاء ہیں، انہی لوگوں نے امام
احمد ابن نصر خزاعی وغیرہ کو شہید کیا اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو اپنے اختراعی و باطل
قول کے اخذ کی دعوت دیتے ہوئے قسم قسم کے عذاب پہنچائے، یہی لوگ مراد ہیں ان کے
گزشتہ اور آئندہ کلام میں کہ امام احمد بن حنبل نے ان لوگوں کی تکفیر نہ کی اور نہ اسلاف میں سے
کسی نے کی، بلکہ امام احمد ابن حنبل نے تو ان کے پیچھے نماز پڑھی[۱] ان کے لیے مغفرت کی دعا کی
اور انہیں امامت و قیادت کے لائق جانا، ان پر خروج کو منع کیا بایں ہمہ دوسری جانب وہ ان کے
ان اقوال و افعال کی تردید بھی فرماتے جو کہ کفر عظیم تھے، جیسا کہ ابھی بیان ہوا، فراجعہ۔

---

[۱] اس پر گزشتہ سطور میں بات ہوگئی۔

ابن تیمیہ بظاہر عدم تکفیر کا قول کرتا ہے اور اس کے متبعین ساری امت کی تکفیر کرتے ہیں

تمہیں اللہ کا واسطہ غور کرو، آخر کون سا قول ہے اس شخص کے بارے میں کہ جو تمھارا مخالف ہو جائے وہ کافر ہے اور جو تمھارے مخالف کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ تمہیں خدا کا واسطہ۔ بیہودگیوں اور فحش کلام و قول زور سے باز آجاؤ، سلف صالح کی پیروی کرو، اہل بدعت وضلالت کے طریقے سے دور رہو اور ہرگز ان جیسے نہ ہو جانا جن کے لیے ان کا برا عمل مزین کیا گیا اور انہوں نے اسے اچھا جانا[۱]

ابن تیمیہ کا قول کہ تکفیر مسلمین بدعت شنیعہ ہے

تمہارا الشیخ تقی الدین کہتا ہے: نہایت شنیع بدعت میں سے ہے فرقہائے مسلمین میں سے کسی فرقے کی تکفیر کرنا اور اس کی جان مال کو حلال کرنا اور یہ دو وجہوں سے بہت بڑی بات ہے۔

ایک یہ کہ وہ دوسرا گروہ کبھی اس میں ایسی بدعت نہ ہوگی جو طائفہ مُکفِّرہ میں ہے بلکہ بسا اوقات طائفہ مُکفِّرہ کی بدعت طائفہ مُکفَّرہ کی بدعت سے بڑی ہوتی ہے (یعنی تکفیر کرنے والے گروہ کی بدعت وضلالت کبھی تکفیر کیے گئے گروہ سے بڑھ کر ہوتی ہے) کبھی ان کے برابر ہوتی ہے اور کبھی ان سے کم ہوتی ہے عامہ اہل بدع وہوی کے حال کے مطابق جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق فرمان باری تعالیٰ ہے: (ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شئی) ترجمہ: وہ جنہوں نے اپنے دین میں جدا جدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہو گئے

---

[۱] سورہ فاطر کی آیت نمبر ۸ کی طرف اشارہ ہے، اللہ فرماتا ہے: (افمن زین لہ سوٓء عملہ فرأہ حسنا فان اللہ یضل من یشاء ویھدی من یشاء) ترجمہ: تو کیا وہ جس کی نگاہ میں اسکا برا کام آراستہ کیا گیا کہ اس نے اسے بھلا سمجھا ہدایت والے کی طرح ہو جائے گا اس لیے اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دیتا ہے جسے چاہے۔

۔ حقیقت یہ ہے کہ ابن تیمیہ اور اس کے متبعین مسئلہ تکفیر میں افراط و تفریط کا شکار ہیں۔

گروہ ہو گئے۔ اے محبوب تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں۔[الانعام،۱۵۹]

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ دو طائفوں اور فرقوں میں سے ایک فرقہ مختص بالبدعہ اور دوسرا موافق للسنہ ہے، تب بھی یہ سنت نہیں کہ ہر اس شخص کی تکفیر کی جائے جو اپنے قول میں خطا کر گیا ہو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا) ترجمہ: اے رب ہمارے ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں [کنزالایمان، البقرہ۔۲۸۶] اور حدیث صحیح میں حضور نبی کریم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے مروی ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے کر دیا۔

اور اللہ فرماتا ہے (ولیس علیکم جناح فیما اخطأتم بہ ولکن ما تعمدت قلوبکم) ترجمہ: اور تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں جو نادانستہ تم سے صادر ہوا۔ ہاں وہ گناہ ہے جو دل کے قصد سے کرو۔[الاحزاب۔۵] حضور نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے مروی ہے فرمایا کہ اللہ نے در گزر فرما دیا میری امت سے خطا و نسیان کو اور جس پر اسے مجبور کر دیا گیا ہو۔

یہ حدیث حسن ہے، ابن ماجہ وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے، صحابہ کرام اور تابعین باحسان اور تمام ائمہ مسلمین کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہر وہ جو ایسا قول کہے کہ جس میں وہ خطا کر جائے، تو اس کی اس سبب تکفیر نہ کی جائے گی اگرچہ اس کا وہ قول سنت کے خلاف ہو، مگر لوگوں کے مابین تکفیر کے مسائل میں بہت نزاع ہے میں نے اس مقام کے علاوہ میں اس کی تفصیل کی ہے۔ تمہارے شیخ نے مزید کہا کہ خوارج کے اندر دو مشہور و مخصوص خصلتیں ہیں جس کے سبب وہ جماعت مسلمین اور ائمہ مسلمین سے الگ ہو گئے۔

خوارج کی دو مخصوص خصلتیں

ایک ان کا سنت سے خروج کرنا اور غیر قبیح کو قبیح قرار دینا اور غیر حسن کو حسن ٹھہرانا۔ اور دوسری خصلت خوارج اور اہل بدعت میں یہ ہے کہ وہ ذنوب معاصی کی بنیاد پر تکفیر کر دیتے ہیں اور اس پر مرتب کرکے مسلمانوں کی جان مال حلال قرار دے دیتے ہیں اور دار الاسلام کو دار الحرب اور اپنے بلاد کو دار الامان ٹھہراتے ہیں۔ اور اسی بات کے قائل ہیں جمہور روافض و معتزلہ اور جہمیہ اور اہل حدیث کی طرف منسوب غالیوں کا ایک گروہ، لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ ان دو قبیح و خبیث عادت و خصلت سے بچیں اور ان سے بھی دور رہیں جو ان دو اصلوں سے خصلتیں پیدا ہوتی ہیں جیسے بغض و ذم مسلمین اور ان پر لعن طعن اور ان کے جان مال کا استحلال، عامۃ البدعات انہی دونوں اصلوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ رہا پہلا قانون و اصل یعنی خروج عن السنۃ تو اس کا سبب تاویل فاسد ہوگا یا جو حدیث اس تک پہنچی ہے وہ صحیح نہیں ہوگی یا وہ بات رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے علاوہ کسی ایسے سے مروی ہوگی کہ اس بات کے قائل کی یہ تقلید کرتا ہوگا اور وہ قائل راہ صواب پر نہ ہوگا یا کتاب اللہ کی کسی آیت کی تاویل کی گئی ہوگی مگر تاویل صحیح نہ ہوگی یا قیاس فاسد ہوگا یا قیاس کرنے والا اپنی رائے و قیاس کو درست و صواب اعتقاد کرتا ہوگا حالاں کہ وہ غلط و خطا ہوگی۔۔۔ یہاں تک اس کا کلام پڑھتے چلے جاؤ: امام احمد ابن حنبل نے فرمایا کہ لوگ جو اکثر خطا کرتے ہیں وہ تاویل و قیاس کی جہت سے ہی ہوتی ہے۔

تمہارے شیخ نے یہ بھی کہا: اہل بدعت و ضلالت دین اسلام کی بنیاد کچھ ایسے مقدمات پر رکھتے ہیں، جسے وہ یا تو دلالت الفاظ کی وجہ سے یا معانی معقولہ کی وجہ سے صحیح سمجھتے ہیں اور اللہ و رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بیان و شرح میں غور و تامل نہیں کرتے تو ایسے مقدمات، گمراہیت و ضلالت کا سبب ہونے کے سوا کچھ نہیں۔

امام احمد ابن حنبل اس شخص پر اعتراض کرتے ہیں اور اسے مورد الزام ٹھہراتے ہیں جو صرف ظاہر الفاظ قرآن سے تمسک کرے اور رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور صحابہ و

تابعین کے بیان سے استدلال نہ کرے۔ حالاں کہ یہ تمام ائمہ مسلمین کا طریقہ ہے کہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بیان سے ذرا عدول نہیں کرتے اگرچہ وہ اس کی طرف کوئی سبیل بھی پاتے ہوں۔

ابن تیمیہ اور اس کے متبعین کے قول وفعل میں تعارض وتضاد ہے

تمھارا شیخ آگے کہتا ہے: جو میری مجلس میں شریک ہوتا ہے وہ جانتا ہے کہ میں سب میں بڑھ کر ہمیشہ اس بات کو منع کرتا ہوں کہ کسی معین و متعیّن شخص کی تکفیر، تضلیل یا تفسیق کی جائے۔ مگر جب کہ یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے، کہ اس شخص پر ایسی حجت رسالیہ قائم ہو چکی ہے جس کی مخالفت سے کبھی کافر ہو جائے اور کبھی فاسق وعاصی اور میں بے شک اقرار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی خطاؤں کو معاف فرمادیا ہے۔ اور یہ خطاؤں کی معافی عام ہے خواہ وہ مسائل خبریہ میں ہو یا مسائل علمیہ میں اور اسلاف کے مابین اس قسم کے بہت سے مسائل میں اختلاف رہا ہے مگر اس علمی اختلاف کی وجہ سے ان میں سے کسی نے بھی کبھی کسی معین شخص پر کفر وفسق ومعصیت کا حکم نہیں لگایا، مثال کے طور پر امام قاضی شریح اس آیت کریمہ[ا]

[ا] **{آیت کریمہ کی تفسیر}**

تفسیر قرطبی میں زیر آیت مذکورہ ہے: ''بل عجبتَ'' تا کے فتح کے ساتھ اہل مدینہ اور ابو عمرو عاصم کی قرأت ہے نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے خطاب ہے یعنی اے نبی تمہیں اچنبھا آیا اور وہ ہنسی کرتے ہیں۔ یعنی اے نبی بلکہ تم نے تعجب کیا اس پر جو قرآن میں سے تم پر اتارا گیا اور وہ کفار اس کا ٹھٹا کرتے ہیں، اور یہی امام شریح کی قرأت ہے، اور انہوں نے قرأت بالضم کو برا جانا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کسی شئ سے تعجب نہیں کرتا اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ بلکہ اے نبی تمہیں ان کے انکار بعث سے تعجب ہوا، اور امام عاصم کو چھوڑ کر، سبھی اہل کوفہ نے تا کے ضمہ کے ساتھ قرأت کی اور اسی کو ابو عبید اور فرأ نے اختیار کیا ہے اور یہی قرأت حضرت علی اور حضرت ابن مسعود سے مروی ہے، امام شعبہ نے اعمش سے، انہوں نے ابو وائل سے، انہوں نے حضرت عبد اللہ ابن

(بل عجبت ویسخرون) کی قرأت تا کے ضمہ کے ساتھ پسند نہ فرماتے تھے بلکہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ تعجب سے پاک ہے۔

یا اس کے پاس اس فرمان کا کوئی ایسا معارض قائم ہو گیا ہو جس نے اس کی تاویل واجب کردی ہو۔

(تمہارے شیخ نے) آگے کہا: اور اسلاف کے درمیان اختلاف جنگ و جدال تک جا پہنچا تھا باوجودیکہ جمیع اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ دونوں فریق مومن تھے اور یہ کہ جدال و قتال ان کی ثابت شدہ عدالت کے لیے مانع نہیں اگرچہ ایک فریق باغی تھا تو وہ اس کی تاویل پیش کرتا تھا اور تاویل فسق کو مانع ہے۔

حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ: مسعود سے روایت کیا کہ آپ نے "بل عجبتُ" تا کے ضمہ کے ساتھ پڑھی، اور حضرت عبداللہ ابن عباس سے بھی یہی مروی ہے کہ، فرأ نے کہا کہ لوگ تا کے فتحہ وضمہ ہر دو طرح پڑھتے ہیں مگر بالرفعہ قرأت مجھے زیادہ پسند ہے اس لیے کہ وہی قرأت حضرت علی و حضرت عبداللہ اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے، ابوزکریا فرأ نے مزید فرمایا کہ عجب کی اسناد اگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جانب کی جائے تو اس کا وہ معنیٰ نہیں جو بندوں کی طرف اسناد کرنے سے نکلتا ہے، اسی طرح اللہ کا یہ فرمان ہے: (اللہ یستھزئ بھم)، استہزاء کا معنیٰ اللہ سے وہ نہیں جو بندوں سے نکلتا ہے اور اس میں امام شریح کے قول کے نقض و کسر کا بیان ہے اس لیے کہ انہوں نے بالرفع قرأت کا انکار کیا تھا۔۔الی ان قال: امام اعمش فرماتے ہیں میں نے اس بات کا تذکرہ ابراہیم سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ "شریح کو اپنی راے پسند آئی حالاں کہ حضرت عبداللہ شریح سے زیادہ علم رکھتے تھے اور وہ اس کی قرأت بالرفع فرماتے" امام ہروی نے فرمایا کہ بعض ائمہ فرماتے ہیں کہ "بل عجبت" کا معنیٰ یہ ہے کہ بلکہ میں ان کے تعجب کا انہیں بدلہ دوں گا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ اور بھی کئی مقامات پر ان کا تعجب کرنا کے ذکر فرمایا۔ جیسا کہ فرماتا ہے (عجبوا ان جاء ھم منذر منھم) ترجمہ: انہیں اس کا اجنبھا ہوا کہ ان کے پاس انہیں میں کا ایک ڈر سنانے والا تشریف لایا۔ [ق۔۲] اور فرمایا: (ان ھذا الشئ عجاب)۔۔۔ تفسیر قرطبی ص:۴۴۶ زیر آیت کریمہ)

معین اور مطلق تکفیر میں بون بعید ہے

اور میں لوگوں سے بیان کرتا ہوں کہ اسلاف وائمہ سے تکفیر کا قول جو منقول ہے کہ جو ایسا ایسا کہے وہ کافر ہے تو یہ یقیناً حق ہے مگر اطلاق وتعیین میں تفریق کرنا ضروری ہے، بڑے بڑے اصولی مسائل میں سے یہی مسئلہ تکفیر ہی وہ پہلا مسئلہ ہے جس میں امت مسلمہ کا اختلاف ہوا اور یہ مسئلہ وعید کی طرح ہے اس لیے کہ قرآن کریم میں وعید کی نصوص مطلق اور عام ہیں، مثلاً فرمان باری تعالیٰ ہے (ان الذین یأکلون اموال الیتامیٰ ظلما) (ترجمہ: وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں)

اور اسی طرح وہ سارے مسائل وعید ہیں جو وارد ہوئے کہ جس نے ایسا کیا تو اس کی یہ سزا ہے اور وہ ایسا ایسا ہے، اس لیے کہ نصوص مطلق وعام وارد ہوئے ہیں اور وہ اسلاف کے اسی قول کے منزل میں ہیں کہ جس نے یہ کہا تو وہ کافر ہے۔

الی ان قال:۔ کیوں کہ حکم تکفیر از قسم وعید ہے (اور اس میں اطلاق وتعین کا فرق ضرور بالضرور رکھا جاتا ہے) اس لیے کہ اگرچہ وہ قول فرمان رسول (علیہ السلام) کی تکذیب ہے مگر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی نومسلم ہے یا وہ دور کسی جنگل میں پلا بڑا ہے، اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس آدمی نے ان فرامین کو نہیں سنا ہوتا ہے یا سنا تو ہوتا ہے مگر وہ فرامین اس کے نزدیک ثابت نہیں ہوتے یا کسی دوسرے نے اس پر معارضہ قائم کردیا ہے یا اس کے نزدیک اس کی تاویل واجب ہے اگرچہ وہ خاطی ہے۔ اور میں ہمیشہ اس سلسلے میں صحیحین کی ایک حدیث ذکر کرتا ہوں کہ "ایک شخص نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا دینا"

تو اس شخص نے اللہ کی قدرت میں شک کیا اور اس میں کہ اس کے ریزہ ریزہ ہوجانے کے بعد وہ اس کے اعادہ فرمانے پر قادر ہے بلکہ اس کا یہ اعتقاد تھا کہ وہ دوبارہ نہیں لوٹ سکتا حالاں کہ یہ باتفاق مسلمین کفر ہے مگر چوں کہ وہ جاہل علم سے بے بہرہ تھا لیکن تھا مومن، اللہ کے عذاب سے ڈرتا تھا تو اللہ نے اسے اسی بنا پر بخش دیا، تو مجتہدین کرام میں سے تاویل کرنے

والے اہل اجتہاد جو متابعت رسول کریم (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) پر حریص ہیں وہ مغفرت و بخشش کے ان جیسوں سے بڑھ کر سزاوار ہیں۔۔انتہی

اور تمھارے اسی شیخ سے مسئلہ تکفیر میں الجھنے والے دو لوگوں کے متعلق جب سوال ہوا تو اس نے قدرے تفصیل سے جواب دیا اور آخر میں یوں کہا: فرض کرو کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے شخص سے دفع تکفیر کرے جسے وہ کافر نہ اعتقاد کرتا ہو بلکہ اپنے مسلمان بھائی کی حمایت و نصرت میں ایسا کرے تو یقینا یہ شرعًا ایک نیک غرض و عمل ہے اور اگر اس نے اس غرض حسن میں اجتہاد کیا پھر وہ درست ہوا تو اس کو دو اجر و ثواب کا مژدہ ہے اور اگر اجتہاد میں خطا بھی واقع ہو جائے تب بھی اس کے لیے ایک اجر ہے''

اور کہا کہ تکفیر ضروریات دین یا احکام متواترہ مجمع علیھا کے انکار پر ہوتی ہے'۔انتہی

اب تم لوگ مذکورہ بالا کلام کو دیکھو اور تامل کرو، کیا یہ تمھارے اس قول کے مانند ہے کہ فلاں کافر ہے اور جس نے اس کی تکفیر نہ کی وہ بھی کافر ہے بلکہ تمھارے شیخ نے تو یہ کہا کہ جو دفع تکفیر کرے اگرچہ خاطی ہے، اجر و ثواب کا مستحق ہے۔

مزید اس کے پہلے کلام میں نظر و فکر کرو کہ اس نے کہا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قول و فعل کفر ہے مگر اس کے قائل و فاعل کی چند احتمالات کی بنا پر تکفیر نہیں کی جاتی ہے :

ان احتمالات میں سے ہے کہ اسے اتنا علم نہ پہنچا ہو کہ جس سے اس کی تکفیر کی جائے یا تو پہنچا نہ ہو یا پہنچا ہو تو اس نے اس کو سمجھا نہ ہو یا سمجھا بھی ہو مگر اس کے نزدیک کوئی ایسا معارض قائم ہو گیا ہو جس نے اس کی تاویل کو واجب کر دیا ہو وغیرہ ذالک احتمالات جو اس نے ذکر کیے۔۔۔تو اے اللہ کے بندو! ہوشیار و خبردار ہو جاؤ اور حق کی طرف لوٹ آؤ اور اس راہ چلو جو سلف صالحین کی تھی، وہ موقف اختیار کرو جو ان کا تھا، شیطان کہیں تمہیں ورغلا نہ دے اور تکفیر مسلمین کو تمھارے سامنے مزین کر کے پیش نہ کر دے اور پھر تم اپنی مخالفت کو لوگوں کے کفر کا ترازو بنا لو اور اپنی موافقت کو میزان اسلام ٹھہرا لو۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون، ہم اللہ اور اس کی مراد و شریعت اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بیان و مراد پر ایمان رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں خواہشوں کی پیروی سے بچائے۔

اقسام کفر جحود

ابن قیم نے جہاں انواع کفر کا ذکر کیا وہاں بیان کیا کہ کفر جحود کی دو قسمیں ہیں: ایک کفر مطلق عام اور دوسری کفر مقید خاص۔ تو کفر مطلق یہ کہ اللہ کے نازل کردہ تمام امور اور رسول (علیہ السلام) کی رسالت کا بالکلیہ انکار کرے اور کفر خاص مقید یہ کہ فرائض اسلام میں سے کسی فرض کا یا اس کے محرمات میں سے کسی حرام کا یا اللہ کی صفات میں سے کسی صفت کا یا کسی ایسی علم وخبر کا جو اللہ نے اپنے نبی کو عطا کی ہو، انکار کرے یا اللہ ورسول کے مخالف کے قول کو جان بوجھ کر کسی غرض سے آگے بڑھانے کے لیے انکار کرے اور اگر یہ انکار جہل یا تاویل کی بنا پر ہو تو وہ معذور ہے اور اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، کیونکہ صحیحین وسنن اور مسانید میں وارد ہوا ہے:

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ "ایک نہایت بدعمل شخص نے اپنے اہل وعیال کو وصیت کی" اور ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے اپنی جان پر ظلم کیا تو جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنی اولادوں کو وصیت کی کہ جب وہ مرجائے تو اسے جلا کر خاک کردیں اور اس کے جسم کے آدھے ذرات کو خشکی میں اڑادیں اور آدھے کو دریا میں بہادیں، اور قسم کھاتا ہے کہ خدا کی قسم اگر اللہ مجھ پر قادر ہوا تو مجھے ایسا عذاب دے گا کہ دنیا میں کبھی کسی کو نہ دیا ہوگا، لہٰذا جب وہ شخص مرا تو اس کے وارثین نے وہی کچھ کیا جو اس نے وصیت کی تھی، پھر اللہ نے دریا کو حکم دیا تو اس میں جو کچھ اس کے ذرات تھے جمع ہوگئے اور خشکی کو حکم دیا تو اس میں جو تھے وہ بھی جمع ہوگئے پھر رب نے اسے زندہ کرکے فرمایا تو نے ایسا کیوں کیا؟ بولا کہ اے رب تو جانتا ہے تیرے خوف میں، تو اللہ نے اسے بخش دیا"

اب تم لوگ ذرا غور کرو کہ یہ شخص قدرت الٰہی کا منکر اور بعث ومعاد پر اعتقاد نہ رکھتا تھا، اس کے باوجود اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے جہل کو عذر مان کر اسے بخش دیا کیوں کہ اس کا مبلغ علم اتنا ہی تھا اور وہ اس کا عناداً منکر نہ تھا، تو یہ حدیث اس قول کے بطلان کے سلسلے میں

فیصل ہے جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جہل کے سبب عذاب اٹھا کر بندوں کو معذور نہیں رکھتا جب کہ وہ اس کا مبلغ علم ہو۔۔ انتہیٰ

خوارج و معتزلہ نے تکفیر مسلمین کی بدعت رائج کی

تمہارے شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے اس امت میں مروجہ تکفیر کے متعلق دریافت ہوا کہ سب سے پہلے کس نے یہ شگوفہ چھوڑ کر اس بدعت کو رائج کیا؟ تو جواباً کہا کہ اسلام میں سب سے پہلے اس کو پیدا کرنے والے معتزلہ ہیں اور پھر اس بدعت کو جس نے لیا ان سے لیا اور اسی طرح خوارج بھی وہ پہلا فرقہ ہے جس نے اس بدعت کا اظہار و اعلان کیا اور لوگوں کو اس سلسلے میں پریشان کیا، تو کچھ لوگوں نے امام مالک سے اس مسئلہ تکفیر میں دو قول نقل کیے اور اسی طرح امام شافعی اور امام احمد ابن حنبل سے دو روایتیں ہیں اور امام ابوالحسن اشعری اور ان کے اصحاب کے بھی ان کے بارے میں دو قول ہیں۔

تکفیر معین اور تکفیر مطلق میں فرق شاسع ہے

اور اس سلسلے میں حقیقت الامر یہ ہے کہ بسا اوقات قول کفر ہوتا ہے تو اسے قائل کی تکفیر میں مطلق رکھا جاتا ہے۔ اور یوں کہہ دیا جاتا ہے کہ جو ایسا کہے وہ کافر ہے مگر شخص معین جس کا یہ قول ہو اس کی اس وقت تک تکفیر نہیں کی جاتی جب تک اس پر سلطان یا امیر مطاع کی طرف سے ایسی حجت نہ قائم ہو جائے جس کے تارک کی بحکم شرع تکفیر کی جاتی ہے، جیسا کہ کتب احکام میں منصوص ہے۔ پھر جب متعلقہ شخص کو اس قول کا حکم بتا دیا جائے اور اس سے جہالت دور ہو جائے تو اب اس پر حجت قائم ہوگی۔ اور یہ اسی طرح ہے جس طرح کتاب و سنت میں نصوص وعید میں ہے اور اس طرح کے نصوص بہت کثیر ہیں اور ان نصوص کے بموجب قول بطور عموم و اطلاق واجب و ثابت ہوتا ہے بغیر کسی شخص کو معین کیے کہ کہا جائے کہ یہ کافر یا فاسق یا ملعون یا مغضوب علیہ یا مستحق نار ہے بالخصوص اس وقت جب کہ اس شخص کے فضائل و حسنات بھی ہوں، اس لیے کہ ماسوا انبیا سے صغائر و کبائر کا ارتکاب ممکن ہے، اس بات کے امکان کے ساتھ کہ وہ

شخص صدیق یا شہید یا صالح ہو، جیساکہ اس مقام کے علاوہ میں مفصلا مذکور ہے کہ موجب و مقتضائے ذنوب و معاصی، توبہ و استغفار یا حسنات ماحیہ یا مصائب مکفرہ یا شفاعت مقبولہ یا محض مشیت و رحمت الٰہی سے ٹل جاتے ہیں۔

توہم کہتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ان فرامین کے بموجب۔

(۱) (ومن یقتل مؤمنا متعمداً) ترجمہ: اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے[کنزالایمان، النساء۔۹۳]

(۲) (ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا و سیصلون سعیرا) ترجمہ:۔وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور کوئی دم جاتا ہے کہ بھڑکتے دھڑے میں جائیں۔[کنزالایمان، النساء۱۰]

(۳) (ومن یعص اللہ و رسولہ و یتعد حدودہ) ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے بڑھ جائے۔[کنزالایمان)[النساء۔۱۴]

(۴) (ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل) ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔[کنزالایمان، البقرہ۔۱۸۸]

(۵) (ومن یفعل ذالك عدوانا وظلما) ترجمہ: اور جو ظلم وزیادتی سے ایسا کریگا۔، وغیرہ ذالک آیات وعید۔

نیز ہم حضور نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ان ارشادات کے بموجب: حضور علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے اس پر جو شراب پیے، یا والدین کی نافرمانی کرے، یا زمین کی علامات و مراسیم کو بدلے، یا غیر اللہ کے لیے ذبح کرے''، ''لعنت کرے اللہ چور پر'' اور ''لعنت کرے اللہ سود کھانے والے، کھلانے والے اور اس کے گواہ و کاتب پر'' یا ''لعنت کرے اللہ اموال صدقہ غائب کردینے والے اور اس میں حد سے بڑھنے والے پر۔یا جس نے شہر میں کوئی بدعت پیدا کی، یا بدعت سے تمسک کیا تو اس پر اللہ کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو'' وغیرہ ذالک احادیث وعید۔

ہرگز جائز نہیں کہ تم آیات واحادیث میں مذکور ان افعال کے مرتکبین میں سے کسی شخص کو معین کر کے کہو کہ اسی شخص کو یہ وعید لاحق ہوئی ہے، اس لیے کہ توبہ و استغفار وغیرہ دیگر مسقطات عقوبات کا دروازہ ابھی کھلا ہے"۔

الی ان قال: "تو ان افعال و امور کا صدور اگر ان میں سے کسی شخص سے ہو جو ان افعال کو اجتہاد یا تقلید یا اور کسی سبب سے مباح گمان کر رہا ہو، تو اس کی غایت و انتہا یہ ہے کہ اسے ایک مانع کی وجہ سے لحوق وعید سے معذور کہا جائے گا جیسا کہ وعید کے الحاق کو توبہ و استغفار یا حسنات ماحیہ یا مصائب مکفرہ وغیرہ روک دیتی ہیں، اور یہی وہ طریقہ ہے جس کی اتباع واجب ہے اس لیے کہ اس کے سوا دو قبیح و کریہ طریقے ہیں، ایک یہ کہ ہر فرد معین پر وعید کو چسپاں کر کے دعویٰ کر دیا جائے کہ یہ طریقہ نصوص کے مطابق ہے، تو یہ طریقہ وعمل ان خوارج اور معتزلہ وغیرہ کے طریقے سے بھی بدتر ہے جو ذنوب و معاصی کی بنا پر تکفیر کر دیتے تھے، اس کا فساد بداہۃً معلوم ہے اور اس کے دلائل دوسری جگہ مرقوم ہیں۔

لہٰذا یہ اور اس جیسے نصوص وعید حق ہیں، مگر شخص معین جو اس کا مرتکب ہو اس پر وعید چسپاں نہیں کی جائے گی اور نہ ہی اہل قبلہ میں سے کسی معین پر دوزخ کا حکم لگایا جائے گا۔ اس لیے کہ شرط مفقود اور مانع موجود ہے، اور یہی حال ان اقوال کا ہے جن کے قائل کی تکفیر کی جاتی ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان کے قائل کو حق کی معرفت دینے والی نصوص پہنچتی ہی نہیں یا پہنچتی تو ہیں مگر اس کے نزدیک وہ ثابت نہیں ہوتیں یا وہ ان کی معرفت اور فہم و ادراک پر قادر نہیں ہوتا یا اسے کوئی ایسا شبہ لاحق ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے معذور رکھتا ہے، لہٰذا جو اللہ و رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایمان رکھتا ہے، اسلام کو ظاہر کرتا ہے اور اللہ و رسول سے سچی محبت کرتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا اگرچہ وہ بعض قولی و عملی گناہوں میں ڈوبا ہوا ہی کیوں نہ ہو عام از ایں کہ ان گناہوں پر لفظ شرک کا اطلاق ہوتا ہو یا لفظ معاصی کا۔

یہی وہ راہ اعتدال ہے جس پر رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ کرام اور جمہور ائمۂ اسلام ہیں ، لیکن ائمۂ اسلام کے مذاہب کا اس تفصیل پر مبنی ہونے کا مقصد ومطلب نوع وعین کے درمیان فرق کو واضح کرنا ہے ، بلکہ امام احمد ابن حنبل اور تمام ائمہ اسلام مثل امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی وغیرہ کا اس میں کوئی اختلاف ہی نہیں ہے کہ وہ سب ان مرجیہ کی تکفیر نہیں کرتے جو ایمان کو قول بلا عمل کہتے ہیں اور خوارج وقدریہ وغیرہ کی تکفیر سے باز رہنے کے سلسلے میں تو ان کی بالکل واضح تصریحات موجود ہیں ۔

امام احمد ابن حنبل فرقہ جہمیہ کی اتمام حجت کے بعد مطلق تکفیر کرتے تھے نہ کہ ہر فرد کی معین

بلکہ امام احمد ابن حنبل جو تکفیر جہمیہ کے قول کا اطلاق کرتے بھی تھے تو اس وجہ سے کہ وہ بذات خود ان کی مصیبتوں سے اتنا دوچار ہوئے کہ انہوں نے ان کی واقعی حقیقت کو جان لیا اور تکفیر کا قول تعطیل کے اردگرد گھومتا تھا، حالاں کہ تکفیر جہمیہ کا قول اسلاف وائمہ سے مشہور ہے مگر وہ معین اشخاص کی تکفیر نہیں کرتے تھے ، (اس لیے کہ جرم اور خطائیں بھی ایک سے بڑھ کر ایک ہوتی ہیں) کیوں کہ جو شخص کسی قول باطل اور فکر فاسد کی دعوت وتبلیغ کرے تو اس کا یہ جرم اس شخص کے جرم سے بڑھ کر ہے جو صرف اس قول باطل کا قائل ہو اور اس کا داعی ومبلغ نہ ہو، اور اسی طرح جو شخص اپنے قول باطل کی دعوت وتبلیغ کے بعد اپنے مخالف کو ایذائیں دے تو اس کا یہ جرم اس شخص کے جرم سے بدتر ہے جو محض اپنے عقائد باطلہ کا داعی ومبلغ ہے اور یہی حال اس شخص کا ہے جو اپنے مخالف کی تکفیر کرے کہ اس کا یہ جرم اس شخص کے جرم سے بہت بڑا ہے جو اپنے مخالف کو سزا دے ۔

امام احمد ابن حنبل کے زمانہ میں بہت سے حکمران جہمی ہو گئے تھے

توصاحبان سیف و سنان اوراصحاب دولت و حکومت میں سے جو جہمیہ کے قول کے قائل ہو گئے تھے کہ (معاذ اللہ) قرآن مخلوق ہے۔ اور آخرت میں دیدار الٰہی نہ ہو گا۔ اور یہ کہ ظاہر قرآت اور احادیث صحیحہ سے معرفت الٰہی میں استدلال نہیں کیاجاسکتا۔ اور یہ کہ دین بغیر ان کے آراء و خیالات باطلہ اور عقول فاسدہ سے مزین و آراستہ کیے پورا نہیں ہو گا۔ اور یہ کہ ان کی جہالتیں دین میں کتاب و سنت و اجماع صحابہ و تابعین سے زیادہ محکم و مضبوط ہیں۔ اور یہ نفی و اثبات جیسے فرقہ جہمیہ و معطلہ کے اقوال باطلہ دین میں خوب ثابت ہیں۔ ان سب امور فاسدہ اور اقوال باطلہ کی بنا پر مسلمانوں کو ان کی مصیبتوں سے دو چار ہونا پڑا، امام احمد ابن حنبل کو قید میں ڈال کر ان پر کوڑے برسائے گئے، ایک جماعت کو قتل کیا، دوسری کو سولی پر چڑھایا، اس کے ساتھ یہ بھی ظلم کیا کہ کسی قیدی کو آزاد نہ کیا اور نہ کسی کو بیت المال سے کچھ دیا مگر صرف اسے جس نے ان کی موافقت کی اور ان کے قول کا اقرار کیا، اس کے علاوہ اور بھی بہت سی آفتیں اور قباحتیں ہیں جو ان کی جانب سے اسلام پر پیش آئیں۔

بہرحال تو اس قول تعطیل کے باوجود جو شرک سے بھی بدتر ہے امام احمد ابن حنبل نے ان کے لیے رحمت و مغفرت کی دعائیں کیں اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ یہ لوگ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ان کی شریعت کے مکذب و منکر ہیں مگر یہ کہ انہوں نے تاویل غلط کی یا قول باطل کے قائل کی تقلید کی۔

اور امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے جب حفص سے جو کہ فرقہ معطلہ کے اماموں میں سے تھا، مسئلہ قرآن میں مناظرہ کیا اور حفص نے کہا کہ قرآن مخلوق ہے، تو امام شافعی نے اس سے فرمایا کہ بخدا تو نے کفر بکا، پھر اس کی تکفیر بھی کی مگر اس وجہ سے اس پر ردت کے احکام جاری نہ فرمائے اور اگر آپ اس کو واقعی کافر و مرتد جانتے تو قتل کرانے کی کوشش کرتے، حالاں کہ علما نے فرقہ معطلہ کے بعض دعاۃ و مبلغین کے قتل کا فتویٰ دیا تھا جیسے غیلان قدری، جعد ابن درہم، امام فرقہ

جہمیہ جہم ابن صفوان وغیرہ کو قتل کیا گیا، پھر لوگوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی، مسلمانوں کے ساتھ دفن کیا، اوران کا قتل کرانا ایسا ہی تھا جیسا کہ حملہ آور کو اس کے ضرر سے بچنے کے لیے قتل کیا جاتا ہے نہ کہ اس کے مرتد اصلی ہونے کی وجہ سے اور اگر یہ لوگ واقعی کافر ہوتے تو مسلمان ان کو غیریت کی نگاہ سے دیکھتے۔ ان امور کی مزید تفصیل دوسرے مقامات پر مذکور ہے۔ انتہی کلام ابن تیمیہ۔

وہابی اپنے شیوخ کی بھی نہیں سنتے

ہم نے تمھارے شیخ کے کلام کو طوالت وتفصیل کے ساتھ اس لیے یہاں نقل کر دیا تاکہ ہمارے ماسبق میں کیے گئے اشارے کا بیان ہو جائے، کیوں کہ اس پر صحابہ عظام واسلاف کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا اجماع ہے، جس کی تفصیل گزری، لہٰذا ان لوگوں کے یہ اقوال کفر تھے بلکہ شرک سے بڑھ کر کفر کہا گیا جیسا کہ تمہارے دونوں شیوخ کے کلام سے بار بار اس کا بیان ہوا، باوجود اس کے صحابہ وتابعین وتبع تابعین سے لے کر امام احمد ابن حنبل کے زمانے تک تمام اہل علم نے ان کی (فرداً فرداً) تکفیر نہ کی حتیٰ کہ ان کے ان دعاۃ ومبلغین کی بھی مسلمانوں نے (فرداً فرداً) تکفیر نہ کی، جن کو ان کے اقوال باطلہ کی پاداش میں قتل کیا گیا تھا، حالاں کہ یہی علما ان سے مناظرہ بھی کرتے تھے، ان کے سامنے ان کے ”اقوال کو کتاب وسنت واجماع سلف امت کے خلاف بھی بتایا کرتے تھے اور پوری وضاحت کے ساتھ کہتے تھے کہ یہ اقوال خلاف عقل ونقل ہیں۔

توکیا اس میں تمھارے لیے کوئی عبرت ونصیحت نہیں ہے۔!! تم عامۃ المسلمین کی تکفیر کرتے ہو، ان کی جان مال کو مباح قرار دیتے ہو، ان کے بلاد کو دار الحرب کہتے ہو، حالاں کہ ان میں، ان کی بنسبت دسواں حصہ بھی نہیں پایا جاتا ہے اور اگر بالفرض ان میں کسی قسم کا شرک پایا بھی جائے عام ازایں کہ وہ شرک اصغر ہو یا اکبر، وہ بہر حال جاہل ہیں، ان پر ایسی حجت قائم نہیں ہوئی جس کے تارک کی تکفیر کی جائے! تم کیا سمجھتے ہو کہ ان اکابر ائمہ اہل اسلام کے کلام سے حجت قائم نہیں ہوئی اور تمھارے کلام سے حجت قائم ہوگئی ہے؟ نہیں نہیں بلکہ خدا کی قسم تم تو اس کی

بھی تکفیر کرتے ہو جو اس کو کافر نہ مانے جس کو تم نے کافر کہا ہو، اگرچہ ان میں کفر و شرک کی کوئی بات بھی نہ پائی جاتی ہو۔۔ اللہ اکبر۔۔۔۔لقد جئتم شیأ ادا۔

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، اس کا خوف کرو ورنہ جان لو کہ سخت گرفت ہوگی، یقیناً تم مومنین و مومنات کو ایذا پہنچاتے ہو: (و الذین یؤذون المومنین و المؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا و اثما مبینا) (الاحزاب: ۵۸) ترجمہ: اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کیے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

وہابی بزور شمشیر اپنی بات منواتا ہے

خدا کی قسم، بندگان خدا کا بارگاہ خدا میں کوئی گناہ نہیں، مگر یہ کہ وہ تمہاری پیروی میں اس کی تکفیر نہیں کرتے جس کے مسلمان ہونے پر نصوص صحیحہ شاہد ہیں اور تمام مسلمین کا اجماع ہے، اگر وہ تمہاری اتباع کرتے ہیں تو اللہ ورسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو ناراض کرتے ہیں اور اگر تمہارے ہوائے نفس کے خلاف کرتے ہیں تو تم ان پر کفر و ردت کے احکام جاری کر دیتے ہو۔ بے شک نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے مروی ہے کہ فرمایا ''میں اپنی امت پر ایسی بھوک کا اندیشہ نہیں کرتا جو انہیں قتل کر ڈالے نا ہی ان دشمنوں کا جو ہلاک کر دیں مگر میں اپنی امت پر ان گمراہ کن ائمہ سے اندیشہ کرتا ہوں کہ امت اگر ان کی اطاعت کر لیں تو فتنے میں پڑیں اور اگر نافرمانی کریں تو وہ انہیں قتل کر دیں''۔ (رواہ الطبرانی من حدیث ابی امامۃ) حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو میری بات اس وقت تک مانو جب تک میں اللہ کی اطاعت و فرمابرداری کروں اور اگر میں نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں اور فرماتے کہ خطا و صواب ہر دو مجھ سے ممکن ہے، اور جب بھی آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو کوئی بھی معاملہ پیش آتا تو صحابہ کرام کو جمع فرما کر مشورہ کرتے۔

یہی حال حضرت عمر فاروق کا تھا، آپ بھی وہی فرماتے جو حضرت ابو بکر فرمایا کرتے تھے اور وہی کرتے جو وہ کیا کرتے تھے اسی طرح حضرت عثمان غنی اور حضرت علی (رضوان اللہ

تعالیٰ علیہم اجمعین) کرتے۔ اور ائمہ اہل علم کا بھی یہی حال تھا کہ کسی کو اپنے قول کے اخذ پر مجبور نہیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ جب خلیفہ وقت رشید نے لوگوں کو مؤطا امام مالک کے التزام پر ترغیب دینا چاہی تو امام مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا امیر المومنین ایسا ہرگز نہ کیجیے گا اس لیے کہ علم (میرے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ) لوگوں میں منتشر ہے۔ (یا اس کے ہم معنیٰ کوئی بات کہی)

اسی طرح جمیع علماے اہل سنت کسی کو بھی اپنے قول کے اخذ پر مجبور نہ کرتے تھے لیکن تمہارا حال تو یہ ہے کہ تم اس کی تکفیر کر دیتے ہو جو تمھاری بات کا قائل اور تمہارا ہم خیال نہیں۔ خدا کے واسطے میں تم سے پوچھتا ہوں کیا تم معصوم ہو کہ تمہاری بات ماننا واجب ہو؟ اگر تم کہو کہ نہیں، تو امت کے سر اپنا قول کیوں تھوپتے ہو؟ یا تم اپنے آپ کو درجۂ اجتہاد پر سمجھتے ہو کہ تمہاری اطاعت واجب ہو؟ تمہیں خدا کا واسطہ مجھے بتاؤ کیا تمہارے گروہ میں سے کسی شخص میں ان شرائط امامت کا اجتماع ہو گیا ہے جنہیں اہل علم نے ذکر کیا ہے؟ حتیٰ کہ ایک خصلت بھی شرائط اجتہاد و امامت کی ہو تو بتاؤ، تمہیں خدا کا واسطہ باز آجاؤ اور تعصب و عناد چھوڑ دو، ہم ایسے عامی و جاہل کو معذور گردانتے ہیں جسے اہل علم کے کلام کی ذرا واقفیت و ممارست نہیں، مگر تمہارا کیا عذر ہوگا اللہ کی بارگاہ میں جب تم اس سے ملوگے۔۔

خدا کے واسطے ہوش میں آجاؤ اور جبار السماوات و الارض کے عذاب سے خود کو بچاؤ، بے شک ہم نے تمھارے سامنے اہل علم کا کلام اور فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کا اجماع نقل کر دیا ہے اور عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ مزید کچھ کلام نقل کیا جائے گا جو اس کی ہدایت کا سبب بنے گا جسے اللہ ہدایت دینا چاہے۔

فصل یازدہم: فرد واحد میں ایمان ونفاق کا اجتماع ممکن ہے

ابن قیم "شرح المنازل" میں کہتا ہے: اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایک شخص میں ممکن ہے کہ دو الگ الگ طریقوں سے ولایت وعداوت جمع ہو جائے، وہ من وجہٍ محبوب الٰہی ہو اور من وجہٍ مبغوض بھی ہو بلکہ ممکن ہے کہ اس کے اندر ایمان ونفاق یا ایمان وکفر کا اجتماع ہو اور وہ کسی ایک کے دوسرے کے بالمقابل زیادہ قریب ہو اور وہ جس سے اقرب ہوگا، اسی کا اہل ہوگا، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: (هم للكفر يومئذ اقرب منهم للايمان) ترجمہ: اور اس دن ظاہری ایمان کی بہ نسبت کھلے کفر سے زیادہ قریب ہیں [آل عمران۔۱۶۷][۱]

اور فرماتا ہے: (وما يومن اكثرهم بالله الا وهم مشركون)

تو اللہ تعالیٰ نے شرک کی مقارنت کے ساتھ ان کے لیے ایمان کا اثبات فرمایا، لہٰذا اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اس شرک کے ساتھ اللہ کے رسولوں کی تکذیب بھی ہو تو ان کے پاس جو ایمان موجود ہے وہ انہیں نفع بخش نہیں ہوگا اور اگر رسولان عظام کی تصدیق قلبی ہو در آں حالیکہ وہ ایک قسم کے شرک اصغر کے مرتکب ہوں جو ان کو ایمان بالرسل اور ایمان بیوم آخرت سے نہ نکالتا ہو تو وہ اہل کبائر سے بڑھ کر وعید کے مستحق ٹھہریں گے اور اس قاعدے کی رو سے اہل سنت گنہگاروں کے دخول فی النار پھر خروج کے بعد دخول فی الجنۃ کو ثابت کرتے ہیں اس لیے کہ ان کے ساتھ دو سبب قائم ہیں۔ (پھر آگے مصنف نے کہا:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: (من لم يحكم بما انزل الله فأولئك هم الكافرون) ترجمہ: اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں [المآئدۃ۔۴۴] حضرت عبد اللہ ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مذکورہ آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں: یہ ایسا کفر نہیں جس کا

---

[۱] انہی کی تفسیر ابن کثیر میں ہے " استدلوا به على ان الشخص قد تتقلب به الاحوال، فيكون في حال اقرب الى الكفر وفي حال اقرب الى الايمان، لقوله تعالىٰ (هم للكفر يومئذ اقرب منهم للايمان)" (تفسیر ابن کثیر تحت سورہ آل عمران، آیۃ ۱۶۷ ص ۱۷)

ارتکاب ملت سے نکال دے، تووہ کفر تو ہے مگر کفر باللہ اور کفر بیوم آخرت جیسا نہیں" اسی طرح امام طاؤس اور عطا نے فرمایا۔ انتہی کلامہ۔

تمھارا شیخ تقی الدین کہتا ہے: صحابہ وسلف فرمایا کرتے تھے کہ بندے میں ایمان و نفاق کے حصے ہوتے ہیں، اور اس پر رب عزوجل کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے (هم للكفر يومئذ اقرب منهم للايمان) سلف صالح کے کلام میں یہ بات کثرت سے پائی جاتی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ کسی کے دل میں بسا اوقات ایمان اور نفاق جمع ہو جاتا ہے اور کتاب و سنت اس پر دال ہیں ، اسی وجہ سے نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: "ہر وہ شخص جہنم کی آگ سے نکالا جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان موجود تھا"۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ جس کے پاس ایمان کی دولت ہے اگر چہ اقل قلیل ہو جہنم میں ہمیشہ نہ رہے گا، اگر چہ اس کے پاس کثرت کے ساتھ نفاق ہو، لہٰذا ایسا شخص اپنے نفاق کے بمقدار دوزخ میں عذاب پائے گا پھر نکال لیا جائے گا۔ (اس کا کلام یہاں تک پڑھتے چلے جاؤ)۔۔۔خلاصہ کلام یہ کہ انسان میں ممکن ہے کہ ایمان کے شعبوں میں سے کوئی شعبہ موجود ہونے کے ساتھ ساتھ کفر یا نفاق کے شعبوں میں سے بھی کوئی شعبہ ہو اور کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ انسان مسلمان ہو اور اس میں ایسا کفر بھی ہو جو اس کفر سے ادنی درجے کا ہوتا ہے جو بالکلیہ اسلام سے نکال دیتا ہے، جیسا کہ صحابی رسول حضرت عبد اللہ ابن عباس وغیرہ کفر دون کفر کا قول کیا کرتے تھے (یعنی کفر، کفر میں فرق ہے ، کوئی کفر بہت سخت ہوتا ہے اور کوئی ایسا نہیں اور یہ عامۃ الاسلاف کا قول ہے۔۔۔انتہی

اب تم اس فصل میں تامل کرو اور ان کے اجماع سلف کی حکایت میں غور کرو اور یہ گمان ہرگز نہ کرنا کہ یہ فصل مخطئ (یا جاہل) کے بارے میں ہے اس لیے کہ اس کی خطا (یا جہل) کا گناہ تو معاف ہے ہی[ا] جیسا کہ بار بار گزرا، اب تم لوگ اپنا حال دیکھو کہ چھوٹی چھوٹی بات پر

[ا] اشارہ ہے اس حدیث پاک کی طرف جو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں روایت کی "ان الله تجاوز عن امتی الخطأ و النسيان و ما استكرهوا عليه"

تکفیر کر دیتے ہو، اور اس بنا پر بھی تکفیر کرتے پھرتے ہو جو محض تمہارے خام خیال میں کفر ہو بلکہ صریح وبدیہہ اسلام کے ہوتے ہوئے بھی صرف اس وجہ سے تکفیر کرتے ہو کہ تمہارا قاعدہ ہے کہ جو تمہارے تکفیر کیے ہوئے کی تکفیر کرنے سے خوف الٰہی میں توقف کرے کہ وہ اس میں علامات اسلام دیکھ رہا ہوتا ہے، تو وہ بھی تمہارے نزدیک کافر ہے۔ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ تمہیں ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لائے اور ہمیں اور تمہیں سیدھے راستے پر چلائے، وہ سیدھا راستہ جس پر اس نے انعام فرمایا یعنی نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کا راستہ۔

فصل دوازدہم: احوال منافقین

تمہارے شیخ تقی الدین نے "کتاب الایمان" میں کہا: ایمان ظاہر جس کی وجہ سے دنیا میں احکام اسلام جاری ہوجاتے ہیں، ایمان باطن کو مستلزم نہیں، اور بے شک وہ منافقین جنہوں نے کہا تھا(آمنا باللہ و بالیوم الآخر و ماھم بمومنین) کہ ہم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، حالاں کہ وہ مومن نہیں تھے، تو وہ بحسب ظاہر مومن تھے کہ مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے، ان میں نکاح کرتے اور ان کا ورثہ پایا کرتے تھے جیسا کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ان کے حق میں کفار مجاہرین جیسا حکم نہیں جاری فرمایا، نہ مناکحت میں، نہ وراثت میں اور نہ ہی اور کسی معاملے میں، بلکہ جب عبد اللہ ابن ابی جو کہ اپنی منافقت میں انتہائی مشہور تھا، مرا تو اس کے بیٹے عبد اللہ جو کہ خیار مومنین میں سے تھے، اس کے وارث ہوئے اور اسی طرح جتنے بھی منافق مرے تو مومنوں نے ان کا ورثہ پایا اور اگر ان منافقین کا کوئی مومن وارث وصال کر جاتا تو یہ بھی مسلمانوں کے ساتھ ورثے میں حصہ پاتے، اگرچہ انہیں علم ہوتا تھا کہ یہ بباطن منافق ہے، اور ان کا یہی حال تھا حدود اور حقوق میں تمام مسلمانوں کے مثل اور وہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھ غزوات میں شرکت بھی کرتے تھے اور کچھ تو وہ تھے کہ جو غزوۂ تبوک میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو شہید کرنے کا عزم بھی رکھتے تھے، ان سب کے باوجود بحسب ظاہر ان پر اہل ایمان کے احکام جاری ہوتے تھے۔

الی ان قال: ان کے جان مال محفوظ تھے، ہرگز ان کے ساتھ وہ کچھ روانہ تھا جو کفار کے ساتھ تھا، اور یہی حال ان کا تھا جو ظاہر کرتے تھے کہ وہ مومن ہیں بلکہ وہ جو ایمان سے زیادہ کفر ظاہر کرتے تھے، اس لیے کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک قتال کروں جب تک وہ یہ گواہی نہ دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں تو جب وہ یہ کہہ لیں تو ان کی جان مال مجھ سے محفوظ ہے، شہادت کے حق کو چھوڑ کر اور ان کا محاسبہ اللہ پر ہے"۔

اور اس وجہ سے کہ آپ علیہ السلام نے حضرت اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا کہ کیا تو نے اس شخص کو لا الہ الا اللہ کی گواہی دینے کے بعد بھی قتل کر دیا؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور سے عرض کیا، اس نے جان بچانے کے لیے زبانی کہا تھا! آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟، مزید فرمایا کہ مجھے لوگوں کے دلوں اور شکموں کو چیر کر دیکھنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے جب کبھی کسی شخص کے قتل کی اجازت طلب کی جاتی تو آپ دریافت فرماتے کیا وہ نماز نہیں پڑھتا؟ کیا وہ گواہی نہیں دیتا؟ پھر جب آپ سے کہا جاتا کہ وہ منافق ہے تو آپ حکم فرماتے کہ ان کے جان مال کا وہی حکم ہے جو ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کے جان مال کا حکم ہے کہ ان میں سے کچھ حلال نہیں باوجودیکہ بکثرت لوگوں کے نفاق کا علم تھا،" انتھی کلام شیخکم۔

فرمان امام شافعی

ابن قیم "اعلام الموقعین" میں رقم طراز ہے:

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر اپنے انبیا کی اطاعت فرض کی اور ان کے لیے امتثال امر کے سوا کوئی گنجائش نہ دی اور انہیں حکم دیا کہ محض اشارتاً و دلالتاً اور ظناً و تخمیناً کسی کے باطن اور غیب پر کوئی حکم نہ لگائیں اس لیے کہ ان کا علم انبیاے کرام کے علم کے بالمقابل ناقص و قاصر ہے، حالاں کہ انبیاے کرام علیہم السلام کو بھی جو ان پر گزرتی ہے، کے

بارے میں توقف کرنے کا حکم ہے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے، اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان پر حجج وبراہین ظاہر فرماتا ہے، لہٰذا دنیا میں محکوم علیہ کے ظاہر کے مطابق ہی احکام جاری فرمائے اور اپنے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو حکم دیا کہ بت پرستوں سے اس وقت تک قتال وجہاد فرمائیں جب تک کہ وہ اسلام نہ لے آئیں، پھر جب وہ اسلام ظاہر کردیں تو ان کی جان محفوظ ہے''۔[۱]

اور یہ بات معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے اسلام کی صداقت بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا، اس کے بعد اس کے بتانے سے اس کا رسول جانتا ہے کہ کون لوگ اسلام ظاہر کرکے کیا چھپاتے ہیں، مگر اللہ نے اپنے نبی کو حکم نہ دیا کہ وہ ان پر بجز احکام اسلام کچھ نافذ کریں اور ان کے ظاہر کے برخلاف کچھ فیصلہ کریں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو مطلع فرمایا: (قالت الاعراب آمنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا) یعنی گنوار بولے ہم ایمان لائے تم فرماؤ تم ایمان تو نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع ہوئے، یعنی قتل اور قید ہونے کے ڈر سے زبان سے اسلام

[۱] ہمارے پیش نظر ''صواعق الٰہیہ'' کا جو نسخہ ہے اور اس کے علاوہ دیگر نسخ میں، ''اعلام الموقعین'' کی یہ عبارت کچھ اس طرح ہے:

''قال الامام الشافعی: فرض اللہ سبحانہ طاعتہ علی خلقہ ولم یجعل لھم من الامر شیأ وان لا یتعاطوا حکما علی عیب احد بدلالۃ ولا بظن، لقصور علمھم عن علم انبیائہ الذی فرض علیھم الوقوف عما و رد علیھم حتی یأتیھم امر، فانہ سبحانہ ظاھر علیھم الحجج، فاجعل علیھم الحکم فی الدنیا الا ما ظھر المحکوم علیہ ففرض علی نبیہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان یقاتل اھل الاوثان حتی سلموا فیحقن دمائھم اذا اظھروا الاسلام''

حالاں کہ اس عبارت سے صحیح معنی ومفہوم واضح نہیں ہو پا رہا تھا، اس لیے ''اعلام الموقعین عن رب العالمین'' اصل کتاب کی طرف رجوع کرنے سے معلوم ہوا کہ عبارت نقل کرنے میں کچھ تسامح واقع ہوا ہے یا کتابت کی غلطی ہے لہٰذا اس طرح کہیں بھی کتاب میں اگر ایسا کوئی خلجان پیدا ہوا ہے تو ہم نے اصل کتاب سے رجوع کرکے ترجمہ کیا ہے۔

سے اسلام قبول کیا، پھر آیت کریمہ میں آگے اللہ تعالیٰ نے انہیں باخبر کیا کہ اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کریں گے تو اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے گا یعنی اللہ و رسول کی طاعت ہی پیدا کر لیں تو ان کے لیے وعدہ خیر ہے۔

اور منافقوں کی ایک الگ قسم کے بارے میں فرمایا: (اذا جاء ك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنافقين لكاذبون اتخذوا ايمانهم جنة) یعنی جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک ضرور اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں اور انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرالیا یعنی انہوں نے اپنی قسموں کو قتل سے بچنے کی ڈھال بنا رکھا ہے۔

اور فرماتا ہے: (ويحلفون بالله انهم لمنكم ط وماهم منكم) [التوبۃ:۵۶] یعنی اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں اور تم میں سے ہیں نہیں۔[۱] تو اللہ نے ان کے ظاہر کو

---

[۱] "اعلام الموقعین" میں سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۵۶ کے بجائے آیت نمبر ۹۵ مذکور ہے یعنی (سيحلفون بالله لكم اذا انقلبتم اليهم لتعرضوا عنهم۔) یعنی اب تمہارے آگے اللہ کی قسم کھائیں گے جب تم ان کی طرف پلٹ کر جاؤ گے۔ مگر کاتب یا ناقل سے "صواعق الٰہیہ" میں دو سہو ہوئے ایک نقل وکتابت آیت میں اور دوسرا سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۵۶ میں "یحلفون" کو "سیحلفون" لکھنے میں، حالانکہ آنیوالے مضمون سے زیادہ مناسب سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۹۵ ہے کہ آگے ذکر کیا جارہا ہے کہ اللہ نے ان کے ظاہر کو قبول کرنے کا حکم فرمایا اور بجز احکام ایمان و اسلام کے کوئی احکام ان پر جاری نہ فرمائے۔

سورۂ توبہ کی آیت ۹۵ کی تفسیر میں حضرت امام طبری ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن کعب نے فرمایا کہ میں نے کعب بن مالک کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب تبوک سے واپس تشریف لاکر لوگوں کے قضایا میں غور فرمایا تو جہاد سے پیچھے رہ جانے والے کچھ لوگ آئے اور معذرت کرنے اور قسمیں کھانے لگے، ان کی

قبول کرنے کا حکم فرمایا اور احکام ایمان کے علاوہ کوئی دوسرے احکام ان پر جاری نہ فرمائے حالاں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو باخبر فرمادیا تھا کہ یہ لوگ جہنم کے درک اسفل (انتہائی نچلے طبقے) میں ہوں گے۔ لہٰذا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کے باطن پر اپنا یہ حکم جاری فرمایا اور اپنے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے حکم کو دنیا میں ان کے ظاہر و علانیہ پر جاری کیا"۔

الی ان قال: حالاں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے منافقوں کی سبھی دعوت کی تکذیب فرمائی ہے اور نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے اس کے بارے میں خبر دی، وہ جو مالک از ابن شہاب از عطا بن یزید از عبید اللہ بن یزید بن عدی بن الخیار روایت کی گئی کہ ایک شخص حضور نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو سرگوشی میں کچھ کہہ رہا تھا، کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا سرگوشی کر رہا ہے یہاں تک کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے زور سے کلام فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ ایک منافق کے قتل کے متعلق مشورہ کر رہا ہے۔ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے دریافت فرمایا کیا وہ گواہی نہیں دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ کہا کیوں نہیں مگر اس کی گواہی جھوٹی ہے، پھر دریافت فرمایا کیا وہ نماز نہیں پڑھتا؟ عرض کیا کیوں نہیں مگر اس کی نماز، نماز نہیں، تو نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا یہی وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے مجھے انہیں قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔" پھر وہ حدیث ذکر کی کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت قتال کروں جب تک وہ اسلام قبول نہ کرلیں۔ پھر فرمایا کہ اب رہا ان کے صدق و کذب کا محاسبہ تو وہ اللہ پر ہے اور ان کے سرائر اللہ کے سپرد ہیں جو ان کے سرائر کا جان کار، ان پر فیصلہ کرنے

---

[۱] تعداد ۸۰ سے کچھ زیادہ رہی ہوگی، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے ظاہر و علانیہ کو قبول فرما کر ان کو بیعت کیا، ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور ان کے باطن اور پوشیدہ معاملے کو اللہ کے سپرد کیا، حضرت کعب فرماتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد اللہ نے مجھ پر کبھی اس سے بڑھ کر نعمت نہ فرمائی کہ میں نے حضور کی تکذیب نہ کی ورنہ ہلاک ہوجاتا جیسا کہ تکذیب کرنے والے ہلاک ہوگئے۔

(المختصر من الخبر الطویل فی توبۃ کعب بن مالک رواہ مسلم: ۱۷: ۸۷-۱۰۰)

والا غالب ہے نہ کہ اس کے انبیاء اور اس کے مخلوق کے حکام۔

تو رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تمام حدود و حقوق کے احکام بندوں میں اسی طرح جاری فرماتے تھے (یعنی ظاہر کے مطابق) اور مسلمانوں کو فرماتے کہ میں لوگوں کے ظاہر کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ باطن کے مطابق جزا دیگا۔

الی ان قال: تو اگر کوئی شخص لوگوں کے ظاہری حالات کے بر خلاف فیصلہ کرے، اس بات سے حجت پکڑتے ہوئے کہ یہ جو ظاہر کر رہے ہیں، ان کے باطن کے خلاف ہے، اب یہ ان کی جانب سے کسی دلالت واشارت کی وجہ سے ہو یا نہ ہو بہرحال مجھے تسلیم نہیں اس لیے کہ یہ قرآن وسنت کے خلاف ہے۔

الی ان قال: اور جو کلمہ اسلام بایں طور ظاہر کرے کہ گواہی دے لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو وہ اس سے قبول کیا جائے گا۔ اور اس سے کشف احوال وکشف باطن کا سوال نہ ہوگا اور نہ ہی تلفظ کیے گئے الفاظ کا معنیٰ ومفہوم پوچھا جائے گا اس لیے کہ اس کا باطن اور اس کے سرائر اللہ کے سپرد ہیں نہ کہ اس کے علاوہ کسی نبی وغیرہ کے، تو یہی اللہ کا حکم اور اس کا فیصلہ ہے جن پر تمام علماے امت کا اجماع ہے (کلام امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ابن قیم کلام شافعی نقل کرنے کے بعد کہتا ہے ”یہ احکام حضور علیہ السلام کی جانب سے جاری ہیں پھر اسی پر صحابہ کرام و تابعین باحسان اور ائمہ و مجتہدین اور ان کی تقلید کرنے والے علماے امت کا عمل رہا اور قیامت تک سبھی لوگوں کا عمل رہے گا۔“۔ انتہی۔

فصل سیزدہم: بحث تقلید

ماسبق میں اہل علم کا کلام اور ان کا اس پر اجماع وغیرہ نقل ہوا کہ سوائے جامع شرائط مجتہد کے کسی کی تقلید کرنا اور دین میں اسے امام بنانا جائز نہیں اور بیان ہوا کہ جو ان شرائط امامت و اجتہاد کا جامع نہ ہو تو اس پر تقلید واجب ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں اور اہل سنت کا اس بات پر اجماع بھی ذکر ہوا کہ جو رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے لائے ہوئے دین کا اقرار کرے اس کا پابند رہتے ہوئے تو اگرچہ اس میں شرک یا کفر اکبر کا شائبہ موجود ہو اس کی اس وقت تک تکفیر نہ کی جائے گی جب تک کہ اس پر ایسی حجت نہ قائم ہو جائے جس کے تارک کی تکفیر کی جاتی ہو اور حجت اجماع قطعی سے قائم ہوتی ہے نہ کہ ظنی سے۔ اور حجت قائم کرنے والا امام یا نائب امام ہوتا ہے۔

اور کفر نام ہے انکار کرنا ضروریات دین کا مثلاً وجودِ باری، وحدانیت ورسالت وغیرہ کا انکار کرنا اور امور ظاہرہ کا مثلاً فرضیت صلوٰۃ کا انکار کرنا اور وہ مسلمان جو رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی رسالت کا اقراری ہو اگر کسی قسم کے شبہ سے منسوب ہو جو کہ اس جیسے پر پوشیدہ ہو تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور یہ کہ اہل سنت وجماعت کا مذہب، منسوب باسلام کی تکفیر سے تجنب وتوقف کرنا ہے یہاں تک کہ وہ اہل بدعت وضلالت کے سرغناؤں کی تکفیر کرنے سے کف لسان فرماتے ہیں، باوجودیکہ دفع ضرر کے لیے ان کے قتل کا فتویٰ بھی دیتے ہیں اور یہ کہ شخص واحد میں کفر وایمان اور نفاق وشرک کا اجتماع ممکن ہے اور ہر کفر کی بنا پر تکفیر نہیں کی جاتی اور یہ کہ جو دین اسلام کا مقر ہو، تو اس کا دعویٰ قبول کیا جائے گا چاہے وہ (حقیقت الامر میں) سچا ہو یا جھوٹا اگرچہ اس سے نفاق کی کچھ علامتوں کا ظہور ہو رہا ہو اور یہ کہ تکفیر مسلمین تو اہل ہویٰ اور اہل بدعت وضلالت کا شیوا ہے اور یہ کہ جہل کفر سے معذور رکھتا ہے۔ اور اسی طرح شبہ بھی اگرچہ ضعیف ہو، اس کے علاوہ اور بھی باتیں ماسبق میں مذکور ہوئیں تو اگر تم اس سے اتفاق رکھتے ہو تو تمھاری اُن بدعات وضلالت سے زجر ومنع کے لیے مذکورہ باتیں کافی ہیں جن کی بنا پر تم جماعت و

ائمہ مسلمین سے جدا ہوئے ہو۔ اور ہاں ہم یہ تنبیہات بطور اجتہاد و استنباط نہیں بیان کرر ہے ہیں بلکہ علما کے کلام کی حکایت اور کامل مجتہدین سے نقول پیش کرر ہے ہیں۔

اب ہمیں ان وجوہ و امور کے ذکر و بیان کی طرف رجوع کرنا چاہئے جو تمھارے اس باطل مذہب کے عدم صحت پر دلالت کرتے ہیں، جو عبارت ہے تکفیر مسلمین اور اخراج عن الاسلام سے کہ جس نے غیر اللہ کو پکارا یا غیر اللہ کی نذر مانی یا غیر اللہ کے جانور ذبح کیا یا قبر سے تبرک و تمسک وغیرہ کیا تو تم ان کی بنا پر مسلمانوں کو کافر کہتے ہو بلکہ انہیں بھی کافر کہتے ہو جو ان افعال کے مرتکبین کی تکفیر نہیں کرتے یہاں تک کہ تم دار الاسلام کو دار الحرب ودار الکفر قرار دے دیتے ہو۔

وہابی ہرگز حنبلی المذہب نہیں بلکہ غیر مقلد ہیں

توہم عرض گزار ہیں کہ تمہاری اصل ودلیل اس مذہب باطل میں وہ ہے جو تم نے بذات خود قرآن سے استنباط کیا ہے اور گزر چکا کہ اس پر اجماع ہے کہ تم جیسے لوگوں کا استنباط کرنا جائز نہیں اور نہ ہی تمہارے لیے مباح ہے کہ تم بغیر اہل علم و اجتہاد کی اقتدا کیے اپنے فہم وعقل پر اعتماد کرو اور اللہ و یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی بھی شخص کو حلال نہیں کہ وہ تمہاری تقلید کرے اس میں جو تم بغیر اقتداے ائمہ اسلام کے سمجھتے ہو۔ تو اگر تم کہو کہ ہم ان افعال کو شرک کہنے میں اہل علم کی اقتدا کرتے ہیں تو ہم کہیں گے تم صحیح کہتے ہو اور ہم تمہاری اس میں موافقت کرتے ہیں کہ بعض افعال بے شک ایسے ہیں جنہیں علما نے شرک کہا ہے، مگر یہ تم نے اہل علم و اجتہاد کے کلام میں کہاں سے اخذ کر لیا کہ یہ افعال و امور وہی شرک اکبر ہیں جن کا ذکر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن میں کیا ہے اور جس کی بنا پر ان کے مرتکبین کی جان ومال حلال ہو جاتے ہیں اور ان پر مرتدین کے احکام جاری ہوجاتے ہیں اور من شك فی کفرہ فقد کفر، کا تمغا ان پر چسپاں ہوجاتا ہے۔۔ ہمیں بتاؤ تو سہی کس مجتہد نے ایسا کہا ہے، ہمارے لیے ان کا کلام ذرا نقل تو کرو اور حوالہ دو اور یہ بتاؤ کیا وہ مجمع علیہ ہے یا مختلف فیہ ہے۔

ہم نے بھی کچھ کلام اہل علم کا مطالعہ کیا ہے ہمیں تو تمھاری یہ باتیں کہیں نظر نہ آئیں بلکہ وہ نظر آیا جو اس کے خلاف پر دال ہے کہ کفر، ضروریات دین کے انکار کو کہتے ہیں جیسے وجود، وحدانیت یا رسالت وغیرہ کا انکار یا ایسے احکام کا انکار جن پر اجماع ظاہری یا قطعی ہو جیسے وجوب ارکان اسلام کا انکار یا ان کا انکار جو ان کے مشابہ ہیں ، ان سب کے باوجود اگر کوئی ان کا انکار جہلاً کر بیٹھے تو اس کی تکفیر نہ کی جائے گی تا وقتیکہ اسے ایسی معرفت نہ دی جائے جس سے جہالت زائل ہو جائے تو بعد معرفت (اگر مصر رہا تو) وہ اللہ ورسول (جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا مکذب ٹھہرے گا۔

البتہ رہے یہ امور جن کی بنا پر تم تکفیر کرتے پھرتے ہو تو یہ ضروریات میں سے نہیں اور اگر تم کہو کہ یہ مجمع علیہ ہیں جن کا اجماع ایسا ظاہر و باہر ہے کہ ہر خاص وعام اسے جانتا ہے، تو ہم کہیں گے اگر سچے ہو تو اس بارے میں تمام علماء کا کلام بیان کردو اور اگر سب کی صراحت نہ کر سکو تو ان خاص وعام میں سے ایک ہزار کا کلام ہی نقل کردو، اور اگر یہ بھی نہ کر سکو تو سو لوگوں کا ہی سہی یہ بھی نہ ہو سکے تو دس علماء کا، حتیٰ کہ صرف ایک ہی عالم ومجتہد کا کلام نقل کردو چہ جائے کہ وہ ایسا اجماعی مسئلہ ہو جو انتہائی ظاہر و بدیہی ہو، وجوب نماز کی طرح۔

تو اگر تمہیں کچھ نہ ملے بجز اقناع کی ایک عبارت کے جو تمہارے شیخ کی طرف منسوب ہے اور وہ عبارت یہ ہے: جو اپنے اور اللہ کے درمیان وسائل و وسائط بنائے ۔۔ الخ ۔ (تو اس نے اجماعاً کفر کیا) تو جان لو کہ یہ عبارت مجمل وموجز ہے ہمیں اہل علم کے کلام سے اس کی تفصیل مطلوب ہے تاکہ ہم سے جہالت زائل ہو جائے لیکن انتہائی تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ تم اس عبارت سے اس کے مصنف کے منشاو مراد کے خلاف استدلال کرتے ہو اور ان کے بھی منشاء کے برعکس حجت پکڑتے ہو جنہوں نے اپنی اپنی کتابوں میں اس عبارت کو ان افعال وامور کے بارے میں کسی خاص تناظر میں نقل و حکایت کیا جن کی بنا پر تم بے دھڑک تکفیر کر دیتے ہو، وہ مصنفین و ناقلین ایسا نہیں کہتے بلکہ وہ تو غیر اللہ کے لیے نذر وذبح اور غیر اللہ کو ندا جیسے مسائل کو باب المکروہات میں ذکر کرتے ہیں، تبرک و تمسک اور طواف قبر کی طرح۔

علمائے کرام نے اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا ہے ان میں صاحب اقناع بھی ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں: قبر کے پاس رات گزارنا، چونا وغیرہ لگا کر اسے پکا کرنا، مزین و ملون کرنا، وبرابر کرنا یا چومنا اور طواف کرنا، اگربتیاں جلانا، رقعہ لکھ کر قبر کے پاس رکھنا، چادر چڑھانا، تربت کی برکت سے امراض و اسقام سے شفا طلب کرنا تو یہ امور مکروہ ہیں، اس لیے کہ یہ سب کام بدعت ہیں ۔۔۔۔۔" انتہی

وہابی مذہب کی رو سے خود ابن تیمیہ اور ابن قیم بلکہ (معاذ اللہ) امام احمد ابن حنبل پر کفر لازم آتا ہے

اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم ان امور کی بدولت تکفیر کرتے ہو۔۔۔۔ تو اب اگر تم یہ کہو کہ صاحب اقناع وغیرہ علمائے حنابلہ مثل صاحب فروع یہ سب جاہل ہیں ضروریات دین کو نہیں جانتے بلکہ تمہارے مذہب کے لزوم کے حساب سے تو ان سب پر کفر لازم آتا ہے۔

تو میں جواباً کہوں گا کہ ان حضرات نے اپنا خود ساختہ مذہب نہیں بیان کیا، نہ انہوں نے اور نہ ہی ان کے اکابرین نے، بلکہ وہ تو امام احمد ابن حنبل جو کہ ائمہ اسلام میں سے ایک ہیں اور جن کی امامت پر تمام امت کا اجماع ہے، کے مذہب کو نقل کرتے ہیں اور اس کے مطابق احکام جاری کرتے ہیں۔

کیا تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ جاہل پر واجب ہے کہ وہ تمہاری تقلید کرے اور ائمۂ اہل علم کی تقلید چھوڑ دے؟ جبکہ تمام ائمہ اہل علم کا اجماع ہے جیسا کہ بیان ہوا کہ ائمہ مجتہدین کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں اور ہر وہ عالم جو درجہ اجتہاد تک نہ پہنچا ہو اس پر لازم ہے کہ وہ کسی مجتہد کے مذہب کے مطابق فتویٰ نقل کرے اور احکام جاری کرے اور علما نے مستفتی کے لیے رخصت دی ہے کہ وہ ان جیسے ناقلین حضرات علماء سے یا تو استفتا کریں اس لیے کہ یہ اہل اجتہاد کے مذاہب کے ناقلین و حاکین ہیں یا تو پھر براہ راست مجتہد کی تقلید کریں نہ کہ کسی حاکی اور ناقل کی، عامہ علمائے کرام نے اس بات کی صراحت کی ہے اگر تم تلاش کرو، تو پالو گے۔

حالاں کہ تمہارے لیے جو بیان ہوا اتنا ہی کافی ہے۔

بہر حال بتانا یہ ہے کہ وہ عبارت جس سے تم تکفیر مسلمین پر استدلال کرتے ہو تمہاری مراد و منشا پر دال نہیں اور یہ کہ جس کسی نے بھی اس عبارت کو بطور استدلال نقل کیا، اسی نے نذر، ذبح اور دعا وغیرہ تمام مسائل کو ان کے ابواب کے ضمن میں بیان کیا (یعنی باب مکروہات میں)اور اس نے ان مسائل کو ملت سے خارج کر دینے والا کفر نہ قرار دیا، بجز اس کے جو تمہارے شیخ نے ایک آدھ جگہ ان کو دعا کی ایک قسم میں بیان کیا ہے یعنی گناہوں کی مغفرت، نزول بارش یا سبزہ کی افزائش جیسی چیزوں کی دعا کرنا کہ تمہارے شیخ نے اسے کفر تو کہا ہے مگر اس کے مرتکب کی تکفیر کا قول نہیں کیا تاوقتیکہ اس پر ایسی حجت نہ قائم ہو جائے جس کے تارک کی تکفیر کی جاتی ہے اور کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی، حالاں کہ اس نے (تمہارے شیخ نے) دعاے مذکور (غیر اللہ کو پکارنے) کی بنا پر تکفیر کا قول اجماعی نقل نہیں کیا کہ تم عبارت سے اپنے مدعا پر استدلال کر سکو بلکہ خدا کی قسم حقیقت تو یہ ہے کہ تمہارے قول سے تمہارے ہی شیخ کی اور ان کے گروہ کی تکفیر لازم آتی ہے۔ ہم اللہ سے عافیت چاہتے ہیں ۔ اور ان باتوں میں سے جو دلالت کرتی ہیں کہ اس عبارت سے جو کچھ تم لوگوں نے سمجھا اور مطلب نکالا ہے وہ بالکل درست نہیں ، یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کے علما نے اپنے اپنے مذہب میں امور مکفرات، کتاب الردۃ کے اندر الگ الگ اور فردا فردا شمار کرائے ہیں مگر کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ غیر اللہ کے لیے منت ماننا کفر ہے، بلکہ تمہارا وہ شیخ جن کی عبارت سے تم استدلال کرتے ہو بذات خود بیان کرتا ہے کہ استغاثہ اور استعانت کی غرض سے مشائخ کی نذر ماننا، غیر اللہ کی قسم اٹھانے جیسا ہے، جیسا کہ ان کا کلام مذکور ہوا اور معلوم ہے کہ مخلوق کی قسم شرک اکبر نہیں ہے، تمہارا شیخ کہتا ہے کہ جو کہے کہ میری نذر مانو تمہاری حاجتیں پوری ہوں گی تو اس سے توبہ کروائی جائے گی، اگر توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ تو زمین میں فساد پھیلانے کی پاداش میں اسے قتل کر دیا جائے۔

وہابیوں کے نزدیک ابن تیمیہ اور ابن قیم لکھتے تو ہیں مگر سمجھتے نہیں

لہٰذا تمہارے شیخ نے اس کے قتل کو بطور حد قرار دیا نہ کہ بر بنائے کفر، اسی طرح خاص نذروں کے متعلق بھی اس کا کلام نقل ہو چکا کہ جس میں کافی بیان ہے، نیز یہ کہ اہل علم نے غیر اللہ سے مانگنے کو بھی کفر نہ کہا، ان شاء اللہ تعالیٰ آگے اس کی تفصیل آئے گی جو اس پر دلالت کرے گی کہ یہ ہرگز کفر نہیں، اور نا ہی انہوں نے غیر اللہ کے لیے ذبح کو کفر قرار دیا، کیا سمجھتے ہو تم انہیں کہ وہ عبارت نقل کیے جا رہے ہیں اور سمجھ کچھ نہیں رہے؟ یا انہوں نے قصداً لوگوں کو اغوا اور گمراہ کرنے کے ارادے سے وہم و تردد میں مبتلا کر دیا؟ یا انہوں نے اپنی عبارتوں کو سمجھنے کے لیے لوگوں کو تمھاری عقل و فہم کے ذمے چھوڑا ہے، کہ ان عبارتوں کے مفہوم کو نہ تو اس کا مصنف سمجھ سکا اور نہ ہی ان کا ناقل؟ یا ان کے کلام سے تم وہ کچھ سمجھ لیتے ہو جس سے وہ جاہل رہ گئے؟ یا انہوں نے ایسے کفر صریح کا ذکر چھوڑ دیا جس کی بنا پر ایک مسلمان کافر ہو جاتا ہے اور اس کی جان مال حلال ہو جاتے ہیں در آں حالیکہ ان کے زمانے میں یہ سارے کفریہ اعمال صبح و شام انتہائی جرأت و بے باکی سے ہو رہے تھے اور یہ لوگ خاموش تھے بلکہ اگر بیان بھی کیا تو حق کے بر خلاف یہاں تک کہ پھر تم لوگ پیدا ہوئے اور تم نے انہی کے کلام سے یہ ساری باتیں استنباط و استخراج کیں (والعیاذ باللہ من ذالک)

ارے نہیں خدا کی قسم نہیں ان کی وہ مراد نہ تھی جو تم مراد لیتے ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ الگ دوسری وادی میں تھے اور تم الگ دوسری وادی میں ہو اور ان باتوں میں سے جو کہ دلالت کرتی ہیں کہ تمھارا کلام اور تمھارا تکفیر مسلمین کا قول کرنا ہرگز درست نہیں یہ ہے کہ ارکان اسلام میں شہادتین کے بعد سب سے عظیم رکن نماز ہے، اس کے باوجود اہل علم نے تصریح فرمائی ہے کہ جو لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھے، تو اللہ اسے رد کر دے گا اور قبول نہ فرمائے گا، بلکہ اللہ فرماتا ہے: ''میں شریکوں میں سب سے زیادہ بے نیاز ہوں شرک سے، جو کوئی بھی ایسا عمل کرے کہ اس میں غیر کو شریک کرے تو میں نے اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیا'' اور روز

قیامت اس سے فرمائے گا: ”اپنا اجر و ثواب اسی سے مانگو جس کے لیے تم نے عمل کیا تھا“ تو یہ تو ذکر کیا گیا ہے کہ ریا (شرک فی العمل) عمل کو باطل کر دیتا ہے مگر یہ نہیں کہا گیا ہے کہ ریا کرنے والا حلال المال و الدم ہو جاتا ہے بلکہ جو اس کی تکفیر نہ کرے وہ بھی، جیسا کہ اُس معاملے اور مسئلے میں تمھارا یہ مذہب و موقف ہے جو مذکورہ مسئلے سے بہت ہلکا اور کم درجے کا ہے۔ اور یہی حال سجدوں کا ہے، جو نماز میں سب سے اہم اور اعظم ہیٔت و وضع ہے اور مسائل نذر و دعا وغیرہ سے بڑھ کر ہے، مگر پھر بھی اہل علم نے اس میں فرق رکھا ہے، چناں چہ فرماتے ہیں: کہ جس نے سورج، چاند، ستارے یا کسی بت کو سجدہ کیا، وہ کافر ہو گیا، البتہ رہا غیر مذکورہ کو سجدہ کرنے کا حکم تو وہ تکفیر نہیں کرتے بلکہ اس عمل قبیح کو کبائر محرمات میں شمار کراتے ہیں، لیکن نفس الامر میں حقیقت یہ ہے کہ تم نہ تو اہل علم کی تقلید کرتے ہو اور نہ ہی ان کی عبارتوں کو مانتے ہو بلکہ اپنے فہم واستنباط پر اعتماد کرتے ہو، جسے تم حق و صحیح گمان کرتے ہو اور اپنے زعم میں اس کے منکر کو ضروریات دین کا منکر سمجھتے ہو۔

اور رہا تمہارا مشتبہ عبارتوں سے استدلال تو وہ تلبیس کے سوا کچھ نہیں، لیکن ہمارا تم سے مطالبہ صرف یہ ہے کہ تم اپنے ہی مذہب و موقف کے مطابق اہل علم کا کلام صاف صاف بیان کرو اور ان کا وہ کلام نقل کرو جو شک و شبہات کو دور کر دے حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ تمہارے پاس سوائے تہمت، گالی، الزام تراشی اور تکفیر مسلمین کے کچھ نہیں تو اللہ ہی مستعان و مددگار ہے۔

فصل چہاردہم: دعا و نذر ہرگز کفر نہیں

تکفیر مسلمین کے بارے میں تمھاری رائے کی عدم درستگی پر یہ بھی دلیل ہے کہ دعا و نذر ہرگز کفر نہیں جو ملت اسلامیہ سے باہر کردے اور وہ اس وجہ سے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی شخص کا جانور فلاں مقام پر بدک کر بھاگ جائے تو اسے چاہیے کہ تین دفعہ پکارے اے اللہ کے بندو پکڑ لو اے اللہ کے بندو پکڑ لو، اے اللہ کے بندو پکڑ لو، اس لیے کہ بندے موجود ہوتے ہیں وہ ضرور اسے روک لیں گے۔[۱]

امام طبرانی نے روایت کیا: ''اگر مدد چاہے تو کہے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو''۔

اس حدیث کو ائمہ کرام نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا اور اشاعت وحفظ امت کے لیے اسے نقل کیا ہے، اور کسی نے نکیر قائم نہ کی۔ امام نووی نے ''الاذکار'' میں، ابن قیم نے ''الکلم الطیب'' میں اور ابن مفلح نے ''الاداب'' میں اسے نقل کیا ہے۔

اور ابن مفلح اپنی کتاب ''الاداب'' میں اس اثر کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ امام احمد ابن حنبل کے صاحب زادے عبد اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے سنا کہ میں نے پانچ حج کیے ہیں، ایک دفعہ حج کے موقع پر میں راستہ بھٹک گیا تو میں چلتے چلتے یہ کہتا جاتا اے اللہ کے بندو مجھے راستہ بتاؤ، میں یہ کہتا جاتا یہاں تک کہ میں راہ پر آگیا۔۔ انتہی

(قال المصنف:) اب میں کہتا ہوں کہ تم لوگ کیسے غائب یا میت کو پکارنے والے کی تکفیر کردیتے ہو بلکہ تمھارا زعم تو یہ ہے کہ مشرکین کفار جو اللہ و رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تکذیب کرتے ہیں وہ معمولی درجے کے مشرک ہیں ان سے جو بحر و بر میں غیر اللہ کو پکارتے ہیں اور اس پر اپنے اس مفہوم سے استدلال کرتے ہو کہ جس پر اعتماد کسی کو روا نہیں۔ تو کیا تم لوگ یہ کہتے ہو کہ مذکورہ حدیث مشتبہ ہے اور مضمون حدیث پر علما کے عمل میں ان امور کے

---

[۱] احادیث مذکورہ سے اس طور پر استدلال سے ظاہر ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ کے نزدیک دعا و نذر لغیر اللہ وغیرہ کفر وضلالت تو دور جائز و مباح ہے اور نہ صرف جائز بلکہ سنت مبارکہ سے ثابت یعنی مسنون و مستحب ہیں دیکھو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمہ کا رسالہ ''الامن و العلی''

مرتکبین کے لیے شبہ ہے۔ جو تمھارے زعم میں شرک اکبر ہے؟ فانا للہ وانا الیہ راجعون ''مختصر الروضہ'' میں ہے: ''صحیح یہ ہے کہ اہل توحید و رسالت'' میں سے کسی بھی شخص کی بدعت وضلالت کی بنا پر مطلقاً تکفیر نہ کی جائے گی اس لیے کہ ممکن ہے کہ وہ کسی ایسی تاویل و تفسیر پر ٹیک لگایا ہوا ہو جس کی وجہ سے معاملہ اس جیسوں پر مشتبہ و مشکوک ہوجاتا ہے اور اسی موقف کو تمھارے شیخ ابوالعباس ابن تیمیہ نے راجح قرار دیا ہے۔۔'' انتہی

کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ غیر حاضر کو پکارنا بدیہی کفر ہے اور حال یہ ہے کہ اس کفر کا ائمہ اسلام میں سے کسی کو علم نہیں؟ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ تمہارے اس قول کے درست و صواب ہونے کی تقدیر پر، تمہارے کلام سے لوگوں پر حجت قائم ہوجاتی ہے؟ اور حال یہ ہے کہ ہم تمہارے شیخ تقی الدین کا وہ کلام نقل کر آئے ہیں جس سے تم نے دعا و نذر و غیرہ سے تکفیر مسلمین پر استدلال کیا ہے، اگر نہیں تو بیان کردہ ہی کافی ہے مگر مزید بیان و تفصیل میں ایک گونہ فائدہ ہے۔

متبوع (ابن تیمیہ) کے نزدیک نذر لغیر اللہ حرام و ناجائز اور تابع (وہابی) کے ہاں کفر و شرک؟؟

تمہارا الشیخ ''اقتضاء الصراط المستقیم'' میں کہتا ہے: ''جو کسی بقعہ ارض کا قصد و ارادہ کرے اور اپنے اس قصد و ارادے میں خیر کی توقع اور امید کرے در آں حالیکہ کہ شریعت نے اسے مستحب نہ رکھا ہو تو یہ منکرات و شنیعات میں سے ہے اور ان میں بعض منکرات بعض سے سخت تر ہیں عام ازایں کہ وہ درخت ہو یا پانی کا چشمہ ہو یا نہر پہاڑ ہو یا غار اور سب سے بڑھ کر قبیح و شنیع تو یہ ہے کہ اس زمین کے ٹکڑے کی نذر مانی جائے۔ اور کہا جائے کہ وہ ٹکڑا منت پوری کرتا ہے جیسا کہ بعض گمراہ لوگ ایسا خیال رکھتے ہیں، تو اس طرح کی نذریں باتفاق علما گناہ و معصیت ہیں، ان کا پورا کرنا جائز نہیں'' پھر اس نے (ابن تیمیہ نے) ہی متعدّد مقامات پر بیان کیا ہے کہ یہ عمل حجاز کے بہت سارے شہروں اور دیہاتوں میں رائج ہے''۔

اور مذکورہ کتاب (اقتضاے صراط مستقیم) میں ایک مقام پر کہتا ہے: "سائلین کبھی دعاے حرام کا ارتکاب کرتے ہیں جس کے ساتھ وہی غرض حاصل ہوتی ہے جو انہیں نفع سے بڑھ کر نقصان پہنچاتی ہی۔"۔

پھر آگے ذکر کرتا ہے کہ ان امور کے مرتکبین کو اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں اور حسنات کی بدولت معاف فرمادے گا۔ اور کہا کہ حکایت بیان کی جاتی ہے کہ مدینہ منورہ کے جوار میں رہنے والا ایک شخص نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی قبر انور پر آکر ایک قسم کے کھانے کی خواہش کرنے لگا تو ایک ہاشمی اس کے پاس (مطلوبہ کھانا لے کر) آئے اور کہا کہ بے شک نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے تجھے یہ (کھانا) عطا کیا ہے اور کہا ہے کہ یہاں سے نکل جا اس لیے کہ ہمارے یہاں لوگ اس طرح کی خواہش وطلب نہیں کرتے ہیں"۔

اور تمہارے شیخ نے آگے کہا کہ کچھ لوگوں کی دعائیں اور حاجتیں پوری بھی ہوئی ہیں مگر ان سے اس طرح کی بات نہیں کہی گئی وہ اس لیے کہ یا تو انہوں نے وہ عمل بطور اجتہاد کیا یا تقلید میں کیا یا علم کی کمی کی وجہ سے کیا، اور معلوم ہے کہ جاہل کے لیے وہ کچھ بھی معاف ہوجاتا ہے جو اس کے غیر کے لیے نہیں ہوتا، اسی وجہ سے اس باب میں جو واقعات عموماً بیان کیے جاتے ہیں ان کا صدور ہمیشہ کم علم وکم فہم لوگوں سے ہی ہوتا ہے، اور اگر یہ عمل شریعت یا دین کا حصہ ہوتا تو اہل علم ومعرفت اسے بڑھ چڑھ کر کرتے، لہٰذا انہوں نے فرق کیا ہے، فعل کے مرتکب کی بخشش ومغفرت ہوجانا اور بات ہے اور فعل کا مباح ہونا اور بات ہے، میں کچھ ایسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں جنہوں نے بعض انبیا وصالحین کی قبروں سے سوال کیا تو ان کی دعا اور حاجت پوری ہوگئی، مگر وہ لوگ بھی ان سے خارج نہیں جن کا میں نے اوپر ذکر کیا اور نا ہی ان کا عمل شریعت ہوجائے گا کہ پیروی کی جائے اور نہ ہی سنت۔ اس لیے کہ افعال کا مستحب اور سنت ہونا تو قرآن وحدیث اور سابقین واولین کے عمل سے ثابت ہوتا ہے، لہٰذا جو ان کے ماسوا نوپید امور ہیں وہ ہرگز مستحب نہیں ہوسکتے اگرچہ بسا اوقات ظاہری فوائد ومنافع پر مشتمل ہوں۔

مسئلہ نذر وغیرہ میں ابن تیمیہ کی دریدہ دہنی اور سخت کلامی

مزید کہا: اس طرح کی حرام نذریں اور منتیں شریعت میں مزارات وغیرہ کے ان خادموں اور مجاوروں کے کھانے پینے کے لیے ہو جاتی ہیں جو وہاں پر مستقل مقیم رہتے ہیں۔ اور رہا ان نذر ماننے والوں کا حال تو ان میں کوئی کہتا ہے کہ میں بیمار تھا تو میں نے منت مانی کہ صحیح ہو جاؤں، کوئی کہتا ہے کہ مجھ پر جنگ کرنے والوں نے خروج کیا تو میں نے نذر مانی کہ یہ دفع ہوں، کوئی کہتا ہے کہ سمندر کا سفر در پیش ہے سلامتی پر نذر پیش کروں گا اور کوئی کہتا ہے کہ مجھے قید کر دیا گیا تو میں نے رہائی کے لیے منت مانی اور ان سب لوگوں کے دلوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ یہ نذریں ان کے حصول مطالب اور دفع ضرر میں سبب ہیں۔

حالاں کہ نبی صادق مصدوق (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خبر دے چکے ہیں کہ طاعت الٰہی کی نذر ماننا بھی چہ جائے کہ نذر معصیت ہو خیر کا سبب نہیں [۱]

مگر آپ بہت سے ایسے لوگوں کو پائیں گے جو کہتے پھرتے ہیں کہ فلاں مزار یا فلاں مقام نذر قبول کرتا ہے، مطلب یہ کہ لوگ جب اس کی نذر مانیں گے تو ان کی ضرورت پوری ہو جائے گی پھر وہ اپنی نذر پوری کریں گے۔

آگے چل کر کہا: روایت کی جاتی ہے کہ ایک شخص نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی قبر مبارک پر حاضر ہوا اور حضور علیہ السلام سے قحط کے دنوں میں (خشک سالی) کی شکایت کی، تو خواب میں اسے حضور علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی کہ آپ علیہ السلام اسے حکم فرمار ہے ہیں کہ عمر کے پاس جاؤ اور کہو کہ نکل کر لوگوں کے ساتھ پانی طلب کریں۔ اور دعاے استسقا پڑھیں اس طرح کے بہت سے واقعات حضور اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے قرب میں رہنے والوں سے واقع ہوئے ہیں اور میں ان سے باخبر بھی ہوں، اسی طرح بعض لوگوں کا نبی اکرم

---

[۱] ایک حدیث کی طرف اشارہ ہے جو حضرت عبد اللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ نذر کسی چیز کو مقدم یا مؤخر کرنے کی طاقت نہیں رکھتی، نذر کے ذریعے تو بس بخیل سے (مال) نکالا جاتا ہے۔ (بخاری ۶۶۹۳) (نسائی)

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور آپ کے علاوہ کسی امتی سے سوال کرنا اور اس کی حاجت پوری ہوجانا، تواس طرح کے بہت سے واقعات ہیں مگر تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کا دعا کو قبول فرمانا اور آپ کے علاوہ کسی امتی کا ان سائلین کی حاجتوں کو پورا کردینا ہرگز سوال وطلب کے مستحب ہونے پر دلالت نہیں کرتا، اس لیے کہ ان ضدی سائلین میں اکثر ایسی حالت میں تھے کہ اگر ان کے سوال و دعا کو قبول نہ کیا جاتا تو ان کا ایمان ہی ڈگمگا جاتا، جیسا کہ آپ علیہ السلام کے سائلین کا آپ کی حیات ظاہری میں حال تھا۔

مزید بیان کیا کہ حد تو یہ ہے کہ بعض قبروں پر سال کے ایک مخصوص دن لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے اور لوگ دور دراز شہروں سے سفر کرکے ماہ محرم یا سفر یا عاشورہ وغیرہ میں بالقصد آتے ہیں اور اس مخصوص دن وہاں اجتماع کرتے ہیں جس طرح عرفہ و مزدلفہ کا، سال کے مخصوص و معلوم دنوں میں قصد کیا جاتا ہے"۔

بسا اوقات اس قسم کے اجتماعات کا اہتمام دین و دنیا میں سخت ترین منکر و شنیع ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ بعض لوگوں کو تو یہ کہتا بھی سنا گیا کہ ہم فلاں فلاں کی قبر کے حج کا ارادہ رکھتے ہیں غرضیکہ قبروں اور مزاروں پر یہ افعال و حرکات بعینہ وہی ہیں جن سے حضور نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے منع فرمایا تھا۔

اور انہی اعمال کو حضرت امام احمد ابن حنبل نے منکر کہا اور فرمایا کہ لوگ اس میں افراط کر بیٹھتے ہیں اور حد سے تجاوز کرجاتے ہیں اور بطور مثال آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے امام حسین کے مزار پر جو کچھ ہوتا ہے کو ذکر کیا۔

پھر تمھارے شیخ نے کہا کہ اس میں وہ بھی داخل ہے جو کچھ حضرت نفیسہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)[ا] وغیرہ کی قبروں کے پاس مصر میں ہوتا ہے اور جو کچھ عراق میں اس مقام پر ہوتا ہے

[ا] **(سیدہ نفیسہ کا ذکر جمیل اور نذر وذبح کی حقیقت)**

سیدہ نفیسہ طیبہ طاہرہ بنت امیر المومنین حسن انور ابن زید الابلج ابن نواسۂ رسول امام حسن بن سیدنا علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) (۱۴۵۔۲۰۸ھ)

جسے حضرت علی کی قبر کہا جاتا ہے، اور قبر حسین کہا جاتا ہے اور دیگر اسلامی ممالک میں بہت ساری قبروں پر ہوتا ہے جس کا احصار واعداد ممکن نہیں۔"تمھارے شیخ کا کلام یہاں اختتام پذیر ہوا۔

حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نواسہ رسول امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پر پوتی ہیں اہل مصر کی اہل بیت سے عقیدت و محبت آپ کو سرزمین مصر لے آئی وہیں آپ کا مزار مبارک ہے جو عوام و خواص میں بلا اختلاف ان مقامات میں شمار کیا جاتا ہے ہے جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں، فقیر قادری کو بھی دوران قیام مصر کئی دفعہ آپ کی قبر انور کی زیارت نصیب ہوئی، عجب کیفیت روحانی کا احساس ہوا، ملک مصر ہی کے ایک مشہور امام عارف باللہ سیدی عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی (ان کا مزار مبارک بھی مصر میں مرجع خلائق ہے، یہاں بھی فقیر کی حاضری ہوئی ہے) کتاب مستطاب طبقات کبریٰ احوال سیدی ابو المواہب محمد شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، میں فرماتے ہیں: "وکان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول رایت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال اذا کان لك حاجۃ واردت قضاءھا فانذر لنفیسۃ الطاھرۃ ولو فلسا فان حاجتك تقضی" یعنی حضرت ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور نے فرمایا جب تمہیں کوئی حاجت ہو اور اس کا پورا ہونا چاہو تو سیدہ طاہرہ حضرت نفیسہ کے لیے کچھ نذر مان لیا کرو اگرچہ ایک ہی پیسہ ہو تمھاری حاجت پوری ہوگی۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت اس طرح کے دیگر اقوال و واقعات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ ہیں اولیا کی نذریں اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ نذر اولیا کو "ما اھل بہ لغیر اللہ" میں داخل کرنا باطل ہے، ایسا ہوتا تو ائمہ دین کیوں کر اسے قبول فرماتے اور کھاتے کھلاتے بلکہ "ما اھل بہ لغیر اللہ" وہ جانور ہے جو ذبح کے وقت تکبیر میں غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔ (بحوالہ فتاویٰ رضویہ صفحہ ۶۰۵ جلد ۱۳)،

ذکر پاک حضرت نفیسہ طیبہ طاہرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے یہاں ابن تیمیہ کے خیال خام کا مختصراً ہی رد بھی ہوگیا۔

تلخیص عبارات ابن تیمیہ از مصنف

قال المصنف: تو اے اللہ کے بندو! اب تم ذرا تامل سے کام لو۔ تمہارے شیخ کے کلام میں بہت سارے ایسے مقام آئے جو تمہارے خود ساختہ ان مفاہیم کا رد کرتے ہیں جو تم ان کی عبارتوں سے سمجھ بیٹھے ہو اور ان کے کلام سے استدلال کرتے ہو اور اس میں تمہارے تکفیر مسلمین کے مذہب کا بطلان ہے۔

ابن تیمیہ سیر اور ابن عبد الوہاب سوا سیر

اب ہم زیادتیٔ فائدہ اور تکمیل نفع کے لیے مذکورہ عبارات کے بعض اقتباسات پیش کرتے ہیں :

(۱) اس نے (تمھارے شیخ نے) ذکر کیا کہ زمین کے کسی ٹکڑے کے قصد و ارادے سے زیارت کرنے جانا اور پانی کا چشمہ، درخت اور غاروں کی نذر ماننا منکرات و شنیعات میں سے ہے، جس کا ایفاء واجب نہیں، مگر سن لو اس نے ان افعال کے مرتکب کو کافر مرتد، اور حلال المال والدم نہیں کہا جیسا تم کہتے ہو۔

(۲) کچھ لوگ ان ذکر کردہ اشیاء کے قصد و نذر کا حکم دیتے ہیں، تو اس نے (تمھارے شیخ نے) اسے گمراہ قرار دیا تمھاری طرح کافر نہ کہا۔

(۳) ان مقامات اور ان قبور و مزارات اور ان حرکات سے بلاد اسلام زمانۂ قدیم سے پُر اور بھرے ہوئے ہیں، مگر نہ تمھارے شیخ نے اور نہ ہی کسی عالم نے کبھی یہ کہا کہ یہ دار الحرب اور بلاد کفر ہو گئے ہیں، جیسا کہ آج تم ان ممالک اسلامیہ کے ساکنین کی تکفیر کرتے ہو بلکہ کف لسان کرنے والے کو بھی کافر کہتے ہو۔

(۴) اس نے ذکر کیا کہ اہل قبور و مزارات سے طلب و استدعا کثرت کے ساتھ شائع و ذائع ہے، زیادہ سے زیادہ اس کا حکم اس کے نزدیک یہ ہے کہ وہ حرام ہے بلکہ اس سلسلے میں مجتہد و

مقلد اور جاہل پر سے رفع خطا کا حکم دیا، مگر تمہارا حال تو یہ ہے کہ تم ان افعال کی بنا پر مرتکبین کو ان کفار قریش سے بڑا کافر کہتے ہو جنہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو جھٹلایا تھا۔

(۵) غایت و انتہاء اس باب میں اس کے نزدیک یہ ہے کہ مسلمانوں کو جاننا چاہیے کہ اسے اللہ نے مشروع نہیں فرمایا ہے، مگر تم کہتے ہو کہ بداہتہً معلوم ہے کہ یہ کفر ہے حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ کو بھی یہ معلوم ہے اور جس نے اس کے کرنے والے کو کافر نہ کہا وہ خود کافر ہے۔ تو اے اللہ کے بندو! خبردار اور ہوشیار ہو جاؤ۔

(۶) اس نے کہا کہ "نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور آپ کے علاوہ کا ان ضدی سائلین کی دعا قبول فرمانا اس لیے تھا کہ اگر آپ قبول نہ فرماتے تو ان کا ایمان ڈگمگا جاتا" تو اس نے ان لوگوں کو مومن قرار دیا اور ان کی دعاؤں کا قبول ہونا اللہ کی رحمت کے طور پر تھا تاکہ ان کے ایمان مضطرب نہ ہو جائیں، حالاں کہ تم کہتے ہو کہ مرتکب کافر ہے بلکہ کف لسان کرنے والا بھی کافر ہے۔

(۷) بلاشبہ یہ افعال و امور یعنی نبیٔ اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے سوال و استدعا کرنا صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے زمانے میں ہی رونما اور وقوع پذیر ہو گئے تھے جیسا کہ ایک شخص نے روضہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر آپ سے قحط کی شکایت کی پھر خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ السلام حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس جانے کا حکم فرما رہے ہیں، اور کہیں مذکور نہیں کہ حضرت عمر نے اس پر رد و انکار فرمایا ہو مگر تمہارا حال یہ ہے کہ اس طرح کے لوگوں کو کافر قرار دیتے ہو۔

(۸) بے شک یہ امور امام احمد ابن حنبل کے زمانے سے پہلے، ائمہ اسلام کے زمانے میں ہی پیدا ہو گئے تھے اور ان میں سے انکار و رد کرنے والوں نے رد و انکار کیا مگر یہ اسی طرح جاری و ساری رہے یہاں تک کہ تمام بلاد اسلام اس سے بھر گئے اور مسلمین ان افعال کا ارتکاب کرنے لگے جس کی بنا پر تم تکفیر کرتے ہو، مگر ائمہ مسلمین میں سے کسی سے مروی نہیں کہ انہوں نے ان کی بنا پر تکفیر کی ہو نہ ہی انہوں نے مسلمانوں کو مرتد کہا نہ ہی جہاد و جدال کا حکم دیا اور نہ ہی بلاد

مسلمین کو بلاد شرک و حرب کا نام دیا جیسے تم دیتے ہو بلکہ اس کی بھی تکفیر کرتے ہو جو ان افعال کی بنا پر کسی دوسرے کی تکفیر نہ کرتا ہو اگرچہ خود ان کا مرتکب نہ ہو، کیا یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ امور ان وسائط و سائل میں سے ہیں جن کا ذکر اس عبارت میں ہے اور جس کے فاعل کی اجماعاً تکفیر کی جاتی ہے اور ائمہ اسلام کی آٹھ صدیاں گزر گئیں، اس کے باوجود علمائے اسلام میں سے کسی عالم سے ان امور کا کفر ہونا مروی نہیں بلکہ کوئی عاقل یہ سوچ بھی نہیں سکتا، بلکہ خدا کی قسم تمہارے قول سے تو یہ لازم آتا ہے کہ امام احمد ابن حنبل (رحمۃ اللہ تعالی علیہ) کے زمانے کے بعد ساری امت، علما و عوام ہوں یا خواص ہوں سب کافر و مرتد ہیں۔۔فانا للہ و انا الیہ راجعون۔

ہائے افسوس! اللہ کی پناہ، بار بار اللہ کی پناہ، یا تم وہ کہتے ہو جیسا کہ تمھارے گروہ کے بعض عوام کہتے ہیں کہ حجت صرف تم سے ہی قائم ہوتی ہے، ورنہ تو گزشتہ ائمہ دین اسلام کی معرفت ہی نہیں رکھتے تھے۔ اے اللہ کے بندو! خبر دار ہوشیار۔

مگر حقیقت تو یہ ہے کہ تمھارے شیخ کا کلام الٹا تم پر ہی حجت قائم کرتا ہے اور تمہارے اس سمجھنے کو غلط ٹھہراتا ہے کہ یہ افعال من جملہ شرک اکبر ہیں اور تمہارے اس مفہوم کو بھی کہ مذکورہ افعال و امور اس عبارت کے معنیٰ میں شامل ہیں: ”من جعل بینه و بین الله وسائط۔۔ الخ“ اللہ ہمیں اور تمھیں گمراہی سے بچائے۔

فصل پانزدہم: امت اسلامیہ کی ہلاکت عذاب عام سے نہیں ہوگی

تمہارے قول کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلیل ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ثوبان سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''بے شک اللہ نے میرے سامنے دنیا کو لپیٹ دیا تو میں نے مشارق و مغارب ارض کا مشاہدہ کیا اور یہ کہ میری امت کی حکومت و سلطنت تا حد مشاہدہ پھیل جائے گی اور مجھے سرخ و سفید دو خزانے عطا کیے گئے، میں نے اپنے رب سے دعا مانگی کہ میری امت کو عذاب عام، عمومی قحط سے ہلاک نہ فرمانا اور نہ ہی ان کے اپنوں کے علاوہ کوئی ایسا دشمن ان پر مسلط فرمانا جو ان کی اکثریت کو تباہ کر دے، تو میرے رب نے ارشاد فرمایا: اے محمد جب میں قضا کو نافذ کرتا ہوں تو وہ رد نہیں ہو سکتی، بے شک میں نے تمھاری امت کے لیے مقدر فرما دیا کہ میں انہیں قحط عام سے ہلاک نہ کروں گا اور نہ ہی ان پر ان کے اپنوں کے علاوہ سے ایسا دشمن مسلط کروں گا جو ان کو ہلاک کرے اگرچہ یہ دشمن اطراف و اکناف عالم سے اکٹھا ہو کر آجائیں یا فرمایا کہ دشمن دور دراز علاقوں میں سے جمع ہو جائیں، یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کو خود ہی تباہ و برباد کریں گے اور ایک دوسرے کو قید و بند کریں گے'' انتہی۔

مذکورہ حدیث کی دلالت کی صورت یہ ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے خبر دی کہ اللہ اس امت پر ان کے ماسوا کوئی دشمن مسلط نہیں فرمائے گا بلکہ ایک دوسرے کو ہی مسلط فرمائے گا۔

اور یہ بات احادیث میں معرفت رکھنے والوں میں سے ہر خاص و عام کو معلوم ہے کہ یہ امور جن کی بنا پر تم لوگ تکفیر کرتے پھرتے ہو بلاد مسلمین کا سات سو سالوں سے احاطہ کیے ہوئے ہیں جیسا کہ ماسبق میں نقل ہوا تو اگر یہ امور و افعال بت پرستی شرک اکبر یا وسائط و وسائل ہوتے جیسا کہ تمھارا گمان ہے تو پھر ان بلاد کے تمام سکان و اہلیان کافر ہوتے اور ان کی تکفیر سے زبان روکنے والا بھی کافر ہوتا جیسا کہ آج تم لوگ یہ کہتے ہو، حالاں کہ روشن و واضح ہے کہ علما و امراً

نے ان کی تکفیر نہ کی اور ان پر مرتدین کے احکام جاری نہ کیے، باجودیکہ یہ امور اکثر بلاد اسلام میں در پردہ نہیں اعلانیہ کیے جاتے رہے ہیں۔ بلکہ جیسا کہ تمہارے شیخ نے کہا کہ حرام نذریں بہت سارے لوگوں کے کھانے پینے کے لیے ہوجاتی ہیں (یعنی کفر نہیں ہوتی ہیں بلکہ وہ پھیر دی جاتی ہیں) مزید کہا کہ ان مزارات کی طرف دنیا بھر سے سفر کرکے آنے والوں کی تعداد حج کے مسافرین سے زیادہ ہوتی ہے توان سب باتوں کو سامنے رکھ کر ہمیں بتاؤ کہ صاحبان علم وفضل اور اصحاب سیف وسنان میں سے کسی ایک بھی شخص نے تمھاری بولی، بولی؟ بلکہ سب نے ان پر اہل اسلام کے احکام جاری کیے تو اگر وہ ان افعال کی وجہ سے کافر و بت پرست ہوتے در آں حالیکہ علماء و امراء ان پر احکام اہل اسلام جاری کرر ہے ہیں تو علما و امراء خود اپنے اس عمل کی وجہ سے کافر ٹھہرتے کیوں کہ اس مشرک کی تکفیر نہ کرنے والا جو اللہ کے ساتھ کسی کو خدا ٹھہراتا ہے خود کافر ہے تو اس صورت میں یہ لوگ اس امت (اجابت) سے نہ شمار ہوں گے بلکہ کفار کہلائیں گے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس امت پر مسلط فرمادیا اور انہوں نے اس امت کو تباہ و برباد کردیا، اور یہ بات ذکر کردہ حدیث کے منافی ہے، اور وہ حدیث میں تدبر کرنے والے کے لیے ظاہر ہے، اللہ ہی توفیق بخشنے والا ہے جس کے سوا کوئی رب نہیں۔

اب اگر تم یہ اعتراض کرو کہ بعینہ اسی حدیث کو برقانی نے بھی روایت کیا ہے اور اس میں اس کا اضافہ کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا "مجھے اپنی امت پر گمراہ کرنے والے اماموں کا اندیشہ ہے، جب ان پر تلوار بے نیام ہوجائے گی تو قیامت تک رفع نہ ہوگی اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک میری امت کے قبائل مشرکوں سے نہ مل جائیں گے اور تاوقتیکہ میری امت کی ایک اچھی خاص جماعت بتوں کی پرستش نہ شروع کردے گی۔ اور یقینا میری امت میں تیس کذاب پیدا ہوں گے، سب کے سب نبوت کا دعوا کریں گے، حالاں کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور (یہ بھی سچ ہے کہ) میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم و غالب رہے گی، ان کو دھوکا دینے والے نقصان نہ پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے گا" (یعنی قیامت قائم ہوجائے گی)۔

میں کہوں گا کہ یہ بھی تم پر ہی حجت ہے، اور حدیث پاک کا پہلا جملہ ہی ہماری موافقت میں ہے کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''میں اپنی امت پر ائمۂ مضلین کا اندیشہ کرتا ہوں''۔ لہٰذا یہ دلالت کرتا ہے کہ آپ علیہ السلام کو ان پر کفر و شرک اکبر کا اندیشہ نہ تھا، بلکہ گمراہ کن ائمہ کا خیال تھا، جیسا کہ بعد میں یہ واقعہ پیش بھی آیا اور کچھ ابھی پیش آنا باقی ہے، تو اگر وہ سب حضور علیہ السلام کے بعد کافر ہی ہوجانے والے ہوتے تو یقیناً آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم) (بجائے ان کی فکر کرنے کے) چاہتے کہ ان پر ایسے لوگ مسلط ہوجائیں جو انہیں ہلاک و برباد کردیں، نیز یہ کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے اندیشوں میں سے تلوار کا کسنا بھی ہے کہ آپ (علیہ السلام) نے پیشن گوئی فرمائی کہ امت پر جب تلوار کسی جائے گی تو اٹھ نہ سکے گی، لہٰذا آپ کے بتانے کے مطابق ہی واقع ہوا جو کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی نبوت کی علامتوں اور دلالتوں میں سے ہے اور آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی یہ پیشن گوئی بھی جوں کی توں صادق آئی کہ ''قیامت نہ آئے گی تاوقتیکہ میری امت کا ایک گروہ مشرکوں سے نہ مل جائے گا''، نیز یہ بھی پیش آگیا ہے کہ ''قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک کہ میری امت سے ایک اچھی خاصی تعداد بت پرستی نہ شروع کردے گی''تو بے شک یہ حق ہے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم وغالب رہے گی۔۔۔الخ

تو یہ دلالت کرتا ہے کہ یہ ذکر کردہ امور جو بلاد اسلامیہ کو گھیرے ہوئے ہیں ہرگز بت پرستی کی قبیل سے نہیں، اس لیے کہ اگر یہ امور و افعال بت پرستی ہوتے تو ضرور بالضرور طائفہ منصورہ اور غالب جماعت ان کے مرتکبین سے جہاد و قتال کرتی، حالاں کہ یہ کہیں معروف و مذکور نہیں کہ تم سے پہلے کسی نے بھی اس بنا پر ان سے قتال کیا ہو یا ان کی تکفیر کی ہو یا ان کی جان مال کو حلال سمجھا ہو، لہٰذا اگر تم پرانی تاریخ میں ایسی کوئی شہادت اور گواہی یا ایسا کوئی واقعہ پاتے ہو تو پیش کرو، میں اس میں تمھارے ساتھ ہوجاؤں گا، حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ذکر کردہ دلائل شروع کلام سے آخر تک بالکل روشن اور واضح ہیں، والحمد للہ رب العالمین۔

فصل شانزدہم: تکفیر مسلمین کے بطلان پر مزید دلیلیں

نیز تمہارے تکفیر مسلمین کے مذہب کے باطل ہونے پر ''یہ حدیث پاک بھی دلیل ہے جسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں بروایت امیر معاویہ از ابوسفیان درج کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبیٔ اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے، یقینا میں ہی نعمت الٰہی تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا کرنے والا ہے اور یہ میری امت قیامت تک صراط مستقیم پر قائم رہے گی یا اللہ کا حکم آجائے گا۔۔۔'' انتہی

حدیث بایں طور دلیل ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے پیشین گوئی فرمائی کہ اس امت کا معاملہ آخری زمانے تک صحیح ومستقیم رہے گا اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ جن امور و مسائل کی بنا پر تم تکفیر کرتے پھرتے ہو وہ قدیم زمانے سے اعلانیہ بلاد اسلامیہ پر چھائے رہے ہیں جیسا کہ گزرا، لہٰذا اگر یہ امور شرک اکبر اور بہت بڑے ایسے بت ہوتے کہ ان افعال میں سے کچھ کرنے والا بت کا پجاری شمار کیا جاتا تو ہرگز اس امت کا معاملہ راست ومستقیم نہ ہوتا بلکہ کج اور منحرف ہوتا، ان کے بلاد، بلاد کفر قرار پاتے جہاں بتوں کی اعلانیہ پرستش ہو رہی ہے اور ان بت پرستوں پر وہاں احکام اسلام جاری ہیں۔۔

تو استقامت کہاں رہی؟ اور یہ بالکل واضح وروشن ہے۔

پھر اگر تم اعتراض کرو کہ احادیث صحیحہ میں حضور نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے کچھ وہ وارد و مروی ہوا ہے جو بیان کردہ کے خلاف ہے۔ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ''ضرور تم میں سے کچھ اپنے اگلوں کے طریقوں کو اپنائیں گے۔ الخ یا جو اس کے معنیٰ میں ہے نیز فرمایا(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم): ''یہ امت تہتر فرقے ہوجائے گی، ایک کے سوا سب جہنمی''، تو میں کہوں گا یہ حق ہے اور الحمد للہ کوئی معارضہ نہیں۔

اس لیے کہ علما نے اس کی مکمل وضاحت کردی ہے کہ اس امت کے باقی بہتر فرقے اہل بدعت واہل ہویٰ ہوں گے جیسا کہ ماسبق میں ان کا ذکر گزرا، اور وہ (کل کے کل) کافر نہ

ہوں گے بلکہ (ان پر بحسب ظاہر) مسلمان (کے احکام جاری) ہوں گے، سوائے اس کے جو دل میں رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تکذیب چھپائے اس لیے کہ وہ منافق ہوگا جیساکہ ماسبق میں تمہارے شیخ کے کلام میں اس کے متعلق مذہب اہل سنت نقل ہوا۔[ا]

اور آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا فرمانا کہ ''ایک کے سوا سب جہنم میں ہوں گے''تو وہ اہل کبائر و معاصی کی وعیدوں کی طرح ایک وعید ہے جیساکہ قاتل نفس، آکل مال یتیم اور آکل ربا وغیرہ کے لیے وعیدیں آئی ہیں اور رہا فرقہ ناجیہ (اہل سنت وجماعت) تو اس کی شان یہ ہے کہ وہ ہر قسم کی بدعت و ضلالت سے پاک، رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ہدایت کے تابع ہے جیساکہ اہل علم نے بیان کیا ہے اور یہ علماء کے اجماع سے ہے جیساکہ گزرا۔

اور حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ ''تم ضرور پہلوں کی روش اختیار کرلوگے''تو تمہارے ہی شیخ نے کہا ہے کہ یہ تمام امت کی پیشین گوئی نہیں ہے اس لیے کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے تواتر کے ساتھ مروی ہے کہ اس امت میں سے ایک گروہ یقیناً قیامت تک حق پر قائم و غالب (اور منصور) رہے گا۔ اور حضور علیہ السلام نے مزید پیشین گوئی فرمائی کہ میری امت کسی بدعت و ضلالت پر مجتمع نہ ہوگی اور اس دین کے اندر ضرور کچھ وہ لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو دین کی آبیاری کریں گے اور لوگوں کو طاعت الٰہی پر قائم رکھیں گے، لہٰذا آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ان سچی پیشین گوئیوں سے معلوم ہوا کہ یقیناً اس امت میں ایک قوم اپنے نبی کی اس سنت وہدایت سے متمسک رہے گی، جوکہ خالص دین اسلام ہے۔ اور ایک قوم دین اسلام سے یہود کے گروہوں میں ایک گروہ کی طرف یا نصاریٰ کے فرقوں میں سے کسی

[ا] مطلب یہ ہے کہ بہتر فرق مبتدعہ میں سے ہر شخص کی فرداً فرداً علی سبیل التعیین تکفیر نہیں کی گئی ہے (البتہ علی سبیل الاطلاق علما و ائمہ سے بعض فرق کی تکفیر منقول ہے) اسی لیے بحسب ظاہر جس کا کفر ثابت نہ ہو اس پر اہل اسلام کے احکام جاری کیے جاتے ہیں کیونکہ ان فرقہائے باطلہ کے منسبین میں کتنے وہ ہیں جنہیں ان کے جہل و تقلید وغیرہ کی وجہ سے معذور رکھا جاتا ہے، بات وہی کہ قول کفر ہونا اور بات ہے اور قائل کو علی سبیل التعیین کافر کہ دینا اور بات ہے، ہاں جس پر حجت قائم ہوجائے تو اس کے کفر و عذاب میں شک و شبہ بھی کفر ہوتا ہے۔

فرقے کی جانب منحرف و مائل رہے گی، اگرچہ شخص ہر طرح کے انحراف سے کافر نہیں ہوتا بلکہ کبھی فاسق بھی نہیں ہوتا۔

تمہارا شیخ آگے کہتا ہے: لوگ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بعثت سے قبل جاہلیت میں ڈوبے ہوئے تھے مگر آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بعثت کے بعد جاہلیت مطلقہ کا دور ختم ہوگیا اس لیے کہ آپ کی امت سے ایک گروہ قیامت تک غالب رہے گا، البتہ جاہلیت مقیدہ بسا اوقات ممکن ہے کہ بلاد مسلمین یا بعض لوگوں میں پائی جائے، جیسا کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے "میری امت میں چار عادتیں، زمانۂ جاہلیت کی ہیں۔

لہٰذا زمانہ جاہلیت مطلقہ آخری زمانے تک نہیں لوٹے گی جس وقت کہ عمومی طور پر تمام مومنین انتقال کر جائیں گے۔ تمہارے شیخ کا کلام یہاں اختتام پذیر ہوا۔

وہابیوں میں جنتی فرقے کی ایک صفت بھی موجود نہیں

تو اب تم پر واضح ہو گیا ہو گا کہ دین اسلام تمام بلاد اسلام میں بھرپور موجود ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی حدیثوں سے اور علمائے اعلام کی تفسیر و شرح سے ثابت ہوا اور یہ کہ تمام گمراہ فرقے اسلام پر ہی قائم ہیں بر خلاف تمہارے مذہب کے، اس لیے کہ اگر تمہارا مذہب صحیح ہوتا تو روئے زمین پر آٹھ سو سالوں سے کوئی مسلمان ہی نہ ہوتا بجز تمہارے حالاں کہ انتہائی تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ نجات پانے والے جنتی فرقے کی جو صفات رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ذکر فرمائی تھیں اور اسی طرح اہل علم نے بیان کی تھیں ان میں سے تم لوگوں کے اندر ایک بھی صفت موجود نہیں دکھتی۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون۔

فصل ہفدہم: بطلان مذہب پر مزید دلائل

(قبروں کے نام پر ذبح کرنے والے جاہل پر حکم کفر عائد نہیں ہوگا)

تمہارے مذہب کے عدم صحت پر وہ حدیث بھی دلیل ہے جسے امام بیہقی اور ابن عدی وغیرہ نے نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے روایت کیا کہ فرمایا: ''اس علم کو ہر طبقہ امت میں سے عادل وثقہ لوگ اٹھائیں گے جو اس سے اہل غلو کی تحریفوں، اہل باطل کے جھوٹے دعووں اور جاہلوں کی (غلط) تاویلوں کا رد کریں گے ''

''الاداب''میں کہا گیا ہے کہ میں نے امام احمد سے اس حدیث کے بابت دریافت کیا تو فرمایا کہ صحیح ہے۔ انتہی

ابن قیم نے کہا کہ یہ حدیث متعدّد طرق سے روایت کی گئی ہے بعض بعض کو مضبوط کرتے ہیں، اور حدیث اس (طرح تمھارے خلاف) حجت ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے حاملین علم نبوی کی صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ طبقات امت میں سے ہر طبقے کے عادل و ثقہ حضرات ہیں، اور متعدّد دفعہ گزر چکا کہ یہ افعال و معمولات جن کی بنا پر تم ان کے کرنے والوں کو کافر بناتے ہو، امت میں وجود ظاہری کے ساتھ سات سو سالوں سے زیادہ وقت سے موجود ہیں، بلکہ ابن قیم نے ذکر کیا ہے کہ زمین ان سے بھری پڑی ہے، اور شام وغیرہ بلاد مسلمین بلکہ سبھی اسلامی شہروں کا شمار کرا کے ان امور عظیمہ اور ہائلہ کا ذکر کیا جو ان بلاد مسلمین میں معمول بِہا ہیں، مثلاً سجدۂ قبور، ذبح لغیر اللہ، دعائے دفع کرب وبلا، استغاثہ مصیبت زدہ اور ان کی نذر وغیرہ ذٰلک۔ پھر قسم کھا کر ذکر کیا کہ یہ باتیں ان لوگوں کے منقولات میں سے مختصر کر کے بیان کی گئی ہیں، ورنہ تو ان کی حرکتیں بیان کردہ سے بہت زیادہ اور بڑھ کر ہیں۔

اور کہا کہ ''ہم نے ان کی بدعت و شرک کے ذکر کا احاطہ نہیں کیا ہے''۔ بہر حال تو ان سب کے باوجود کسی نے بھی ان لوگوں پر احکام کفر ظاہر نہ کیے نہ تو اس نے اور نہ اس کے طبقے کے کسی عالم نے اور نہ ہی اس سے پہلے اور بعد کے طبقوں کے ان اہل علم نے جن کی توصیف،

حضور علیہ السلام نے عدالت وحفظ دین از غلوغالی و تاویل جاہل و دعویٰ باطل سے فرمائی ہے، کسی نے بھی ان میں سے ان لوگوں پر کفر ظاہر کا حکم جاری نہیں کیا، نہ بلاد مسلمین کو بلاد کفار کہا اور نہ ہی ان کے شہروں پر حملہ کیا اور نہ ساکنان و اہلیان کو مشرک قرار دے کر جنگ کی۔ حالاں کہ وہ حضرات حق کی نصرت پر ہمہ وقت قائم تھے کہ یہ انہی لوگوں کا طائفہ ہے جو قیامت تک نصرت یافتہ ہیں۔

وہابیوں کے نزدیک تمام امت کفر و شرک میں مبتلا رہی ہے

بلکہ ابن قیم نے ذکر کیا ہے کہ یہ افعال و معمولات، (جن کی بنا پر تم تکفیر کرتے پھرتے ہو بلکہ تکفیر نہ کرنے والے کی بھی تکفیر کرتے ہو تمھارے گمان میں تو وہ بڑے بڑے بتوں کی پرستش ہے)، بکثرت بلاد اسلامیہ میں رائج ہیں، اس نے یہاں تک کہا کہ محترم ہے وہ شخص جو ان بدعات سے پاک و مبرا ہے بلکہ وہ زیادہ ہی بہتر ہے جو ان افعال کا رد و طرد کرنے والوں کی مخالفت و مخاصمت نہیں کرتا''۔ پھر اس نے ذکر کیا کہ امت کی اکثریت ان کاموں کو کرتی ہے، اور جو ان افعال کو نہیں بھی کرتے ہیں وہ رد و انکار کرنے والوں کو رد کرنے سے منع کرتے ہیں، اور اگر وہ پھر بھی تردید کرتے ہیں تو وہ ان کی دشمنی اور مخالفت پر اتر آتے ہیں''۔ بہر حال تو اگر تمھارا مذہب حق و صحیح مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ تمام امت (خاک بد ہن قائل) والعیاذ باللہ، کل کی کل شرک اکبر کے ساتھ اللہ کا شرک کرتی ہے، نہ صرف یہ بلکہ اس فعل شرک کو اچھا جانتی رہی ہے، اور زمانۂ ابن قیم سے قبل رد و انکار کرنے والوں کا رد کرتی رہی ہے، لہٰذا اس صورت میں ذکر کردہ حدیث اور اس سے پہلے والی حدیث اور وہ حدیث جو ان شاء اللہ بیان کی جائے گی تمھارے مذہب کی تردید کرتی ہے اور اس کے بطلان کو ظاہر و واضح کرتی ہے اس کے لیے جسے توفیق بخشی گئی ہے۔ والحمد للہ۔

فصل ہیزدہم: فرمان نبوی میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا

تمہارے مذہب کے بطلان پر من جملہ دلائل یہ روایت بھی ہے جو نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے صحیحین میں وارد ہوئی ہے کہ ''میری امت سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی عدم موافقت اور مخالفت کرنے والے قیامت تک انہیں کچھ ضرر نہ پہنچا سکیں گے''۔

تمہارا الشیخ تقی الدین اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد کہتا ہے کہ حضور نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ارشاد کے مطابق یہ امت ویسی ہی رہی ہے، کیوں کہ ارشاد ہوا ہے کہ اس امت میں ہمیشہ ایک جماعت علم و شمشیر کے ساتھ غالب و منصور رہے گی، ان کو وہ کچھ نہ لاحق ہوگا جو پہلی امتوں کو مثلا بنو اسرائیل وغیرہ کو لاحق ہوا، کہ دشمنوں سے مقہور و مغلوب ہوئے تھے بلکہ یہ امت اگر دنیا کے کسی حصے میں مغلوب ہوئی تو دوسرے علاقے میں غالب و منصور ہوگی، پوری امت پر کوئی دشمن وغیرہ مسلط نہ ہوسکیں گے مگر ان میں باہم اختلاف و فتنہ واقع ہوں گے۔

آگے کہتا ہے کہ مذہب اہل سنت و جماعت کے ہی لوگ قیامت تک غالب رہیں گے، انہی لوگوں کے متعلق نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے: ''لا تزال طائفة من امتی۔''ختم شد۔

قال المصنف: یہ حدیث تمہارے خلاف اس طرح حجت ہے، کہ جس جماعت اور طائفہ کا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ذکر فرمایا وہ غالب و ظاہر رہے گی، نہ کہ پسپا اور پوشیدہ جیسا کہ تمہارا زعم ہے، اور کامیاب و کامران رہے گی نہ کہ ذلیل و رسوا، نیز بلاد اسلامیہ کبھی ان سے خالی نہ رہیں گے، نیز تمہارے شیخ نے کہا کہ دشمن ان پر مسلط اور غالب نہ آسکیں گے، لہٰذا جب اس جماعت کے صادق و مصدوق نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی صراحت فرمادینے سے یہ اوصاف و شمائل ہیں اور یہ امور جن کی بنا پر تم تکفیر مسلمین کرتے ہو بلاد اسلامیہ میں سات

سوسالوں سے زیادہ مدت سے بھرے پڑے ہیں ، اور تم گمان کرتے ہو کہ یہ غیر اللہ کی عبادت ہے اور یہ وہی وسائط شرکیہ ہیں جن کا ذکر قرآن میں ہے لیکن ان سب کے باوجود ، کسی بھی زمانے میں یہ نہیں ملتا کہ کسی نے بھی تمھاری جیسی بولی بولی ہو یا تم جیسا قدم اٹھایا ہو، بلکہ تم خود بھی اپنے شبہات کے لیے کوئی دلیل و حجت نہیں پاتے ہو بجز اس واقعہ کے کہ حضرت علی نے (کرم اللہ وجہہ الکریم) اسے قتل کیا جس نے کہا آپ خدا ہیں (معاذ اللہ) اور حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مرتدین سے جہاد فرمایا۔ یا تم اس مجمل عبارت سے استدلال کرتے ہو جس سے تمہارا وہ مفہوم اخذ کرنا ہر ذی علم کے نزدیک مضحکہ خیز ہے۔

اشتباہ و التباس کے زوال پر الحمد للہ، بخدا صرف ذکر کردہ حدیث ہی تمہارے قول و مذہب کے بطلان میں کافی ہے بشرطیکہ حق کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھنے والی سماعت ہو ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ تمہیں ہلاکت سے بچائے، بے شک وہ بخشش و کرم والا ہے۔

فصل نوزدہم: فرمان رسول (علیہ السلام) کفر کی نمود سمت مشرق سے ہوگی

تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث پاک بھی دلالت کرتی ہے جو صحیحین میں حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ، نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ "کفر کی ابتداء مشرق کی جانب سے ہوگی"، اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ایمان تو یمنی ہے البتہ فتنوں کا ظہور یہاں سے ہوگا (نجد کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے) کہ یہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا"۔

نیز صحیحین میں حضرت ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا درآں حالیکہ آپ مشرق کی طرف متوجہ تھے کہ "فتنے یہاں سے جنم لیں گے" اور نیز بخاری میں انہی سے مرفوعًا روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا "اے اللہ ہمارے شام و یمن میں برکت فرما، اے اللہ ہمارے شام و یمن کو مبارک فرما"، صحابہ نے عرض کیا: اور ہمارے نجد میں؟ فرمایا "اے اللہ ہمارے شام و یمن میں برکت نازل فرما"، پھر عرض کیا اور ہمارے نجد میں۔؟ تو تیسری دفعہ میں فرمایا کہ وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا"۔

امام احمد کی حضرت ابن عمر سے مرفوعًا روایت ہے کہ (حضور علیہ السلام نے دعا فرمائی) "اے اللہ ہمارے لیے برکت نازل فرما ہمارے مدینہ میں اور ہمارے پیمانوں میں اور ہمارے شہروں میں اور ہمارے یمن و شام میں، پھر حضور علیہ السلام نے جائے طلوع آفتاب (مشرق) کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ یہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا"، اور فرمایا: یہاں سے زلزلوں اور فتنوں کا آغاز ہوگا"۔ ختم شد۔

قال المصنف: میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے سچ فرمایا تو آپ پر اور آپ کے تمام آل و اصحاب پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، یقینا آپ نے امانت ادا فرمادی اور پیغام رسالت پہنچادیا۔

تمہارے شیخ تقی الدین نے کہا: ”حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے مدینے سے جانب شرق نجد ہے اور اسی سمت سے مسیلمہ کذاب نکلا تھا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا، یہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بعد پہلا حادثہ پیش آیا، ایک مخلوق نے اس کی پیروی کرلی تھی پھر خلیفۃ الرسول حضرت صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس سے قتال فرمایا۔“ انتہی۔

ذکر کردہ حدیث بوجوہ کثیرہ تمھارے مذہب کے بطلان پر دلیل ہے، جن میں سے چند وجوہ کا ہم یہاں ذکر کریں گے :

پہلی وجہ یہ کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ذکر فرمایا کہ ایمان میرے دائیں جانب (یعنی جانب یمن) ہے اور فتنے سمت مشرق سے نکلیں گے، اس کا ذکر بار بار فرمایا۔

دوسری وجہ یہ کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے حجاز اور اہل حجاز کے لیے بار بار دعا فرمائی اور اہل مشرق کے لیے دعا فرمانے سے انکار فرمادیا اس لیے کہ وہاں سے فتنوں کا ظہور ہو گا خصوصا نجد سے۔

وہابیوں کے نزدیک برکت والی سرزمین دار الکفر اور فتنوں کی سرزمین دار الایمان ہے

تیسری یہ ہے کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بعد سب سے پہلا فتنہ جو واقع ہوا وہ ہماری اسی زمین (نجد) پر واقع ہوا ہے، تو میں کہتا ہوں کہ رہے یہ امور جن کی وجہ سے تم مسلمانوں کو کافر کہتے ہو، بلکہ کافر نہ کہنے والوں کو بھی کافر کہتے ہو، تو مکہ و مدینہ اور یمن ان امور سے صدیوں سے بھرے ہوئے ہیں، بلکہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ روے زمین پر یہ امور و افعال سب سے بڑھ کر یمن اور حرمین میں ہی ہوتے رہے ہیں۔

اور ہمارے اس شہر (نجد) کا یہ حال ہے کہ سب سے پہلے فتنے کا ظہور یہیں ہوا، بلکہ بلاد مسلمین میں اس شہر کے فتنوں اور فسادوں سے بڑھ کر نئے پرانے کسی فتنے کو ہم نہیں جانتے، اور آج کل تمہارا مذہب یہ پیدا ہوا ہے کہ عوام الناس پر تمہارے مذہب کی اتباع واجب ہے،

اور یہ کہ جو تمہارے مذہب کا پیرو ہو اور اپنے شہر میں اس کو ظاہر کرنے اور اہل شہر کی تکفیر کرنے کی طاقت وقدرت نہ رکھتا ہو تو اس پر تمہاری طرف ہجرت کرنا لازم ہے، اور یہ کہ تمہیں زعم ہے کہ تم ہی طائفہ منصورہ ہو، جبکہ یہ مذکورہ حدیث کے خلاف ہے، اس لیے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سب باتوں کا علم عطا فرمادیا، جو آپ کی امت پر قیامت تک پیش آنے والا ہے اور حضور علیہ السلام نے ان پر اور ان کی جانب سے جو واقعات اور حوادث پیش آنے والے ہیں ان کی پیشین گوئی بھی فرمادی۔

لہٰذا اگر معلوم ہوتا کہ سمت مشرق خصوصاً نجد سرزمین مسیلمہ، دار الایمان ہوجائے گی، اور طائفہ منصورہ وہیں ہوگا، اور یہی وہ سرزمین ہوگی جہاں سے ایمان کا ظہور ہوگا، اور دوسرے شہروں میں یہ بات پوشیدہ نہیں رہے گی، اور حرمین شریفین اور یمن دار الکفر ہوجائیں گے، جہاں بتوں کو پوجا جائے گا، اور جہاں سے ہجرت کرنا واجب ہوگا، تو ضرور حضور علیہ السلام اس کی خبر دیتے، اور اہل مشرق خصوصاً نجد کے لیے دعا اور حرمین شریفین اور یمن کے لیے بدعا فرماتے، اور پیشین گوئی فرمادیتے کہ یہاں کے لوگ بتوں کو پوجنے لگیں گے، اور حضور علیہ السلام ان سے اپنی برأت کا اعلان فرمادیتے، حالاں کہ ایسا کچھ نہ ہوا بلکہ اس کا خلاف وعکس ہوا، کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مشرق کو عام اور نجد کو خاص کرکے فرمایا کہ یہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا، اور یہاں سے فتنہ وفساد بپا ہوگا، اسی وجہ سے آپ علیہ السلام اس کے لیے دعا کرنے سے باز رہے۔

یہ سب تمھارے زعم وظن کے برخلاف ہے، آج تمہارا مذہب تو یہ ہے کہ جن کے حق میں رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے دعا فرمائی تھی وہ کافر ہیں، اور جن کے حق میں دعا فرمانے سے منع فرمایا تھا اور طلوع قرن شیطان وظہور فتن کی خبر دی تھی، ان کی سرزمین (نجد) بلاد ایمان واسلام ہے، جس کی طرف ہجرت واجب ہے حالاں کہ کہ ان سب کا بطلان احادیث کریمہ سے واضح وروشن ہے، باذن اللہ۔

فصل بستم: فرمان نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میری امت کبھی شرک میں مبتلا نہ ہوگی

تمہارے مذہب کے بطلان پر من جملہ دلائل یہ روایت بھی ہے جو صحیحین میں عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے منبر پر کھڑے ہوکر فرمایا کہ میں تم پر یہ اندیشہ نہیں کرتا کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگوگے، مگر مجھے تم پر دنیا کا اندیشہ ہے کہ کہیں تم اس میں مقابلہ آرا ہوکر ایک دوسرے کو قتل وہلاک نہ کرنے لگو جیسے کہ تم سے پہلی امت ہلاک ہوئی"۔

حضرت عقبہ فرماتے ہیں کہ "یہ آخری بار تھا کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو منبر پر دیکھا"۔ انتہی

یہ حدیث اس طرح تمھارے خلاف دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے تمام ان امور کی اطلاع دی جو قیامت تک امت پر گزرنے والے اور امت سے پیش آنے والے ہیں، جیسا کہ اس کے علاوہ اور دیگر حدیثوں میں مذکور ہے، جس کا یہاں محل نہیں، اور یہ حدیث پاک جن باتوں کی خبر دے رہی ہے ان میں سے یہ ہے کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) امت کے بت پرستی کرنے سے بے خوف ہوگئے تھے اور آپ کو ان پر اس کا اندیشہ نہیں تھا، اسی بات کی آپ علیہ السلام نے انہیں اطلاع فرمائی، اب رہی وہ چیز جس کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان پر اندیشہ تھا، تو آپ علیہ السلام نے ان کو اس کی خبر بھی دی اور اس سے بچنے کا حکم بھی فرمایا، بایں ہمہ آخر وہ پیش آیا جس سے اندیشہ ظاہر فرمایا تھا تو یہ تو تمھارے مذہب کے خلاف ہے، اس لیے کہ تمہارے کہنے کے حساب سے تو حضور علیہ السلام کی ساری امت بت پرستی میں مبتلا ہوگئی ہے، اور یہ بت پرستی اور شرک تمام بلاد مسلمین میں عام ہوگئی ہے، سوائے ان شہروں کے جو زمین کے کسی ایسے کونے میں واقع ہوں جہاں کی کوئی خبر نہ مل سکی ہو، ورنہ تو تمہارے قول کے بموجب اطراف مشرق سے لے کر اکناف مغرب، روم ویمن تک سبھی شہر

ان امور وافعال سے بھرے پڑے ہیں جو تمہارے زعم میں اصنام واوثان (بت ومورتیاں) ہیں ، بلکہ تم کہتے ہو کہ جو ان امور وافعال کے مرتکب کی تکفیر نہیں کرتا کافر ہے، جب کہ معلوم ہے کہ جمیع مسلمین، منسوب بدین اسلام پر احکام اسلام ہی جاری کرتے ہیں ، اور ان مرتکبین کی تکفیر نہیں کرتے، لہٰذا تمہارے قول کی بنیاد پر عام بلاد اسلام دار الکفر ٹھہرتے ہیں ، بجز تمہارے علاقے کے ، اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ تمہارے اس علاقے میں بھی یہ باتیں (جو تم کہتے ہو) کچھ دس بارہ سال سے ہی پیدا ہوئی ہیں ، (حالاں کہ اس سے پہلے وہاں کے باشندگان بھی وہی سب کیا کرتے تھے)، تو اس حدیث پاک سے تمہارے مذہب کا بطلان ظاہر ہوتا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

پھر اگر تم اعتراض کرو کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے مروی ہے کہ: ’’مجھے تم پر سب سے زیادہ اندیشہ شرک کا ہے‘‘۔ تو میں جواب میں کہوں گا یہ حق ہے اور احادیث نبوی (علیہ السلام) میں کوئی تعارض و تناقض نہیں ، اس لیے کہ جتنی بھی حدیثیں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اس معنی میں وارد ہیں کہ آپ علیہ السلام کو امت پر شرک کا اندیشہ تھا، تو وہ سب شرک اصغر سے مقید ہیں ، مثلا حضرت شداد بن اوس کی حدیث ، حضرت ابوہریرہ کی حدیث اور حضرت محمود بن لبید کی حدیث، تو یہ سب کی سب مقید اور مبین ہیں ، بے شک رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو امت پر شرک اصغر کا اندیشہ تھا، اور ایسا واقع بھی ہوا کہ زمین اس سے بھری پڑی ہے ، جیسا کہ آپ نے ان پر دنیا میں فساد وقتال کا اندیشہ فرمایا تھا اور ویسا ہی ہوا۔

تو حدیث میں جو مذکور ہے اس سے مراد شرک اصغر ہے، جسے تم شرک اکبر کہہ کر مسلمانوں کو کافر بنائے نکل رہے ہو، بلکہ جو کافر نہیں کہتے ان کی بھی تکفیر کیے پھرتے ہو، لہٰذا حدیث میں تطبیق ہوئی اور حق واضح ہوا۔ والحمد للہ۔

فصل بست ویکم: فرمان نبوی:

شیطان جزیرۃ العرب میں بت پرستی سے مایوس ہے

بطلان مذہب پر یہ حدیث پاک بھی دلالت کرتی ہے، جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر ابن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''شیطان مایوس ہوچکا ہے کہ نمازی جزیرۃ العرب میں اسے پوجیں، مگر باہم دھوکا وفساد''۔

نیز امام حاکم نے روایت کیا اور اسے صحیح بھی کہا، اور ابو یعلی و امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ شیطان سرزمین عرب میں اصنام پرستی سے مایوس ہوگیا ہے، مگر اہل عرب میں اس سے کم یعنی صغائر سے راضی ہے اور وہ ذنوب و معاصی ہیں''۔ نیز روایت کی امام احمد نے اور حاکم نے اور انہوں نے تصحیح بھی کی اور ابن ماجہ نے حضرت شداد بن اوس سے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے اپنی امت پر شرک کا اندیشہ لاحق ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ، کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک میں مبتلا ہوجائے گی، فرمایا: ہاں مگر یہ کہ وہ سورج، چاند، بتوں کو نہیں پوجیں گے لیکن وہ اپنے اعمال میں ریا کریں گے''۔ انتہی

قال المصنف: مذکورہ حدیث پاک اس طرح تمھارے خلاف دلالت کرتی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے نبی کو جو چاہا غیب کا علم عطا کیا، اور قیامت تک کی خبر دی، تو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے بتایا کہ شیطان مایوس ہوچکا ہے کہ نمازی جزیرۃ العرب میں اسے پوجیں، حضرت ابن مسعود کی روایت میں یوں ہے: ''یأس الشیطان ان تعبد الاصنام بارض العرب''۔ کہ شیطان سرزمین عرب میں بت پرستی سے ناامید ہوچکا ہے، اور حضرت شداد کی روایت میں ''انھم لا یعبدون'' آیا ہے، حالاں کہ یہ سب تمہارے مذہب کے خلاف ہے، اس لیے کہ بصرہ اور گرد و نواح اور عراق میں نہر دجلہ کے قریب وہ جگہ جہاں حضرت علی اور حضرت امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنھما) کی قبریں (کہی جاتی) ہیں، اور اسی طرح پورا یمن اور حجاز، یہ سب

سرزمین عرب میں ہی شمار ہوتے ہیں، اور تمھارا مذہب یہ ہے کہ ان سب جگہوں پر شیاطین اور اصنام کو پوجا جارہا ہے، اور وہاں سب لوگ کافر ہوگئے ہیں، اور جو ان کی تکفیر نہ کرے وہ بھی تمھارے نزدیک کافر ہے، لہٰذا یہ حدیثیں تمہارے مذہب باطل کی تردید کررہی ہیں ۔ اور یہ اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہے کہ ردت کے زمانے میں سرزمین عرب میں کچھ شرک ہوا تھا، اس لیے کہ وہ بہت مختصر وقت ہوا تھا، (پھر زائل کردیا گیا تھا) لہٰذا وہ ایک ناقابل شمار عارضی معاملہ تھا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک دو کفار چوری چھپے سرزمین عرب میں گھس کر کسی نامعلوم خالی مقام پر غیر اللہ کو پوجیں۔

مگر وہ امور و افعال جنہیں تم شرک اکبر اور بت پرستی قرار دیتے ہو زمانۂ قدیم سے بلاد عرب میں رائج ہیں، لہٰذا ان حدیثوں سے تمھارے اس قول کا فساد ظاہر ہوا کہ یہ امور بت پرستی و شرک اکبر ہیں، نیز تمھارے اس قول کا بھی بطلان روشن ہوا کہ فرقۂ ناجیہ ممکن ہے کہ زمین کے کسی طرف و کنارے پر ہو، اور ان کی کوئی خبر موصول نہ ہوپائی ہو، تو اگر یہ امور بت پرستی اور شرک اکبر ہوتے تو نصرت یافتہ قیامت تک غالب رہنے والا ناجی فرقہ ضرور ان کے مرتکبین سے جہاد و قتال کرتا۔

لہٰذا ہمارے ذکر کردہ نکات تمھارے مذہب کے بطلان پر واضح و جلی ہیں ۔ والحمد للہ رب العالمین۔ کتنی تعجب خیز بات ہے کہ تمھارے زعم میں یہ امور یعنی قبور اور ان پر جو کچھ ہوتا ہے نذر وغیرہ بڑے بتوں کی پرستش ہیں اور تم کہتے ہو یہ ایسا امر واضح و جلی ہے کہ ضرورتاً و بداہتاً معلوم ہے حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ بھی اسے جانتے ہیں۔

تو جواب میں ، میں کہوں گا کہ تمہارا یہ گمان فاسد ہے سبحانك هذا بهتان عظيم، متعدّد بار بیان ہوچکا ہے کہ صلحا کی یہ کہ قبریں قریب قریب آٹھ سو سالوں سے اس امت کے شہروں میں باختلاف ادوار و طبقات بکثرت موجود رہی ہیں ، اور کسی نے کبھی نہیں کہا کہ یہ عبادتِ اصنامِ کبریٰ ہے اور نہ یہ کہا کہ ان امور کا ذرا مرتکب، اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ٹھہرا رہا ہے اور نہ ان کے مرتکبین پر بت پرستوں جیسے احکام جاری کیے اور نہ ہی مرتدین جیسے احکام

تواگر تم یہ کہتے ہو کہ یہود جو کہ بہتان طراز قوم ہے اور اسی طرح نصاریٰ اور اس امت کے اہل بدعت و ضلالت جو امت مسلمہ پر بہتان تراشی کرنے میں ان کے مشابہ ہیں وہ ان امور کو عبادت اصنام کبریٰ سے تعبیر کرتے ہیں، توہم کہیں گے کہ بے شک تم صحیح کہتے، وہ (وہ لوگ ایسا ہی کہتے ہیں) اس لیے کہ ان کا یہ عمل ان کی بہتان طرازیوں، بغض وحسد، غلو وتعصب اور امت پر بکثرت کبیرہ کی تہمت لگانے کی عادات میں سے ہے، مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں ذلیل ورسوا کرنے والا ہے اور اپنے دین کو تمام ادیان پر اپنے وعدے کے مطابق غالب فرمانے والا ہے: (ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون) ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔[کنزالایمان، توبہ۔۳۳]

مصنف خود اپنے وطن اور اہل وطن یعنی نجد اور نجدیوں کی مذمت فرماتے ہیں

نیز میں تو کہتا ہوں کہ بے شک رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے حق فرمایا جس وقت کہ مدینہ منورہ اور اس کے اطراف واکناف اور یمن کے لیے دعائے برکت فرمائی اور حاضر بارگاہ میں سے کسی نے عرض کیا کہ حضور اور نجد کے لئے ؟ توآپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ وہاں سے زلزلے اور فتنے ہوں گے اور خدا کی قسم، یقیناً شہوتوں اور خواہشوں کا فتنہ بھی ایک عظیم فتنہ اور ظلمت ہے جسے ہر خاص عام اس کے خوگر سے جانتا ہے کہ یہ ظلم وسرکشی سے پیدا ہوتا ہے اور دین اسلام کے خلاف ہے جس سے توبہ واجب ہے، بے شک یہ فتنہ اس فتنۂ شبہات سے بہت کم درجے کا ہے جو دین اسلام سے بھٹکا دیتے ہیں، اور صاحب شبہات ان لوگوں میں سے ہو جاتا ہے جن کے اعمال اکارت گئے: (الذین ضل سعیھم فی الحیاۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا) ترجمہ: جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم گئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کررہے ہیں۔[کنزالایمان، الکھف۔۱۰۴] اور حدیث صحیح میں آیا

ہے، ”هلك المتنطعون“ کہ غلو و تکلف کرنے والے ہلاک ہو گئے اور اسے حضور علیہ السلام نے تین دفعہ فرمایا[ا]

فانا للہ و انا الیہ راجعون، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ہلاکت سے محفوظ فرمائے بے شک وہ رحم فرمانے والا ہے۔

[ا] یہاں پر مصنف اس جانب اشارہ کر رہے ہیں کہ نجد کے لوگ ظلم و زیادتی اور شہوت و شدت کے خوگر ہوتے ہیں اور ضرور شہوت و شدت ایک عظیم فتنہ ہے مگر یہ فتنہ شہوت و ظلم، فتنہ شبہات سے کم درجے کا ہے حالاں کہ نجدی ظالم و سرکش اس فتنہ شبہات میں بھی مبتلا ہو گئے اور دین کے معاملے میں شک و شبہ پیدا کر کے خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں لہٰذا حضور علیہ السلام کا انہیں فتین اور سخت مزاج فرمانا ہر جہت سے صادق آتا ہے کہ ایک حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اہل نجد سنگ دل ہیں اور اہل یمن رقیق القلب (مصنف کی اہل نجد پر اس شہادت کو اس تناظر میں دیکھا جائے کہ وہ خود نجد کے رہنے والے تھے اور یقیناً اہل نجد کے حالات و طبیعات انہوں نے قریب سے دیکھے ہوں گے کہ ”صاحب البيت ادری بما فيه“)

فصل بست ودوم: ۲۲

(فرمان نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم): بلاد مسلمین میں بت پرستی سے شیطان مایوس ہے)

تمہارے مذہب باطل پر یہ حدیث پاک بھی حجت ہے جسے روایت کیا امام احمد بن حنبل نے اور امام ترمذی نے اور انہوں نے اسے صحیح بھی کہا اور ابن ماجہ نے از حدیث عمرو بن العاص کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو حجۃ الوداع کے موقع پر فرماتے ہوئے سنا کہ ''سن لو بلاشبہ شیطان ناامید ہو چکا ہے کہ تمھارے ان شہروں میں کبھی اسے پوجا جائے، ہاں قریب ہے کہ اس کی پیروی بعض ان کاموں میں ہو جنہیں تم حقیر اور ہلکا تصور کرو گے تو وہ اس سے راضی ہو جائے گا''۔

نیز صحیح حاکم میں حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے حجۃ الوداع کے خطبے میں فرمایا کہ شیطان مایوس ہو چکا ہے تمہارے ان بلاد میں اسے پوجا جائے، ہاں البتہ وہ اس بات سے راضی ہے کہ اس کے علاوہ میں اس کی ان اعمال میں اطاعت کی جائے جنہیں تم کم تر سمجھتے ہو، لہذا اے لوگو اس سے بچو۔

بے شک میں تمھارے درمیان وہ چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اس سے متمسک رہے تو کبھی ہرگز گمراہ نہ ہو گے، اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت''۔ انتہی

وجہ دلالت یہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اس حدیث صحیح میں پیشین گوئی فرمائی کہ شیطان شہر مکہ میں اپنی پرستش سے بے آس و ناامید ہے، نیز حضور علیہ السلام کے ''ابداً'' (یعنی کبھی شرک نہ ہو گا) فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ کہیں کوئی یہ وہم نہ کر بیٹھے کہ یہ واقعہ کچھ وقت کے لیے پیش آیا پھر ختم ہو گیا حالاں کہ یہ حضور علیہ السلام کی پیشین گوئی اور آپ کی پیشن گوئی کبھی خلاف واقعہ نہیں ہوتی، نیز یہ کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جانب سے اپنی امت کو

بشارت ہے اور حضور علیہ السلام ہمیشہ انہیں صرف سچی بشارت ہی سناتے ہیں، مگر آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے انہیں بت پرستی سے نہیں بلکہ خفیف و حقیر سمجھی جانے والی حرکتوں سے متنبہ و خبر دار کیا، اور یہ بات مذکورہ حدیث پاک سے بالکل روشن ہے۔

مکۃ المکرمہ میں یہ امور سیکڑوں سالوں سے رائج ہیں

رہے وہ امور جن کو آج تم لوگ شرک اکبر کہتے اور ان کے مرتکبین کو بتوں کے پجاری کہتے ہو، تو سب سے کثرت سے تو یہ امور مکۃ المکرمہ میں ہوتے ہیں، مکۃ المکرمہ کے ساکنان واہلیان، حکام و امرا، عوام و خواص سب چھ سو سال سے زیادہ زمانہ دراز سے اس پر قائم ہیں، اس کے باوجود وہ آج (اپنے قدیم عمل سے روگرداں نہیں بلکہ) تمہارے خلاف ہیں، تمہارے اس مذہب باطل کی وجہ سے تمہیں سب وشتم کرتے ہیں اور تم پر لعن طعن کرتے ہیں۔ اور ان کے حکّم و حکام اور علما و امرا سب ان امور کے مرتکبین پر جنہیں تم شرک اکبر قرار دیتے ہو احکام اسلام جاری کرنے پر قائم ہیں، تو اگر بفرض غلط تمہارا زعم صحیح ہو تو وہ سب کے سب کفر ظاہر کے ساتھ کافر ٹھہریں گے، حالاں کہ مذکورہ حدیثیں تمہارے خیال فاسد کی تردید اور تمہارے مذہب کے بطلان کی وضاحت کر رہی ہیں۔

مزید یہ کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان حدیثوں میں جو صحیحین وغیرہ میں موجود ہیں فتح مکہ کے بعد مکہ ہی میں فرمایا کہ "آج کے بعد کوئی ہجرت نہیں"، اور علمائے کرام نے تشریح یہ فرمائی کہ مراد یہ ہے کہ آج کے بعد مکہ سے ہجرت نہیں، نیز انہوں نے تصریح فرمائی کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا یہ فرمان اس بات پر دلیل ہے کہ مکۃ المکرمہ ہمیشہ دار الاسلام رہے گا بر خلاف تمھارے مذہب باطل کے اس لیے کہ تم وہاں سے ہجرت کرنے کو واجب قرار دیتے ہو ان بلاد کی جانب جو تمھارے زعم میں بلاد ایمان ہیں، حالاں کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے انہیں فتنوں کی زمین فرمایا تھا۔

حالاں کہ یہ حدیث پاک ہر اس شخص کے لیے جسے توفیق الٰہی نصیب ہو اور جو باطل پر تعصب و سرکشی چھوڑ دے روشن وواضح اور جلی ہے۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

فصل بست وسوم ۲۳۔ فضائل مدینہ منورہ

(فرمان نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے کہ مدینہ منورہ ان کے لیے سب سے افضل ہے اگر وہ جانیں)

تمہارے مذہب کے بطلان پر صحیح مسلم کی حضرت سعد سے روایت بھی دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اگر وہ جانتے، کوئی بھی اسے بیزار ہوکر کبھی نہ چھوڑے گا مگر یہ کہ اللہ اس سے بہتر سے اس میں تبدیل فرمادے گا اور کوئی بھی اس کی شدت اور قحط پر ثابت نہ رہے گا مگر یہ کہ میں قیامت کے دن اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا"۔

نیز امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا "میرا کوئی بھی امتی مدینہ کی تنگی اور شدت پر صبر نہیں کرے گا مگر میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں گا"۔

اور صحیحین میں حضرت جابر کی مرفوعاً حدیث ہے کہ "بے شک مدینہ دھونکنی (کیر) [۱] کی مانند ہے جو خراب کو ہٹا کر طیب واچھی چیز کو رکھتی ہے" (یعنی مدینہ منورہ میں اچھے لوگوں کی ہی گنجائش ہے، پہلی حدیث کے اس حصے سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ اللہ اس سے پریشان ہوکر بھاگنے والوں کے بدلے میں اس کے اندر ان سے بہتر لوگوں کو آباد فرمائے گا)

"صحیحین" میں مزید نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے ہے کہ "مدینہ کے راستوں اور سڑکوں پر ملائکہ محافظ ہیں، طاعون اور دجال اس میں داخل نہیں ہوسکتے"۔

---

[۱] کھال کی تھیلی یا دھات کی نال وغیرہ جس سے ہوا بھر کر قلعی گر آگ بھڑکاتے ہیں، اور ایک روایت میں آتا ہے: "المدینۃ تنفی خبث الرجال کما ینفی الکیر خبث الحدید" یعنی مدینہ منورہ میل اور پلیدگی دور کرنے میں لوہاروں کی بھٹی کی خاصیت رکھتا ہے جو لوہے سے میل کو دور کرتی ہے۔

نیز صحیحین میں حضرت انس سے حدیث ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا "مکہ و مدینہ کو چھوڑ کر دجال ہر شہر کو روندے گا، اس کے ہر راستے اور سڑک پر فرشتے حلقہ بنائے ہوئے موجود رہتے ہیں۔

"صحیحین" میں حضرت ابو سعید سے مرفوعا حدیث ہے: اہل مدینہ کے ساتھ کوئی برا نہیں کر سکتا اگر کرنا چاہے گا تو پانی میں نمک کے گھلنے کی طرح گھل جائے گا"۔

ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ سے حدیث مرفوع ہے کہ "سب میں آخر میں فنا ہونے والی اسلامی آبادی مدینہ ہوگی" یہ حدیثیں بوجوہ کثیرہ حجت ہیں، چند وجوہ کا ہم یہاں ذکر کریں گے:

اولاً یہ کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کرنے کی ترغیب دی اور فرمایا کہ وہ سب سے افضل ہے، اور کوئی اسے بیزاری اور بے رغبتی میں نہیں چھوڑے گا، اور اگر کوئی چھوڑتا ہے تو اللہ اس کے بدلے اس سے بہتر اس میں آباد فرمادے گا، نیز آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے خوش خبری سنائی کہ آپ اس شہر مقدس کے اہلیان و ساکنان کے شفیع اور قیامت کے دن ان کے گواہ ہیں، اور حضور علیہ السلام نے ذکر فرمایا کہ یہ بشارت امت کے لیے کسی ایک زمانے کے ساتھ مختص نہیں کہ اس کے سوا کسی اور زمانے کے لیے نہ ہو (بلکہ ہر زمانے کے لیے عام ہے) اور کوئی بھی اسے خیر آباد نہیں کہے گا بجز لاعلمی کے، اور بے شک یہ شہر مقدس مثل دھونکنی کے ہے جو خراب کو دور کر دیتی ہے اور بلاشبہ شہر مقدس ملائکہ کے ذریعہ سے محفوظ کر دیا گیا ہے اس میں طاعون اور آخری زمانے میں دجال کا دخول نہیں ہو سکتا اور یہ کہ ساکنان مدینہ سے برائی چاہنے والا نمک در آب کی مانند ختم ہو جائے گا۔

اور فرمایا کہ جس کی موت یہاں ممکن ہو سکے تو اسے چاہیے کہ یہیں داعیٔ اجل کو لبیک کہے"۔ اور پیشین گوئی فرمائی کہ بلاد اسلام میں سے سب سے آخر میں یہی شہر مقدس فنا ہو گا، بہر حال تو ان احادیث مبارکہ کا ایک ایک لفظ تمہارے اس موقف اور قول کے خلاف دلالت کر رہا ہے کہ یہ امور وجہ تکفیر مسلمین ہیں، اور ان کا نام اصنام کبریٰ ہے، اس کا ذرا فاعل و عامل مشرک

بشرک اکبر، بت پرست ہے اور ایسوں کی تکفیر سے کف لسان کرنے والا بھی تمہارے نزدیک کافر ہے اور یہ بات ہر اس شخص کو معلوم ہے جو مدینہ اور اہل مدینہ سے واقف ہے کہ یہ امور ان میں بکثرت ہیں اور ان سے بھی بڑھ کر شہر زبیر[ا] بلکہ تمام اسلامی آبادیوں میں پائے جاتے ہیں اور ان کا وجود ان میں زمانۂ دراز سے ہے جو کہ چھ سو سال سے زیادہ زمانے پر پھیلا ہوا ہے۔

اور ان شہروں کے تمام اہلیان رؤسا، علمائ، امرا سب ان پر احکام اسلام جاری کرتے ہیں اور وہ سب تمھارے دشمن ہیں، تمہیں لعن طعن کرتے ہیں تمھارے اس مذہب کو برا کہتے ہیں جو کہ عبارت ہے تکفیر مسلمین سے اور اصنام و شرک اکبر سے ان امور کو موسوم کرنے سے۔

احادیث کریمہ وہابی مذہب کو باطل ثابت کر رہی ہیں

لہٰذا تمہارے مذہب کے مطابق تو وہ سب مسلمان کافر ٹھہرتے ہیں، حالاں کہ یہ احادیث تمہارے مذہب کے خلاف ہیں، تمہارا مذہب ہے کہ مسلمانوں کو شہر مدینہ منورہ سے خروج واجب ہے، حالاں کہ یہ حدیثیں تمہارے مذہب کی تردید کر رہی ہیں، تمہارے خیال میں وہاں بڑے بڑے بتوں کی پوجا پاٹ ہو رہی ہے، حالاں کہ کہ یہ حدیثیں تمہارے زعم کو باطل ثابت کر رہی ہیں، تمہارے مذہب کے مطابق مسلمانوں کو مدینہ مشرفہ چھوڑ کر تمہاری طرف ہجرت بہتر ہے حالاں کہ یہ حدیثیں تمہارے خیال کو فاسد کہہ رہی ہیں، تمہارے مذہب کی رو سے اہل مدینہ کے لیے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شفاعت نہیں اس لیے کہ جو خدائے تعالیٰ کے ساتھ معبود ٹھہرائے تو بالاجماع اس کا کوئی شفیع مطاع نہیں، جب کہ یہ حدیثیں تمہارے زعم کو مردود کر رہی ہیں۔

[ا] ''زبیر'' عراق میں ایک شہر کا نام ہے جہاں پر کثرت کے ساتھ نجد کے لوگ جاکر آباد ہو گئے تھے، مصنف نے یہاں پر بطور خاص جو اس شہر کا ذکر کیا ہے، اس کا مقصد واضح ہے کہ آج تک نجد کے لوگ جو شہر زبیر میں آباد ہیں اور جن سے تم لوگوں کا نسبی و حسبی تعلق بھی ہو گا، یہ معمولات کرتے آئے ہیں بلکہ یہ شہر تو ان معمولات اور افعال و امور کے مراکز سے ہے، مگر کسی نے نکیر قائم نہ کی۔

اور ان نکات میں سے جس سے یہ مسئلہ پوری طرح روشن ہوجائے یہ ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ایک بشارت یہ بھی ہے کہ دجال جو آخری زمانے میں آئے گا مدینہ منورہ میں داخل نہ ہوسکے گا، اور دجال کے فتنے سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں وہ لوگوں کو غیر اللہ کی عبادت کی ہی دعوت دے گا۔ تو یہ امور جن کے کرنے والے کو تم اللہ کے ساتھ دوسرا خدا بنانے والا، بت پرست اور شرک اکبر کر کے اللہ کا شریک ٹھہرانے والا کہتے ہو، مدینہ مشرفہ میں چھ سو یا سات سو یا کم یا زیادہ سالوں سے بھرے پڑے ہیں، یہاں تک کہ جمیع اہل مدینہ ان کا رد کرنے والوں کو برا جانتے ہیں اور ان سے دشمنی رکھتے ہیں۔ تو پھر دجال کے عدم دخول کا کیا فائدہ باقی رہ جاتا ہے اس لیے کہ وہ بھی تو لوگوں سے جس چیز کا مطالبہ کرے گا وہ یہی شرک ہی تو ہے؟

اور (بفرض باطل) دجال کے مشرکین پر دخول کے بعد، حضور نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بشارت کا کیا مطلب رہ جاتا ہے؟ فانا للہ و انا الیہ راجعون۔

اگر تمہیں اپنے مذہب بلکہ اپنے صریح اقوال کے لزوم کا علم ہوتا تو شاید تم لوگوں کا حیا کرتے، یہ بات الگ ہے کہ تمہیں ابھی اللہ سے بھی حیا نہیں، اور ان احادیث میں جو تامل کرے تو وہ اس میں ہمارے ذکر کردہ نکات سے زیادہ باتیں تمھارے اس مذہب کے بطلان پر دلالت کرنے والی پائے گا، یعنی اگر ان مذکورہ حدیثوں میں مزید غور و تامل کیا جائے تو اور نکات و معانی برآمد ہوں جو تمہارے مذہب کے بطلان کو ظاہر کریں گے۔ مگر سرکشی کرنے والے کی زیادہ زندگی نہیں ہوتی۔ میں اللہ سے اپنے اور تمہارے لیے فتنوں سے عافیت و سلامتی کا سائل ہوں۔

فصل بست و چہارم: ۲۴

فرمان نبوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے کہ یہ دن ورات اس وقت تک ختم نہ ہوں گے جب تک لات وعزیٰ کی (دوبارہ) پرستش نہ شروع ہوجائے

تمہارے مذہب کے بطلان پر من جملہ دلائل یہ حدیث پاک بھی ہے جو امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے روایت کی ہے فرماتیں ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ لیل و نہار فنا نہ ہوں گے تاوقتیکہ لات وعزیٰ کی پھر سے عبادت نہ ہو"، تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ، جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ (ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون) ترجمہ:۔ وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے پڑے برا مانیں مشرک۔[توبہ۔۳۲]
تو میں یہ سوچتی تھی کہ یہ وعدۂ الٰہی پورا ہو گیا ہے۔

فرمایا: "یقیناً اس وعدۂ الٰہی اور فرمان باری تعالیٰ سے جو اللہ تعالیٰ چاہے مستقبل میں پورا ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا تو جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ وفات پا جائے گا، یہاں تک کہ پھر وہی لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں کوئی خیر نہ ہوگی تو وہ اپنے آبا کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے"۔

حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا "میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق کی بنیاد پر قتال کرتا رہے گا یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ مسیح دجال سے لڑے گا"۔

حضرت جابر ابن سمرہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا:
"مسلمانوں کی ایک جماعت اس دین کو قائم رکھنے کے لیے تاقیام قیامت قتال کرتی رہے گی"

اس کو امام مسلم نے روایت کیا حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”میری امت میں سے ایک جماعت اللہ کے حکم پر قتال کرتی رہے گی ہمیشہ اپنے دشمن پر غالب رہتے ہوئے، ان کے مخالفین ان کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے یہاں تک قیامت آجائے گی اور وہ اسی حالت پر ہوں گے،

اس پر حضرت عبداللہ ابن عمر نے فرمایا بے شک، پھر اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جو مشک کی طرح خوشبودار اور ریشم کی طرح نرم ہوگی، کسی بھی انسان کو جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا نہ چھوڑے گی مگر یہ کہ وہ اس کی روح کو قبض کرلے گی، پھر شرار الناس (سب میں بڑھ کر شریر لوگ) باقی رہ جائیں گے، ان پر قیامت ٹوٹے گی“، اس کو امام مسلم نے روایت کیا۔ امام مسلم، حضرت عبداللہ ابن عمر سے مزید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا ”میری امت میں دجال نکلے گا اور چالیس (دن) [۱] ٹھہرے گا اور اسی حدیث میں مذکور ہوا کہ حضرت عیسیٰ (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم) دجال کو قتل فرمائیں گے اور ہوا کے چلنے، مومنین کی روحوں کے قبض ہونے اور شرار ناس کے باقی رہ جانے کا ذکر فرمایا، یہاں تک کہ فرمایا کہ ان کے لیے شیطان صورت میں ظاہر ہوکر کہے گا کہ تم لوگ میری بات نہیں مانتے، وہ کہیں گے تو ہمیں کس چیز کا حکم دیتا ہے؟ تو وہ انہیں بت پرستی کا حکم دے گا“ امام مسلم نے پوری حدیث ذکر کی۔

وہابی شبہ کا رد اور حدیث پاک کا صحیح معنیٰ و مفہوم

اب میں عرض کرتا ہوں کہ ان ذکر کردہ احادیث صحیحہ میں تمھارے مذہب کے بطلان پر نہایت روشن دلالتیں ہیں، وہ اس طرح کہ یہ ساری حدیثیں صراحت کے ساتھ بیان کررہی ہیں کہ اس امت میں بت پرستی ہرگز نہیں ہوگی مگر تمام مومنین کے وفات پاجانے کے بعد، اس

[۱] جن میں سے پہلا دن، سال بھر کا ہوگا، دوسرا مہینے بھر کا، تیسرا ہفتے بھر کا، اور باقی ایام عام دنوں جیسے ہوں گے۔

لیے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے جب اصنام و اوثان کی عبادت کا ذکر فرمایا کہ وہ ہوکر رہے گی تو اس پر حضرت صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے آیت کریمہ سے اپنے مفہوم کے ذریعہ معارضہ فرمایا کہ (آیت کے بموجب) دین محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو تمام ادیان پر غالب رہے گا اور بت پرستی غلبہ دین کی صورت میں ممکن نہیں تو حضور علیہ السلام نے ان سے اس کی مراد کو بیان فرمایا اور انہیں خبر دی کہ آیت کریمہ سے ان کا یہ سمجھنا بالکل حق و صحیح ہے مگر جس بت پرستی کا ذکر کیا جارہا ہے وہ اس دنیا سے تمام مومنین کے فنا ہونے کے بعد وقوع پذیر ہوگی، اس سے پہلے ایسا نہ ہوگا، لہٰذا یہ سب باتیں تمہارے مذہب کے سراسر خلاف ہیں اس لیے کہ تمہارے کہنے کے حساب سے تولات وعزیٰ کی ایک زمانے سے تمام بلاد مسلمین میں پرستش ہورہی ہے، اور کوئی بلاد اسلام اس سے چھوٹا ہوا نہیں بجز تمہارے شہروں کے وہ بھی تقریباً سات آٹھ سالوں سے جب سے تمہارے قول باطل کا ظہور ہوا ہے۔

لہٰذا تمہارا زعم یہ ہے کہ جو تمہاری ساری باتیں مانے وہ سچا مسلمان ہے اور جو نہ مانے وہ کافر۔ حالاں کہ یہ ذکر کردہ حدیث صحیح تمہارے مذہب کے بطلان کو ہر اس شخص پر ظاہر کررہی ہے جس کے پاس سننے والے کان ہوں، نیز حدیث عمران میں ہے کہ "طائفہ منصورہ ہمیشہ حق پر (قائم رہ کر) قتال کرتا رہے گا یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ مسیح دجال سے جہاد کرے گا"۔

اور اسی طرح حضرت عقبہ کی حدیث ہے کہ ایک جماعت حق پر جہاد کرتی رہے گی اور وہ ہمیشہ اپنے دشمن پر غالب رہے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہوجائے گی اور وہ اسی حال پر ہوں گے اور معلوم ہے کہ دجال کی دعوت کی انتہا، غیر اللہ کی عبادت ہے، تو اگر غیر اللہ کی پرستش تمام بلاد مسلمین میں اعلانیہ ہورہی ہے تو پھر فتنہ دجال کا کیا مطلب رہ جاتا ہے جس سے تمام انبیاے کرام نے اپنی اپنی امتوں کو آگاہ فرمایا تھا اور اسی طرح ہمارے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اس فتنے سے تحذیر فرمائی اور وہ جماعت جو حق پر قتال کرتی رہے گی، جن کے آخر کا قتال دجال سے ہوگا، ان مشرکین کے قتال سے کہاں غافل ہے؟ جو تمہارے خیال میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو معبود قرار دیتے ہیں۔ کیا تم کہوگے کہ وہ جماعت پس پردہ (پوشیدہ) ہے جب کہ ان

احادیث میں ہے کہ وہ ظاہر ہوگی ؟ کیا تم کہو گے کہ اس جماعت کے لوگ کمزور وضعیف ہیں ، حالاں کہ حدیثوں میں ہے کہ وہ اپنے دشمن پر غالب ہوں گے ؟ یا تم کہتے ہو کہ وہ دجال کے زمانے میں آئیں گے ، جب کہ ان حدیثوں میں ہے کہ وہ ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے ۔ یا تم یہ کہتے ہو کہ تم ہی وہ لوگ ہو؟ (جن کے بارے میں حدیث میں پیشین گوئی کی گئی ہے)، تو ہم کہیں گے کہ تمہارے ظہور کی کل مدت ہی تقریبا آٹھ سال ہے ۔

تو اب تم ہمیں بتاؤ کہ تم سے پہلے یہ باتیں کس نے کہیں یہاں تک کہ ہم تمہاری تصدیق کریں اور اگر نہیں پیش کر سکتے تو سن لو تم وہ جماعت ہر گز نہیں ہو۔

لہذا اس حدیث پاک میں بخدا تمہارا زبردست رد اور تمہارے قول کے فساد کا روشن بیان ہے ۔ تو اللہ کا درود وسلام نازل ہو اس ذات پاک پر جو ایسی شریعت کاملہ لے کر آئی جس میں ہر گمراہ کی گمراہی کا بیان ہے ۔

اور اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عمر کی حدیث میں ہے کہ شیطان مومنین کے وفات پا جانے کے بعد صورت بدل کر لوگوں کو اپنی تصدیق کی دعوت دے گا، تو وہ کہیں گے کہ تو ہمیں کس چیز کا حکم دیتا ہے، تو وہ ان کو بت پرستی کا حکم دے گا، تو اگر تمہارے بقول تمام بلاد مسلمین حجاز، یمن، شام، شرق سے غرب تک بت اور بت پرستی میں مبتلا ہیں تو پھر ان حدیثوں کی پیشین گوئیوں کا کیا فائدہ رہ جاتا ہے کہ اوثان واصنام ہر گز نہیں پوجے جائیں گے ، مگر بعد اللہ کے وفات دینے کے ان تمام لوگوں کو جن کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا؟

نیز دجال سے آخری زمانے میں قتال و جہاد کا کیا مطلب باقی رہ جاتا ہے؟ حالاں کہ تمھارے کہنے کے مطابق تو اس طویل زمانے میں تقریبا چھ سات سو سالوں سے مومنین کی جماعت انہوں نے مشرکوں اور بت پرستوں سے قتال نہیں کیا ہے، خدا کی قسم یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے (فانها لا تعمى الابصار ولكن تعمى القلوب التي في الصدور)[الحج ۔۴۶] تو یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں ۔(کنزالایمان)

بہر حال ہمارے یہ ذکر کردہ دلائل اس کے لیے کافی ہوں گے جس کا مقصد اتباع حق اور سلوک صراط مستقیم ہے۔

مگر جسے خود بینی اور ہوائے نفس نے اندھا کر دیا ہے تو اس کا حال وہی ہے جو اللہ جل وعلا نے فرمایا(ولو اننا نزلنا الیھم الملٰئکۃ وکلمھم الموتی وحشرنا علیھم کل شئی قبلا ماکانوا لیؤمنوا الا ان یشاء اللہ لکن اکثرھم یجھلون۔[الانعام۔۱۱۱]

اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز ان کے سامنے اٹھالاتے جب بھی وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔ مگر یہ کہ خدا چاہتا ہے لیکن ان میں نرے جاہل ہیں۔(کنزالایمان)

ہم مخالفین شریعت سے مطالبہ کرتے ہیں اور ان سے دریافت کرتے ہیں، کہ انہیں اس خدا کا واسطہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ اگر انہیں ہمارے پیش کردہ دلائل شریعت قبول نہیں تو وہ ہمیں اپنی جانب سے وہ شریعت پیش کریں جو اللہ نے اپنے رسول پر اتاری نیز جن علمائے امت کو وہ چاہیں اپنے اور ہمارے درمیان حکم بنالیں، اور ان کے لیے ہمارے اوپر اللہ کا عہد و پیمان ہے کہ اگر حق ان کے پاس ہوا تو ہم ان کی اتباع کرلیں گے، مگر تعجب بالائے تعجب تمھاری جماعت کے کچھ لوگوں کا قدامہ بن مظعون [۱] اور کچھ ان لوگوں کے قصے سے استدلال

---

[۱] **(صحابی رسول حضرت قدامہ بن مظعون کے حالات وواقعات)**

حضرت قدامہ بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمع القرشی الجمحی، آپ کی کنیت ابو عمرو یا ابو عمر تھی، مشہور صحابی رسول حضرت عثمان بن مظعون کے بھائی اور حضرت عمر فاروق اعظم کی اولاد حضرت حفصہ اور حضرت عبد اللہ ابن عمر کے ماموں اور صفیہ بنت خطاب کے شوہر تھے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

آپ سابقین اولین سے تھے، اپنے دونوں بھائیوں حضرت عثمان و عبد اللہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی، بدر واحد اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ حضرت عمر بن خطاب نے آپ کو بحرین پر عامل مقرر فرمایا ہوا تھا کہ ایک روز بحرین سے

کرنا ہے کہ جنہوں نے خمر کو حلال کہا اس فرمان باری تعالیٰ میں تاویل کرتے ہوئے کہ (لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا)۔ جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ان پر کچھ گناہ نہیں جو کچھ انہوں نے چکھا۔ (کنزالایمان)

حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ: جارود عبدی نے حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ اے امیر المومنین! میں نے قدامہ کو نشہ آور شئ پیتے دیکھا تو مجھے لگا کہ مجھ پر واجب ہے کہ آپ کو باخبر کروں کہ یہ حدود اللہ سے ہے، حضرت عمر نے فرمایا: تمھارے ساتھ اور کوئی گواہ ہے؟ کہا، ابو ہریرہ، تو آپ نے حضرت ابو ہریرہ کو بلواکر پوچھا، کیا گواہی دیتے ہو؟ بولے: میں نے انہیں اپنی آنکھوں سے شراب پیتے نہیں دیکھا ہاں البتہ میں نے انہیں حالت نشہ میں الٹی کرتے دیکھا، تو حضرت عمر نے فرمایا کہ بے شک تم نے گواہی دینے میں احتیاط سے کام لیا، پھر آپ نے حضرت قدامہ کو حاضر ہونے کو لکھ بھیجا، جب وہ بحرین سے آئے تو جارود نے حضرت عمر سے کہا کہ ان پر حد جاری کریں، حضرت عمر نے فرمایا کہ تو گواہ ہے یا مدعی؟ کہا گواہ، آپ نے فرمایا تو تو اپنی گواہی دے چکا جارود خاموش ہوگئے، اس کے بعد پھر حضرت عمر کے پاس آکر کہنے لگے کہ آپ ان پر (حضرت قدامہ پر) حد جاری کیوں نہیں کرتے، حضرت عمر نے جلال فرمایا کہ اپنا منہ بند رکھ نہیں تو سخت سزادوں گا، وہ کہنے لگے: اے عمر: یہ بات صحیح نہیں ہے کہ تمہارا بھتیجا شراب پیئے اور تم مجھے سزادو، اتنے میں حضرت ابوہریرہ نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اگر آپ کو ہماری گواہی میں شک وتردد ہے تو آپ بنت ولید، قدامہ کی زوجہ کو بلاکر پوچھ لیں، حضرت عمر نے ان کو بلایا تو انہوں نے اپنے شوہر کے خلاف گواہی دی، حضرت عمر نے فرمایا: اے قدامہ میں تم پر حد جاری کروں گا، حضرت قدامہ نے کہا کہ اگر بالفرض میں نے پی بھی ہے تو بھی تم لوگوں کو حق نہیں کہ میرے بارے میں اس طرح کی بات کرو، حضرت عمر نے کہا: کیوں؟ کہا اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصٰلحٰت جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا وآمنوا وعملوا الصٰلحٰت) [مائدہ:۹۳]

حضرت عمر نے کہا: تم نے غلط تاویل کی، اگر تم اللہ سے ڈرتے تو ضرور حرام سے پرہیز کرتے، پھر حضرت عمر نے لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: تم لوگ قدامہ کی حد کے سلسلے میں کیا

اور حضرت عمر نے تمام صحابہ کے ساتھ مل کر اجماع کیا کہ اگر وہ لوگ باز نہ آئے اور تحریم خمر کا اقرار نہ کیا تو حد جاری کی جائے گی۔

میں کہتا ہوں کہ خمر کا حرام ہونا ضروریات دین سے ہے اور بداہتہً معلوم ہے جس کا ثبوت کتاب وسنت اور اجماع امت سے ہے، اس کے ساتھ ساتھ جمیع مہاجرین وانصار اور تمام مسلمانوں کا اپنے اپنے زمانے میں اس کی تحریم پر اجماع رہا ہے، نیز یہ کہ اس زمانے میں پوری امت کا ایک ہی امام وامیر ہوتا تھا اور دین غایت ظہور میں تھا ان سب کے باوجود خمر کو حلال جاننے والوں کی نہ حضرت عمر نے تکفیر کی اور نہ ہی کسی صحابہ نے مگر امام برحق کے دعوت دینے اور ان کے آگے ایسا واضح وروشن بیان ہوجانے کے بعد کہ جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں، انہوں نے پھر بھی عناد کیا، تو اب کتاب وسنت اور امت کے اجماع قطعی سے حجت قائم ہوجانے کے بعد اگر کوئی پھر بھی عناد کرتا ہے تو اب اس کی تکفیر ناگزیر ہے۔

نیز یہ کہ وہ امام عادل جس کی امامت پر جمیع امت کا اجماع ہے، اس کی دعوت کے بعد عناد کرنے سے ان پر حد قائم ہوگئی۔

حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ: راے رکھتے ہو؟ لوگوں نے کہا: ہماری راے یہ ہے کہ آپ کسی مریض کو کوڑے نہ لگائیں حضرت عمر کچھ دن خاموش رہنے کے بعد پھر ایک دن لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ قدامہ کی حد کے بارے میں آپ لوگوں کی کیا راے ہے؟ انہوں نے وہی کہا کہ ہمیں لگتا ہے کہ آپ ایسے کو سزا نہ دیں جو مریض ہو، حضرت عمر نے فرمایا: وہ کوڑوں کے تحت واصل بحق ہوجائیں یہ مجھے زیادہ عزیز ہے اس سے کہ میں اللہ سے اس حال میں ملوں کہ وہ میری گردن کا طوق ہوں، کوڑا لایا جائے، پھر آپ کے حکم سے حضرت قدامہ کو کوڑے لگائے گئے، اس سے حضرت قدامہ حضرت عمر سے ناراض ہوکر چلے گئے، پھر ایک موقعہ پر دونوں حج پہ تھے اور جب حج سے فارغ ہوکر حضرت عمر سوئے، تو بیدار ہوتے ہی کہنے لگے کہ جلدی سے قدامہ کو لایا جائے، میرے خواب میں کوئی آیا تھا، سالم گئے، حضرت قدامہ آنے کے لیے راضی نہ تھے، حضرت عمر نے کہا نہ آئیں تو زبردستی لاؤ، وہ آئے تو حضرت عمر نے ان سے بات کی ان کے لیے دعاے مغفرت کی پھر آپ دونوں میں صلح ہوگئی۔ (اسد الغابۃ، ج۴، ص۳۷۶، دار الکتب)

ان سب کے باوجود تمہارا حال تو یہ ہے کہ جو تمہاری مخالفت کرتا ہے تمہارے اُن مفاہیم فاسدہ میں کہ جن کی بنیاد پر تمہاری اتباع اور جن میں تمہاری تقلید ہرگز کسی مومن باللہ ویوم آخرت کے لیے جائز نہیں، تم اسے کافر قرار دیتے ہو، اور مذکورہ قصے سے استدلال کرتے ہو بلکہ خدا کی قسم اگر کوئی مذکورہ قصے سے تمہارے خلاف حجت پکڑے اور تمہارے نہج اور طریقے کو مجوزین خمر کے نہج کے مثل قرار دے تو وہ زیادہ قریب بصواب ہوگا بنسبت تمہارے استدلال کرنے سے اپنے مخالف پر، (حیرت کی بات ہے کہ) تم لوگ خود کو ایسا قرار دیتے ہو جیسے حضرت عمر تھے تمام مہاجرین وانصار میں۔ فاناللہ وانا الیہ راجعون کیا ہی سخت مصیبت ہے۔

اور انتہائی تعجب خیز باتوں میں سے تم لوگوں کا اپنے شیخ کی ایک عبارت سے استدلال کرنا ہے جو "الاقناع" میں ہے کہ "جو اس بات کا قائل ہو کہ (معاذ اللہ) حضرت علی خدا ہیں یا حضرت جبریل سے غلطی ہوئی تو وہ شخص ایسا کافر ہے کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے"۔

حالاں کہ اس عبارت سے تمہارا استدلال نہایت ہی حیرت اور تعجب کی بات ہے، (اس لیے کہ) کیا کوئی مسلمان اس میں ذرا بھی شک کرتا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو معبود کہنے والا چاہے حضرت علی کو یا کسی اور کو، مسلمان ہے؟ اور کیا کوئی مسلمان شک کرتا ہے کہ جو کہے روح الامین نے نبوت کو حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف سے حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جانب پھیر دیا، وہ مسلمان ہے؟

مگر تم تو کسی کے اس قول کہ علی خدا ہیں کو اس سے ملا دیتے ہو جسے آج تم نام دیتے ہو کہ ان امور کا کرنے والا خدا کے ساتھ شریک ٹھہرا رہا ہے اور کسی کو کہہ رہا ہے کہ وہ خدا ہے تو تم اس طرح جاہلوں کو شبہ میں ڈالتے ہو۔

(ہمارا سوال ہے کہ) اہل علم نے کیوں نہیں کہا کہ جو مخلوق سے کسی شئ کا سوال کرے تو اس نے گویا اسے خدا قرار دیا یا جو اس کے لیے نذر مانے یا ایسے ایسے کام کرے (تو وہ مشرک ہے)؟ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ تمہارے خود ساختہ اختراعات ہیں جو تم نے تمام اہل علم سے ہٹ کر ایجاد کیے ہیں اور اللہ و رسول کے کلام اور اہل علم کی عبارتوں کو اپنے فاسد مفاہیم پر ڈھال لیے ہیں۔ فان للہ و انا الیہ راجعون۔

فصل بست و پنجم: مشرکین کا مذہب

اب ہمیں کچھ ان باتوں کا ذکر کرنا چاہیے جو بعض اہل علم نے ان مشرکین کے مذہب کی صفت کے بارے میں ذکر کیا ہے جنہوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی (صلوات اللہ وسلامہ علیہم) ابن قیم [۱] نے کہا: "شروع میں لوگ ہدایت اور دین حق پر ہی قائم تھے، تو سب سے پہلے انہیں شیطان نے بت پرستی اور انکار بعث کے ذریعے فریب دیا، اور شیطان کا انہیں سب سے پہلا فریب قبروں پر اعتکاف اور اہل قبور کی تصویر سازی کی جہت سے تھا جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کا قصہ اپنی کتاب میں ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے (لا تذرن آلھتکم و لا تذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث و یعوق و نسرا)

حضرت عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ حضرت نوح کی قوم کے نیک وصالح لوگوں کے نام ہیں، جب وہ وفات پا گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں ڈالا کہ ان کی مورتی بنا کر اس مقام پر نصب کر دو جہاں یہ لوگ بیٹھا کرتے تھے، اور ان بتوں کو ان کے ناموں سے پکارو، انہوں نے ایسا ہی کیا لہٰذا ان کی عبادت اور پرستش اس وقت شروع ہوئی جب وہ فوت ہو گئے اور بت پرستوں نے علم نبوی کو بدل دیا"۔ انتہی

پھر یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام) کو ایک اللہ کی عبادت کی تعلیم کے ساتھ بھیجا، انہوں نے ان کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے طوفان کے ذریعے انہیں ہلاک فرما دیا، پھر عمرو بن عامر نام کا ایک شخص تھا جس نے سب سے پہلے دین ابراہیم (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کو تبدیل کیا اور سمندر کے کنارے سے قوم نوح کے کچھ اصنام واوثان نکال لایا اور عربوں کو ان کی عبادت کی طرف بلایا، تو لوگ اس کو کرنے لگے، پھر عرب اس کے

[۱] ابن قیم کا یہ کلام اس پچیسویں فصل کو مکمل طور پر احاطہ کیے ہوئے ہے، مصنف اس کا طویل کلام نقل کرنے کے بعد اپنے مدعیٰ کو ثابت کریں گے کہ اصل مشرک کی تعریف اور اس کا مذہب کیا ہے اور یہ گروہ وہابیہ کن لوگوں کو مشرک گردانتا ہے۔

بعد ایک زمانے تک جسے چاہا پوجتے رہے اور اس دین کو بھلا دیا جس پر وہ پہلے تھے، یعنی دین ابراہیم (علیہ السلام) کو بت پرستی سے بدل ڈالا۔ یہاں تک کہ ان کے اندر دین ابراہیم کے نام پر صرف تعظیم خانہ کعبہ اور حج باقی رہ گیا تھا۔ اور وہ "نزار" نام کا ایک شخص تھا جو اپنی تلبیہ میں کہتا تھا: لبیك لا شریك لك الا شریکا هولك تملکه وما ملك"۔

الی ان قال: ہر وادی اور قبیلے والوں کے الگ الگ بت تھے جنہیں وہ پوجا کرتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو توحید کے ساتھ مبعوث فرمایا۔

قریش کہنے لگے (اجعل الآلهة الها واحدا، ان هذا لشئی عجاب)

اور ان کا حال یہ ہو گیا تھا کہ جب ان کا کوئی شخص سفر پہ جاتا تو جب کسی منزل پر ٹھہرتا تو چار پتھر اٹھا لیتا پھر ان میں سے سب سے بہتر پتھر کو خدا قرار دیتا اور باقی تین پتھروں کو اپنی دیگچی پکانے کے لیے کر لیتا پھر جب وہاں سے رخصت ہوتا تو اسے وہیں چھوڑ دیتا، اور جب کسی دوسرے مقام پر ٹھہرتا تو پھر اس طرح کرتا۔

روایت کی امام حنبل نے رجاعطاردی سے، وہ کہتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں ہم پتھروں کو پوجا کرتے تھے، تو اگر ہمیں کوئی اس سے اچھا پتھر نہ ملتا تو ہم مٹھی بھر مٹی لیکر بکری کو لاتے اور اس پر اس کا دودھ دوہ کر اسے گوندھ لیتے، ابو عثمان نہدی کہتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں ہم پتھروں کو پوجا کرتے تھے پھر جب کسی پکارنے والے کی پکار سنتے کہ اے مسافرو! تمہارا خدا ضائع ہو گیا ہے لہٰذا کوئی دوسرا خدا تلاش کرو، تو ہم دشوار گزار گھاٹیوں میں جاکر تلاش وجستجو میں مصروف ہوتے کہ ہم پھر کسی پکارنے والے کو سنتے کہ ہم نے تمہارے لیے خدا تلاش لیا ہے یا کوئی اس جیسی چیز تو ناگاہ ہم دیکھتے کہ وہ ایک پتھر ہے پھر ہم اس پر اونٹوں کی قربانیاں چڑھاتے، مگر پھر جب رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مکہ مکرمہ فتح فرمایا تو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے کعبے کے گرد تین سو ساٹھ بت پائے، تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوس ان بتوں کی آنکھوں اور چہروں پر مارتے جاتے اور فرماتے جاتے "جاء الحق وزهق الباطل" اور حال یہ ہوتا کہ وہ بت منہ کے

بل گرتے جاتے، پھر آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے حکم سے انہیں مسجد الحرام سے باہر نکال کر جلادیا گیا۔

تمہارا شیخ ابن قیم مزید لکھتا ہے کہ شیطان مشرکوں سے طرح طرح سے کھیلتا ہے اور کچھ لوگوں کو تو وہ بت پرستی کی دعوت ان مردوں کی تعظیم کے نام پر دیتا ہے جن کی شکلوں اور صورتوں پر انہوں نے بحکم شیطان پہلے ہی بت تراش لیے ہوئے تھے جیسا کہ قوم نوح کے سلسلے میں بیان ہوا، اور کچھ لوگ انہی بتوں کو بحکم شیطان اپنے زعم میں ستاروں کی صورتوں میں گڑھ لیتے تھے جو ان کے نزدیک عالم میں اثر کرنے والے ستارے ہیں اور یہ لوگ ان بتوں کے لیے گھر، کمرے اور پردے بناتے اور حج و قربانی کرتے تھے، اور بت پرستی ہی کی ایک قسم، سورج پرستی ہے، سورج پرست یہ گمان کرتے کہ سورج ایک فرشتہ ہے جس کے پاس نفس وعقل ہے اور وہی چاند ستاروں کے نور کی اصل ہے اور تمام موجودات سفلیہ ان کے نزدیک اسی سے پیدا ہوئے ہیں اور وہ ان کے نزدیک آسمان کا بادشاہ ہے لہذا تعظیم و سجود کا مستحق ہے۔

اور ان کی شریعت میں پوجا کرنے کا قاعدہ یہ ہوتا تھا کہ وہ پہلے سورج کا کوئی بت تراشتے اور اس کے لیے ایک جگہ مخصوص کر دیتے تھے، پھر لوگ اس جگہ آتے اور دن میں تین بار اس بت کی پرستش کرتے اور اسی طرح آفت اور مصیبت زدہ لوگ وہاں آکر پوجا پاٹ کرتے، بت کے نام پر برت رکھتے اور صبح و شام اسے پکارتے تھے، اور سورج کے طلوع وغروب اور نصف نہار کے اوقات میں سب اس کے لیے سجدے میں گر جایا کرتے تھے۔

اسی طرح ایک اور گروہ ہے جو چاند کا بت بناتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ وہ تعظیم وعبادت کا مستحق ہے اور اسی کے قبضے میں اس نچلی دنیا کا نظام ہے، تو یہ گروہ، چاند کی پوجا پاٹ کرتا ہے، اس کے بت کو سجدہ کرتا ہے اور ہر مہینے میں مخصوص دن اس کے لیے برت رکھ کر اس کو خرد و نوش کی اشیا پھل وغیرہ نذر کرتا ہے، اور انہی میں سے کچھ لوگ ان مورتیوں کی پوجا کرتے ہیں جنہیں انہوں نے اپنے زعم میں ستاروں کی صورتوں پر بنا رکھا ہے اور ہر ستارے کے لیے جداگانہ ہیکل اور عبادت خانے تعمیر کر رکھے ہیں، یعنی ہر ستارے کا ایک خاص ہیکل، ایک خاص بت اور ایک

خاص عبادت ہوتی ہے، بہر حال ان سب کا مرجع اور اصل مختلف بتوں کو پوجنا ہے کوئی ایک خاص طریقے اور خاص بت کی پوجا نہیں رہتی تھی۔

(ابن قیم) آگے کہتا ہے: اور کچھ لوگ وہ ہیں جو آتش پرستی کرتے ہیں کہ انہوں نے آگ کو خدا بنا رکھا ہے، اور آتش پرستی کے لیے بہت سارے گھر اور عمارتیں تعمیر کیں اور ان پر حجاب ڈالے اور خدام مقرر کیے جو اس آگ کو ایک لمحہ بھی بجھنے نہیں دیتے۔

ان کی پوجا پاٹ کرنے کا ایک طریقہ یہ تھا کہ وہ اس آگ کے گرد چکر لگایا کرتے تھے، اور کچھ لوگ اس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو آگ میں ڈال دیتے تھے اور کچھ لوگ تقرب چاہنے کے لیے اپنی اولادوں کو ڈال دیتے تھے، اور ان میں کچھ لوگ تارک دنیا ہو کر صرف پوجا پاٹ اور برت وغیرہ میں مصروف رہتے، اس کے علاوہ ان آتش پرستوں کے عبادت کرنے کے اور بھی طریقے ہیں۔

اور انسانوں میں ایک گروہ ہے جو پانی کو پوجتا ہے اس کا گمان یہ ہے کہ پانی ہر شئ کی اصل ہے، ان کے نزدیک اس کی عبادت کے کئی طریقے ہیں، جیسے تنتر منتر کرنا، اس کی حمد و ثنا کرنا، اس کے آگے سجدہ ریز ہونا وغیرہ۔

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو حیوانات و جمادات کو پوجتے ہیں، کچھ گائے کے پجاری ہیں، کچھ گھوڑے کے پجاری ہیں، کچھ انسانوں کو کچھ درختوں کو پوجتے ہیں اور کچھ شیاطین کی پرستش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (الم اعھد الیکم یا بنی آدم ان لا تعبدوا الشیطان) [یٰس۔ ٦٠] ترجمہ: اے اولاد آدم کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا۔ (کنز الایمان)

(ابن قیم نے) مزید کہا: ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو مانتے ہیں کہ اس عالم کا ایک صانع ہے جو علم و حکمت و فضیلت والا، تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے، مگر ساتھ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے اس تک وصول کا کوئی راستہ سوائے وسائط و وسائل کے ممکن نہیں، لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ ہم اس کا قرب روحانی وسائط و وسائل سے حاصل کریں، تو اسی لیے ہم توسطات روحانیہ کا قرب پکڑتے ہیں اور ان کے ذریعے تقرب حاصل کرتے ہیں، تو وہ ہمارے خدا اور معبود ہیں

اور رب الارباب اور الہ الآلھہ کی باگاہ میں ہمارے شفیع ہیں، توہم ان کی پرستش اللہ کی قربت ہی کے لیے کرتے ہیں (مانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی)، تواسی وجہ سے ہم ان سے اپنی حاجات کا سوال کرتے ہیں اور اپنے حالات ان پر پیش کرتے ہیں اور اپنے تمام معاملات میں ان کی طرف مائل ہوتے ہیں تاکہ یہ ہمارے خدااور اپنے خدا کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں اور یہ بات روحانی طریقے سے استمداد کیے بغیر ممکن نہیں ، اور ان کی استمداد تضرع کے ساتھ ان کی پرستش کرنے، بھینٹ چڑھانے، قربانی کرنے اور دھونی رمانے سے حاصل ہوتی ہے۔

تو یہ تمام لوگ ان دو بنیادی باتوں کے منکر ہوئے، جنہیں لے کر تمام رسولان عظام تشریف لائے :

ایک: اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت اور دوسری: اس کے رسولوں پر ایمان اور وہ جوکچھ خدا کے پاس سے لائے ہیں، اس کی تصدیق، اس کا اقرار اور اس کی اطاعت وفرماں برداری، اور جوکچھ بیان کیا گیا یہ ہر زمانے کے مشرکین کا مذہب ہے۔

وہ آگے بیان کرتا ہیں: قرآن اور باقی تمام کتب الہیہ اس دین کے بطلان، اور اس کفری دین کے پیرو کاروں کے کفر کی وضاحت وصراحت کرتی ہیں۔

کہتا ہے اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ منع فرماتا ہے کہ اس کا مثل وشریک اور مشابہ کسی کو قرار دیا جائے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اہل شرک، جن کی تعظیم وعبادت کرتے ہیں انہیں خالق سے تشبیہ دیتے ہیں، انہیں خصائص الہیہ دیتے ہیں، اور صراحتًا کہتے ہیں کہ وہ خدا ہیں اور ایک خدا کا انکار کرتے ہیں ، کہتے ہیں (واصبروا علی آلھتکم ۔ (ص۔٦) ترجمہ: اور اپنے خداؤں پر صابر رہو۔(کنزالایمان)

اور تصریح کرتے ہیں کہ بے شک وہ خدا و معبود ہیں جن سے امید ورجا ہے، جن کا ڈر و خوف ہے، جن کے لیے تعظیم و سجود ہیں اور جن کے تقرب کے لیے قربانیاں دی جاتی ہیں ۔ وغیر ذالک وہ خصائص عبادت جو سوائے وحدہ لاشریک کے کسی کو شایان نہیں ، اللہ فرماتا ہے (فلا تجعلوا للہ اندادا۔ [البقرہ۔ ٢٢](ترجمہ: تو اللہ کے لیے جان بوجھ کر برابر والے نہ

ٹھہراؤ) ، اور فرماتا ہے: (ومن الناس من یتخذ من دون الله انداداً)[البقرہ۔۱۶۵]۔
ترجمہ:۔اور کچھ لوگ اللہ کے سوا اور معبود بنا لیتے ہیں۔(کنزالایمان)

توان لوگوں نے مخلوق کو خالق کے مشابہ، اس کا نظیر و مثیل ٹھہرادیا، کہا جاتا ہے ''فلان ندفلان''یعنی فلاں، فلاں کے مثل و مشابہ ہے۔

زجاج نے کہا:(آیت کریمہ ''فلا تجعلوا لله انداداً''کا معنٰی ہے کہ اللہ کے برابر والے نہ ٹھہراؤ یعنی امثال و نظراء نہ ٹھہراؤ۔

اور اسی معنٰی میں اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے: (الحمد لله الذی خلق السماوات والارض وجعل الظلمات والنور ثم الذین کفروا بربهم یعدلون)[الانعام۔۱]

ترجمہ:۔سب خوبیاں اللہ کو جس نے آسمان اور زمین بنائے۔اور اندھیریاں اور روشنی پیدا کی، اس پر کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

یعنی کفار غیر اللہ کو اللہ کے برابر ٹھہراتے ہیں یعنی کہ وہ خلق خدا میں سے کسی کو خدا کے مساوی و مشابہ ٹھہراتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں (اللہ فرماتا ہے کہ) یہ میری مخلوق میں سے بتوں اور پتھروں کو میرے برابر بنانا چاہتے ہیں، بعد اقرار کرنے کے میری نعمت و ربوبیت کا۔

امام زجاج فرماتے ہیں کہ جاننا چاہیے کہ اللہ کی تو یہ شان ہے کہ وہ آیت پاک میں مذکور تمام اشیا کا خالق ہے، اور اس میں شبہ نہیں کہ خالق کے مشابہ اور مماثل کوئی شئ نہیں، نیز جاننا چاہیے کہ کفار کا حال یہ ہے کہ وہ اس کا برابر ٹھہراتے ہیں، عدل کا معنٰی ''تسویہ''(برابر ٹھہرانا) ہے۔

کہا جاتا ہے:''عدل الشئی بالشئی''یعنی وہ چیز اس چیز کے مساوی ہے۔

اللہ فرماتا ہے:(هل تعلم له سمیا)۔المریم۔٦٥)ترجمہ:کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو۔(کنزالایمان)

حضرت عبد اللہ ابن عباس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں: یعنی کیا اس کا مثل و شبہ جانتے ہو شبہ و مثل وہ ہوتا ہے جو اس کے ہم نام و ہم معنٰی ہو اور اس میں نفی ہے مخلوق کے خالق

سے اس طرح مشابہ و مماثل ہونے کی جو عبادت و تعظیم کی مستحق ہو۔ اور اسی معنیٰ میں یہ فرمان باری تعالیٰ ہے: (ولم یکن لہ کفوا احد) اور یہ فرمان باری عزاسمہ: (لیس کمثلہ شئی) یعنی مقصد اس دعویٰ کی نفی کرنا ہے کہ کوئی اس کا شریک ہے یا معبود جو مستحق عبادت و تعظیم ہو۔ اور جس مشابہت و مماثلت کا نفیاً اور نھیاً ابطال کیا گیا ہے وہ دنیا کے شرک اور بت پرستی کی اصل ہے۔ اور اسی وجہ سے نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے منع فرمایا کہ کوئی اپنے مثل کسی مخلوق کو سجدہ کرے یا اس کی قسم اٹھائے یا کہے جو اللہ نے چاہا اور میں نے چاہا، وغیرہ ذالک افعال و اقوال ممنوعہ تاکہ اس تشبیہ سے بچا جا سکے جو دنیا میں شرک کی جڑ اور اصل ہے، ابن قیم کا کلام یہاں ختم ہوا۔

امور وافعال مختلف فیھا میں علمائے کرام کے مواقف

در اصل ہم نے مذکورہ کلام (قدرے تفصیل سے) یہاں پر صرف اس لیے نقل کیا تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ مشرکین کے شرک کی کیفیت کیا ہے؟ تاکہ تم جانو کہ جن امور کی بنا پر تم تکفیر مسلمین کرتے ہو اور ملت اسلامیہ سے خارج کرتے ہو وہ ہرگز ایسے نہیں جیسا کہ تم گمان کرتے ہو کہ وہ ان مشرکین کے شرک کی طرح شرک اکبر ہے جنہوں نے تمام رسولان عظام کی دو اصولوں میں تکذیب کی، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ امور وافعال جو تمہارے نزدیک سبب تکفیر ہیں، (ان میں بعض) اس شرک کے فروع ہیں (نہ کہ شرک اصلی و شرک اکبر)[ا]

[ا] **(مصنف کے کلام کی توجیہ و تاویل)**

انتہائی حیرت کی بات ہے کہ صاحب کتاب کئی مقامات پر ان امور و افعال کو احادیث سے ثابت کر چکے ہیں بلکہ بارہا بیان کر چکے کہ امت قرناً بعد قرن اور نسلاً بعد نسل ان امور و افعال پر عامل رہی ہے اور اہل علم میں سے کسی نے بھی ان پر انکار و تردید نہیں کی، مثلاً غیر اللہ کو پکارنا، مزارات انبیاء و اولیاء کی تقدیس و تعظیم نذر لغیر اللہ وغیرہ اور اسی طرح دیگر امور و افعال جنہیں وہابی شرک و کفر سے تعبیر کرتے ہیں، مصنف نے ان کو مسنون و مستحب ثابت کیا اور اس کے بعد یہاں مطلقاً کہہ دیا کہ یہ امور شرک اصغر ہیں اور بہر حال من قبیل الممنوعات والمحذورات ہیں اور باب المحرمات سے ہیں تو گویا امت تقریباً آٹھ نو سو سالوں سے امور محرمہ کی مرتکب رہی (یا تو شرک اصغر میں مبتلا تھی، یا

لہٰذا بعض علما ان امور (میں غلو) کو شرک سے (محض) موسوم کرتے ہیں اور شرک اصغر کے باب میں ان کا شمار کراتے ہیں، اور بعض علما انہیں شرک سے موسوم نہیں کرتے مگر باب محرمات میں شمار کراتے ہیں، اور کچھ علمائے کرام ایسے بھی ہیں جو ان امور وافعال کو نہ شرک کہتے ہیں، نہ اسم شرک سے موسوم کرتے ہیں، نہ حرام کہتے ہیں بلکہ ان میں سے کچھ کاموں کو باب مکروہات میں گنتے ہیں، جیسا کہ اہل علم کی کتابوں میں وہ اپنے اپنے مقامات پر مذکور ہے، تلاشنے والا پالے گا جویندہ یابندہ، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ان کاموں سے دور رکھے جو اسے ناراض کرتے ہیں، آمین والحمد للہ رب العالمین۔

حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ: امور محرمہ میں یا مکروہات میں)، اور حرام کے ارتکاب کی وجہ سے آٹھ سو سالوں سے سب فاسق وفاجر ٹھہرے اور بات اسی پر نہیں رکتی بلکہ علمائے کرام اپنے فرائض ادا نہ کرکے اور رد وانکار نہ کرکے مستحق ملامت اور مورد الزام ٹھہرے، بہر اعتبار تضاد واضح ہے۔

مصنف کی عبارت کی تاویل یوں کی جاسکتی ہے کہ مصنف کا موقف وہی ہے جو قائلین قول ثالث ہیں یعنی وہ جو بعض امور کو مکروہات میں شمار کرتے ہیں اور جو امور شرک اصغر اور بدعت اور محرمات میں شمار کیے جاتے ہیں وہ ان امور وافعال میں حد درجہ غلو کرنا ہے، مثلا طواف غیر کعبہ، مزامیر وغیرہ موسِقیات کا استعمال، غیر اللہ کو سجود وغیرہ ذٰلک ممنوعات شرعیہ۔

بست و ششم فصل: ان احادیث کے ذکر میں جو مسلم کی صفات بیان کرتی ہیں

(احادیث در صفت مسلم)

حدیث(۱): حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل (علیہ السلام) نے نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے اسلام کے بارے میں دریافت کیا۔۔

فرمایا: "اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے اور محمد اللہ کے رسول ہیں ، اور یہ کہ تو نماز قائم کرے اور زکات ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا قصد کرے اگر تو اس تک راہ پاتا ہو۔۔ تو انہوں نے عرض کیا: سچ فرمایا، کہا: اب مجھے ایمان کے بارے میں بتائیں ۔۔ فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اور یہ کہ تو ایمان لائے قدر پر اس کے خیر و شر پر، انہوں نے عرض کیا: آپ نے سچ فرمایا، کہا کہ اب مجھے احسان کے متعلق بتائیے، فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے جیسے کہ تو اسے دیکھ رہا ہو اور گر اس کو دیکھنے کی کیفیت میسر نہ آسکے تو تیرے دل کی کیفیت یہ ہو کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے، انہوں نے عرض کیا: سچ فرمایا" الخ

حدیث(۲): حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی روایت ہے ، فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو فرماتے سنا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکات ادا کرنا ،بیت اللہ کا حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا" اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

حدیث ۳: "صحیحین" میں حضرت عبداللہ ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا عبدالقیس کا وفد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کی خدمت میں بجز ماہ حرام کے آنے سے معذور ہیں ،

ہمارے اور آپ کے مابین مضر کے کافروں کا یہ قبیلہ حائل ہے، تو ہمیں آپ کوئی ایسا امر فیصل ارشاد فرمائیں جس کی خبر ہم اپنے پیچھے رہنے والوں کو دیں اور ہم سب جنت میں دخول کے مستحق ہوں جائیں تو آپ نے انہیں اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لانے کا حکم دیا اور فرمایا کیا جانتے ہو کہ اللہ وحدہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ بولے: اللہ و رسول ہی بہتر جانتے ہیں، تو فرمایا گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکات دینا اور رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ تم غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرو اور فرمایا کہ ان باتوں کو خوب یاد کرلو اور اپنے پیچھے والوں کو اس کی خبر دو"۔

حدیث۴: حضرت عبد اللہ ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے مروی ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے جب معاذ کو یمن روانہ کیا تو فرمایا: "یقیناً تم ایسی قوموں کے پاس جارہے ہو جو کتاب والے ہیں، لہٰذا سب سے پہلی بات جس کی تم انہیں دعوت دو اس بات کی شہادت ہونی چاہئے کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، تو اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کرلیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر پورے دن و رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، تو اگر وہ اس میں تمھاری بات مان لیں تو انہیں بتانا کہ بے شک اللہ نے ان پر زکات فرض کی ہے جو ان کے امرا سے لے کر ان کے فقرا پر لوٹا دی جائے گی" اسے بخاری نے روایت کیا۔

حدیث۵: حضرت عبداللہ ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں تاوقتیکہ وہ گواہی دے دیں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں، اور زکات ادا کریں، تو اگر وہ ایسا کرلیں تو انہوں نے اپنا جان مال مجھ سے محفوظ کرلیا سوائے حق اسلام کے اور پھر ان کا حساب و کتاب اللہ کے ذمے ہے" اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

حدیث ۶: حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: مجھے حکم ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کروں تاوقتیکہ وہ شہادت دے

دیں ، لہٰذا جب وہ گواہی دے دیں تو انہوں نے اپنی جانیں اور اموال مجھ سے محفوظ کرلیں سوائے ان کے جان مال کے حق کے اور ان کے حساب کے جو اللہ کے ذمہ ہے۔ اس کو امام بخاری و مسلم نے روایت کیا نیز امام احمد و ابن ماجہ نے بھی روایت کیا اور ابن خزیمہ نے ان الفاظ کی زیادتی کے ساتھ روایت کیا: (مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں تاوقتیکہ وہ کہیں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے) اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکات دیں، پھر مجھ پر ان کی جان مال حرام ہے''

حدیث۷: حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جہاد کروں جب تک وہ گواہی نہ دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور مجھ پر اور جو میں لے کر آیا ہوں، اس پر ایمان نہ لے آئیں، لہٰذا اگر انہوں نے ایسا کرلیا تو مجھ سے اپنی جان مال کو بچالیا، سوائے ان کے حق کے'' اسے امام مسلم نے روایت کیا۔

حدیث۸: حضرت بریدہ بن الحصیب کی حدیث ہے کہ نبیٔ اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جب کسی لشکر کو روانہ فرماتے۔۔ اور انہوں نے پوری حدیث ذکر کی جس میں یہ بھی ہے کہ فرمایا'' جب تم کسی شہر اور قلعے والوں کا محاصرہ کرو، تو اگر وہ کلمۂ شہادت لا الہ الا اللہ ادا کردیں، تو ان کے وہی حقوق ہیں جو تمھارے حقوق ہیں اور ان پر وہی لازم ہے جو تم پر لازم ہے'' امام مسلم نے اس کو روایت کیا۔

حدیث۹: حضرت مقداد ابن اسود سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کیا حکم فرماتے ہیں کہ اگر مشرکین میں سے کسی شخص سے میرا سامنا ہو اور وہ مجھ سے جنگ کرے یہاں تک کہ میرا ایک ہاتھ تلوار کے وار سے کاٹ دے، پھر مجھ سے (بچنے کے لیے) پیڑ کی پناہ لے کر کہے میں اللہ کے واسطے اسلام قبول کرتا ہوں، یارسول اللہ تو کیا میں اسے قتل نہ کردوں بعد وہ جملہ کہنے کے؟ ارشاد فرمایا اسے قتل نہ کرنا، میں نے پھر عرض کیا یارسول اللہ اس نے میرا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا پھر وہ کہا کاٹنے کے بعد، تو کیا میں اسے قتل نہ کردوں؟ فرمایا

اسے قتل نہ کرنا، اس لیے کہ اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو جان لو کہ بلاشبہ وہ اب تمھاری جگہ ہو گیا (جیسے تم اسے قتل کرنے سے پہلے تھے (یعنی مسلمان اور معصوم الدم) اور تم اس کی جگہ ہو گئے جیسے وہ کلمہ شہادت ادا کرنے سے پہلے تھا (یعنی مباح الدم) (لیکن دونوں کے مباح الدم ہونے کا سبب مختلف ہے، اس لیے کہ قاتل کا مباح الدم ہونا، حق قصاص کے سبب ہے اور کافر کا مباح الدم ہونا، حق اسلام کے سبب ہے) اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔[۱]

حدیث ۱۰: حضرت اسامہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو لاالٰہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی قتل کر ڈالا (تو حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ) تم قیامت کے دن اس کے لاالٰہ الا اللہ کا سامنا کیسے کرو گے؟ تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ اس نے یہ اپنی جان بچانے کے لیے کہا، فرمایا کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟ اور بار بار اسے دہراتے رہے کہ بروز قیامت تیرا کیا، عذر ہو گا، لاالٰہ الا اللہ سے، حضرت اسامہ فرماتے ہیں کہ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اتنا فرمایا کہ) مجھے خواہش ہوئی کاش آج ہی ایمان لایا ہوتا"۔ "صحیحین" میں حدیث کے الفاظ حضرت اسامہ سے یہ ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ہمیں قبیلہ جہنیہ کی ایک شاخ قبیلہ حرقہ کی جانب روانہ فرمایا، تو ہم نے

---

[۱] (فان قتلتہ فانہ بمنزلتک قبل ان تقتلہ) تو اگر تو نے اسے قتل کر دیا تو جان لے کہ بلاشبہ وہ تیری جگہ ہو گیا جیسے تو اسے قتل کرنے سے پہلے تھا، اس لیے کہ وہ اب مسلمان معصوم الدم ہو گیا ہے جیسے تو مسلمان اور اسے قتل کرنے سے پہلے معصوم الدم ہے اور اگر تو اسے قتل کر دے تو تیرا یہ فعل تجھے قصاصا مباح الدم کر دیگا یعنی جس طرح تو اسے قتل کرنے سے پہلے بوجہ مسلمان ہونے کے محفوظ الدم ہے یوں ہی اسلام لانے کے بعد اب وہ محفوظ الدم (معصوم الدم) ہو گیا، (وانک بمنزلتہ قبل ان یقول کلمتہ التی قال) اور تو اس کی جگہ ہو گیا۔ جہاں وہ کلمۂ شہادت ادا کرنے سے پہلے تھا، اس لئے کہ تو اب اسے قتل کر کے مباح الدم ہو گیا جیسے وہ قبل اسلام مباح الدم تھا لیکن دونوں کے مباح الدم ہونے کا سبب مختلف ہے کیوں کہ قاتل کا مباح الدم ہونا بسبب حق قصاص ہے اور کافر کا مباح الدم ہونا حق اسلام کے سبب ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، صفحہ ۹ جلد ۷، دار الکتب العلمیہ بیروت)

قوم کے چشموں پر صبح کی، اور ہوا یہ کہ میرا اور ایک انصاری جوان کا سامنا ان میں سے ایک شخص سے ہو گیا، جب ہم نے اسے گھیر لیا تو وہ لاالہ الا اللہ کہنے لگا، اس پر ان انصاری جوان نے اپنا ہاتھ روک لیا مگر میں نے اپنے بھالے سے مار کر اسے قتل کر ڈالا، پھر جب ہم واپس لوٹے اور یہ خبر رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو پہنچی تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے اسامہ کیا تم نے اسے لاالہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی قتل کر ڈالا، اور آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اس بات کو اتنا دہرایا کہ میرے دل میں یہ خیال آگیا کہ کاش میں اس دن سے پہلے اسلام نہ لاتا" اور ایک روایت میں یوں ہے کہ کیا تم نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھ لیا تھا۔ روایت کی ابن مردویہ نے ابراہیم تیمی سے، انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے حضرت اسامہ سے کہ فرمایا: میں کبھی بھی اس شخص کو قتل نہ کروں گا جو لاالہ الا اللہ کہتا ہو۔

پھر سعد ابن مالک نے کہا اور میں بھی خدا کی قسم کبھی بھی اس شخص کو نہ ماروں گا جو لاالہ الا اللہ کہے۔

حدیث۱۱: حضرت عبداللہ ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قبیلہ بنی خزیمہ کی طرف بھیجا، انہوں نے انہیں اسلام کی دعوت دی مگر اہل قبیلہ نے اسے اچھا نہ جانا کہ وہ کہیں کہ ہم اسلام لائے اور وہ یہی کہتے رہے "صبأنا صبأنا" (یعنی ہم نے اپنا دین چھوڑا، ہم اپنے دین سے پھرے) لیکن خالد انہیں پکڑنے اور قتل کرنے لگے۔۔۔ آگے بیان کرتے ہیں کہ پھر ہم رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سب کچھ عرض کر دیا، تو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اپنے ہاتھ کھڑے فرما لیے اور کہا کہ اے اللہ جو کچھ خالد نے کیا ہے، میں اس سے تیرے حضور بری ہوں، اسے دو دفعہ فرمایا"، اس کو روایت کیا احمد اور بخاری نے۔

حدیث۱۲: حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جب کسی قوم پر غزوہ فرماتے تو صبح تک حملہ نہ کرتے پھر اگر (صبح کو) اذان سماعت فرماتے تو رک جاتے اور اگر اذان نہ سنتے تو صبح طلوع ہو جانے کے بعد حملہ فرما دیتے" اسے امام احمد و امام بخاری نے روایت کیا۔

انہی سے مروی ہے کہ آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) طلوع فجر تک غزوہ فرمانے میں تاخیر کرتے تھے اور اذان کو سننے کی کوشش فرماتے تھے، لہٰذا اگر اذان سماعت پڑتی تو باز رہتے ورنہ تو غزوہ فرمادیتے تھے، ایک دفعہ ایک شخص کو کہتے سنا اللہ اکبر اللہ اکبر تو رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا دین فطرت پر ہے، پھر اس نے کہا: اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ تو فرمایا: جہنم سے آزاد ہے تو جب سب نے اس کی طرف دیکھا تو وہ بھیڑوں کا چرواہا تھا" اسے امام مسلم نے روایت کیا۔

حدیث ۱۳: عصام مزنی سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ "نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جب کسی سریہ (لشکر کی ٹکڑی) کو روانہ کرتے تو فرماتے کہ اگر تم کوئی مسجد دیکھو یا کسی موذن کو سنو تو انہیں قتل نہ کرنا" روایت کیا اسے امام احمد و ابوداؤد و امام ترمذی و ابن ماجہ نے۔

حدیث ۱۴: حضرت ام سلمہ (ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے روایت کیا کہ "ہم پر ایسے امرا و حکام مسلط کیے جائیں گے کہ تم ان کے بعض اعمال کی تعریف کرتے ہوگے (جو موافق شرع ہوں گے) اور بعض کی برائی کرتے ہوگے (جو مخالف شرع ہوں گے)، لہٰذا جس نے برائی کی تو بے شک وہ بری الذمہ ہے اور جس نے ان کے اعمال کو برا جانا وہ محفوظ ہے (گناہ سے) لیکن (گناہ کا وبال تو اس کے سر ہے) جو (ان اعمال پر راضی رہا ہو اور ان کی اتباع کی، (صحابہ نے) عرض کیا یا رسول اللہ! تو کیا ہم ان سے قتال کریں؟ فرمایا نہیں جب تک وہ نماز پڑھیں" اس کو امام مسلم نے روایت کیا۔

حدیث ۱۵: حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: "جو ہماری جیسی نماز پڑھے (دین اسلام کا اقرار کرتے ہوئے) اور ہمارے قبلے کی طرف رخ کرے اور ہمارے ذبیحہ کو کھائے وہ ایسا مسلمان ہے جس کا ذمہ اللہ اور اس کے رسول پر ہے لہٰذا اللہ کے عہد و ذمہ میں اس کی خیانت نہ کرو" اس کو بخاری نے روایت کیا۔

حدیث ۱۶: حضرت ابو سعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے خوارج کی حدیث میں آیا ہے کہ ذوالخویصرہ نامی شخص نے نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے کہا: اللہ سے ڈرو، تو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: تیری بربادی ہو، کیا میں وہ نہیں ہوں جو دنیا والوں میں سب سے

بڑھ کر اللہ سے ڈرتا ہو؟ راوی حدیث نے کہا کہ پھر وہ شخص پیٹھ دکھا کر چلا گیا، تو خالد نے کہا: یا رسول اللہ کیا میں اس کی گردن نہ ماردوں ؟ فرمایا نہیں ، شاید وہ نماز پڑھتا ہو، خالد نے عرض کیا کتنے نمازی ایسے ہیں جو اپنی زبان سے وہ بولتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتا، اس پر رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ مجھے لوگوں کے دلوں کو کھودنے اور ان کے پیٹوں کو پھاڑنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے "اس کو امام مسلم نے روایت کیا۔

حدیث ۱۷: عبید اللہ بن عدی بن الخیار سے مروی ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نے انہیں یہ حدیث سنائی کہ وہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ایک مجلس میں حاضر آئے اور سرگوشی میں آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے ایک منافق کے قتل کی اجازت چاہنے لگے، تو رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے بآواز بلند فرمایا: کیا وہ گواہی نہیں دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ؟ ان انصاری نے عرض کیا: ہاں دیتا تو ہے یا رسول اللہ مگر اس کی گواہی، گواہی نہیں ، پھر فرمایا: کیا وہ گواہی نہیں دیتا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں ؟ کہا ہاں مگر اس کی شہادت، شہادت نہیں ، فرمایا: کیا وہ نماز نہیں پڑھتا؟ کہا ہاں مگر اس کی نماز، نماز نہیں ، فرمایا ان لوگوں کو قتل کرنے سے اللہ نے مجھے منع فرمایا ہے "اس حدیث کو امام شافعی اور امام احمد نے روایت کیا ہے۔

حدیث ۱۸: "صحیحین" میں حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ ایک اعرابی، نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجیے کہ اگر میں اس پر عامل رہوں تو دخول جنت کا مستحق ہو جاؤں ، فرمایا اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور فرض نمازیں قائم کرو اور فرض زکات ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو، وہ کہنے لگا: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں اس پر زائد کروں گا نہ اس میں کوئی کوتاہی (کمی) کروں گا، پھر جب وہ چلا گیا تو نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ جو کسی جنتی کو دیکھنا چاہے وہ اس شخص کو دیکھ لے "

حدیث ۱۹: عمران بن مرۃ الجھنی سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ، آپ کیا فرماتے ہیں اگر میں شہادت

دیتا رہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور نماز پنجگانہ پڑھتا رہوں اور رمضان کے روزے اس کے وقت میں رکھتا رہوں، تو میرا شمار کن میں ہوگا؟ فرمایا: صدیقین و شہداء میں ہوگا" اس کو ابن حبان اور ابن خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا۔

حدیث ۲۰: حضرت عباس ابن عبد المطلب (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: "اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو اللہ کے رب ہونے سے، اسلام کے دین ہونے سے، اور محمد کے نبی ہونے سے راضی ہوا۔

حدیث ۲۱: حضرت سعد (ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے روایت کرتے ہیں جس نے مؤذن کو شہادتیں دیتے وقت، سن کر کہا: رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا، اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے" اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

حدیث ۲۲: "صحیحین" میں بروایت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: "ایمان کی ستر سے کچھ زائد شاخیں اور فرعیں ہیں، ان میں سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے ادنا تکلیف دہ شئ کو راستے سے ہٹا دینا ہے اور شرم و حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

حدیث ۲۳: حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی حدیث ہے کہ ابوطالب جب بیمار پڑے تو قریش ان کے پاس آئے اور نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بھی تشریف لائے، پھر حدیث بیان کی، جس میں ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: میں ان سے ایک کلمہ چاہتا ہوں کہ یہ اسے اپنی زبان سے ادا کریں جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے ذریعے، عرب اپنے لیے دین اختیار کریں گے اور سارا عجم پھر ان کی طرف اس کے سبب جزیہ ادا کرے گا، وہ کہنے لگے: ایک کلمہ، فرمایا ایک کلمہ کہو لا الہ الا اللہ، تو وہ گھبرا کر اٹھے اور اپنے کپڑوں کو جھاڑتے ہوئے بولے (أجعل الآلهة الها و احدا، ان هذا لشئی عجاب)، اس کو روایت کیا امام احمد، امام نسائی اور امام ترمذی نے اور انہوں نے اسے حسن کہا۔

حدیث۲۴: "صحیحین" میں ہے سعید ابن المسیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ابوطالب کے وفات کا وقت جب قریب آیا تو رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان کے پاس تشریف لائے اور آپ نے ان کے پاس ابوجہل اور عبداللہ ابن (ابی) امیہ کو پایا، آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: چچا آپ بس کلمہ لاالہ الا اللہ پڑھ لیں میں اس کے ذریعہ بارگاہ الٰہی میں آپ کی شفاعت کردوں گا۔۔(یہ سن کر) ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ ان سے کہنے لگے: کیا تم عبدالمطلب کے دین سے پھر جاؤ گے؟ نتیجہ یہ ہوا کہ ابوطالب کے منہ سے جو آخری بات نکلی وہ یہ تھی کہ بلکہ (میں) عبدالمطلب کے دین پر (ہوں) اور انہوں نے "لا الہ الا اللہ" کہنے سے انکار کردیا تھا"۔

حدیث۲۵: حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی حدیث میں ہے کہ "میں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس معاملے (یعنی وسوسے) سے نجات کا کیا طریقہ ہے؟ تو رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو مجھ سے وہ کلمہ قبول کرلے جو میرے چچا پر جب پیش کیا گیا تو انہوں نے اسے رد کردیا جب کہ وہ ان کے لیے نجات کا ذریعہ تھا" اس کو امام احمد نے روایت کیا۔

حدیث۲۶: حضرت عبادۃ بن صامت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: "جس نے گواہی دی کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے اور محمد اس کے بندہ خاص اور رسول ہیں اور یہ کہ عیسیٰ اللہ کے بندے اور اس کے رسول اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے مریم پر القا فرمایا اور وہ اس کی پیدا کردہ روح ہیں اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے، تو اسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا اس کا عمل چاہے جیسا ہو" اسے بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا۔

حدیث۲۷: حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے معاذ سے فرمایا کہ کوئی شخص بھی ایسا نہیں کہ جو صدق دل سے گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں مگر یہ کہ اللہ نے اسے آگ پر حرام فرمادیا۔

انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ کیا میں یہ خبر عام نہ کردوں کہ لوگ خوش ہوں، فرمایا (نہیں) ورنہ لوگ اس پر اعتماد کرلیں گے، (اور عمل کرنا چھوڑ دیں گے) پھر حضرت معاذ نے اپنے وصال کے وقت اس کی خبر کردی (تاکہ کتمان علم کا الزام ان پر نہ عائد ہو) اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

حدیث۲۸: حضرت عبادۃ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے اس پر دوزخ حرام فرمادی" اس کو امام مسلم نے روایت کیا۔

حدیث۲۹: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو بھی بندہ خدا لاالٰہ الا اللہ کہے پھر اس پر فوت ہوجائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا" اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

حدیث۳۰: "صحیحین" میں حضرت عتبان سے ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص پر جہنم کو حرام فرمادیا ہے جس نے رضاے الٰہی کے لیے لاالٰہ الا اللہ کہا"۔

حدیث۳۱: حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے انہیں اپنے نعلین عطا کر کے فرمایا کہ میرے ان نعلین کو لے جاؤ اور (باغ کی) اس دیوار کے اس طرف جو بھی ایسا شخص ملے کہ لاالٰہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہو، اسے جنت کی بشارت دے دو" اسے امام مسلم نے روایت کیا۔

حدیث۳۲: حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ لوگوں میں سب سے بڑھ کر آپ کی شفاعت سے سعادت مند کون ہوگا؟ فرمایا: میری شفاعت سے سب سے بڑھ کر سعادت مند وہ ہے جو خلوص قلب کے ساتھ لاالٰہ الا اللہ کہے" اسے امام بخاری نے روایت کیا۔

حدیث۳۳: حضرت ام سلمہ سے (بخاری میں) ایک طویل حدیث ہے، انہوں نے پوری حدیث نقل کی جس میں ہے کہ پھر اس کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے

فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، نہیں ممکن ہے کہ بندہ اس شہادت کے ساتھ اللہ سے ملاقات کرے اس حال میں کہ وہ (اس شہادت میں) غیر متردد ہو پھر یہ کہ وہ جنت سے مانع ہو جائے (یعنی وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا مانع نہ ہوگا) اسے امام بخاری نے روایت کیا۔

حدیث ۳۴: حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو اس میں فوت ہوا کہ وہ لا الہ الا اللہ کا مطلب جانتا تھا جنت میں داخل ہوگا" رواہ مسلم۔

حدیث ۳۵: حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شفاعت کے بارے میں حدیث ہے جس میں ہے کہ نبیٔ اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: پھر وہ شخص دوزخ سے نکالا جائے گا جو لا الہ الا اللہ کہا کرتا تھا اور اس کے دل میں جو کے دانے کے وزن برابر خیر تھی، اس کے بعد وہ جہنم سے نکالا جائیگا جو لا الہ الا اللہ کہتا تھا اور اس کے دل میں دانہ گندم کے وزن برابر خیر تھی، پھر آگ سے وہ نکالا جائے گا جو لا الہ الا اللہ کہتا تھا اور اس کے دل میں ذرہ برابر خیر تھی" امام بخاری و مسلم نے اسے روایت کیا اور "الصحیح" میں امام احمد سے تقریباً اسی معنیٰ میں حضرت ابو سعید اور حضرت صدیق کی حدیث آئی ہے۔

حدیث ۳۶: حضرت معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا"۔

حدیث ۳۷: بروایت معاذ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے مروی ہے کہ جنت کی کنجی لا الہ الا اللہ ہے" اس کو امام احمد و برار نے روایت کیا۔

حدیث ۳۸: حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ ہمارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کھڑے ہوئے، پھر بلال نے کھڑے ہو کر اذان دی، جب وہ خاموش ہو گئے تو رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو یقین کے ساتھ اس طرح کہے وہ جنت میں داخل ہوگا" اسے امام نسائی و ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا۔

حدیث۳۹: حضرت رفاعہ جہنی سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا میں اللہ کے حضور گواہی دیتا ہوں کہ نہیں مرتا ہے کوئی بندہ جو صدق دل سے گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں پھر اسے قائم رکھے مگر یہ کہ وہ جنت میں داخل ہو گا" امام احمد نے روایت کیا۔

حدیث۴۰: حضرت عبداللہ ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو فرماتے سنا: بے شک میں ضرور ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ کوئی بھی بندہ خدا اسے صدق دل سے کہتا ہے اور اس پر مرتا ہے تو اللہ اس پر نار جہنم حرام فرما دیتا ہے (وہ کلمہ) لاالہ الا اللہ "(ہے) اسے امام حاکم نے روایت کیا۔

حدیث۴۱: حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو فرماتے سنا کہ ملک الموت جب کسی مرنے والے بندے کے پاس آتا ہے تو اس کے اعضا کو کھول کر دیکھتا ہے تو وہ اس میں ذرا خیر نہیں پاتا، پھر اس کا دل چیر کر دیکھتا ہے تو وہاں بھی خیر نہیں پاتا پھر اس کا جبڑا کھولتا ہے تو پاتا ہے کہ اس کی زبان تالو سے چپکی ہوئی لاالہ الا اللہ کہہ رہی ہے، تو اسے کلمہ اخلاص کے سبب بخش دیا جاتا ہے" اسے طبرانی اور بیہقی اور ابن ابی الدنیا نے روایت کیا۔

حدیث۴۲: حضرت ابو سعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ (علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اپنے رب سے عرض کیا اے میرے رب مجھے ایسی چیز تعلیم فرما جس سے میں تیری یاد اور تجھ سے دعا و مناجات کر سکوں، فرمایا: لاالہ الا اللہ کا ورد کر، عرض کیا: اے میرے رب تیرے سبھی بندے اسے ورد زبان رکھتے ہیں، فرمایا: لاالہ الا اللہ کہا کر، عرض کیا لا الہ الا انت میں ایسی چیز چاہتا ہوں جو تو میرے لیے خاص کر دے۔

فرمایا: اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ایک پلڑے پر ہوں، (اور لاالہ الا اللہ دوسرے پلڑے پر ہو) تو بھی لاالہ الا اللہ ان پر بھاری ہو گا" ابن السنی، حاکم اور ابن حبان نے اس کو اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا:

حدیث ۴۳: حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ جس نے "لاالٰہ الا اللہ" کہا تو وہ اسے اس دن فائدہ پہنچائے گا جس دن اسے ایسی مصیبت لاحق ہوگی جیسی اس سے پہلے کبھی لاحق نہ ہوئی" اس کو ابن حبان، طبرانی اور بزار نے روایت کیا، اور اس کے رواۃ، صحیح کے رواۃ ہیں۔

حدیث ۴۴: حضرت عبداللہ ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا کیا میں تمہیں حضرت نوح کی اپنے بیٹے کو وصیت نہ بتادوں؟ تو سنو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ بیٹا! میں تمہیں دو وصیتیں کرتا ہوں: میں تمہیں لاالٰہ الا اللہ کہنے کی وصیت کرتا ہوں اس لیے کہ اگر اس کلمے کو ایک پلڑے پر رکھا جائے اور ساتوں زمین و آسمان کو دوسرے پلڑے پر رکھا جائے تو یہ ان پر بھاری ہوجائے اگرچہ زمین و آسمان حلقہ ہوجائیں تب بھی یہ کلمہ انہیں کاٹ دے گا یہاں تک کہ تو اللہ تک پہنچ جائے" اسے بزار، نسائی اور حاکم نے روایت کیا۔

حدیث ۴۵: حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے روایت کرتے ہیں: "سب سے افضل قول جو میں نے اور مجھ سے قبل انبیا نے کہا وہ "لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہ، لہ الملك و لہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر" ہے۔ رواہ الترمذی۔

حدیث ۴۶: حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہو"، (صحابہ نے) عرض کیا: یارسول اللہ ہم اپنے ایمان کی تجدید کیسے کریں؟ فرمایا: کثرت سے لاالٰہ الا اللہ پڑھا کرو" اس کو امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کیا۔

حدیث ۴۷: حضرت عبداللہ ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: میری امت میں سے قیامت کے دن ایک شخص کو تمام خلائق کی موجودگی میں سامنے نکالا جائے گا پھر اس پر اس کے ننانوے اعمال نامے پھیلا دیے جائیں

گے، ہر اعمال نامہ تا حد نگاہ ہوگا، پھر (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا: کیا تو ان میں سے کسی چیز سے انکار کرتا ہے، کیا میرے کاتبین حافظین نے کوئی ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا: نہیں میرے رب، پھر فرمائے گا: کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے، وہ کہے گا: نہیں، میرے رب، تو اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا: بے شک ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے، اس لیے کہ آج تیرے اوپر کوئی ظلم نہ ہوگا، پھر اس کے لیے ایک کاغذ کا ٹکڑا نکالا جائے گا جس میں لکھا ہوگا "اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ" وہ فرمائے گا: اسے سامنے کرو بندہ عرض کرے گا: اے میرے رب ان سیاہ اعمال ناموں کے مقابلے میں یہ ایک ٹکڑا کیا حیثیت رکھتا ہے، فرمائے گا: تجھ پر ظلم نہ ہوگا۔ تو تمام اعمال ناموں کو (میزان کے) ایک پلڑے پر رکھ دیا جائے گا اور کاغذ کے ایک ٹکڑے کو دوسرے پلڑے پر، تو عالم یہ ہوگا کہ نامہ اعمال کا ٹکڑا ہلکا ہوجائے گا اور کاغذ (کا پلڑا) بھاری ہوجائے گا، اس لیے کہ اللہ کے نام سے زیادہ کوئی چیز بھاری نہیں ہوسکتی"، اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور حسن کہا، اور ابن ماجہ، بیہقی اور ابن حبان نے اپنی صحیح اور حاکم نے بھی اسے روایت کیا اور کہا کہ امام مسلم کی شرط پر ہے۔

حدیث۴۸: حضرت عبداللہ ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں، جس میں ہے لا الہ الا اللہ، نہیں ہے اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب یہاں تک کہ وہ اس تک پہنچ جائے گا" اس کو امام ترمذی نے روایت کیا۔

حدیث۴۹: حضرت حذیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آخری زمانے میں) اسلام پرانا ہوجائے گا جیسے کپڑا پرانا اور بوسیدہ ہوجاتا ہے یہاں تک کہ لوگ نہیں جانیں گے کہ کیا ہے روزہ، اور نا ہی زکات کو، نہ نماز کو اور نہ ہی حج کو اور عالم یہ ہوگا کہ ایک رات کتاب اللہ پر یہ گزرے گی کہ اس کی ایک آیت بھی روئے زمین پر باقی نہیں رہے گی پس بوڑھے مردوں اور بوڑھی عورتوں کی ایک جماعت رہ جائے گی جو کہتی ہوگی کہ ہم نے اپنے آبا، و اجداد کو اس کلمہ لا الہ الا اللہ پر پایا، اسی لیے ہم اسے کہتے ہیں اس پر حضرت صلہ بن زفر نے حذیفہ سے کہا کہ وہ لا الہ الا اللہ انہیں کیا فائدہ پہنچائے گا جبکہ وہ روزہ، نماز زکات اور حج کچھ نہیں جانتے ہوں گے؟

تو حضرت حذیفہ نے ان سے منہ موڑ لیا مگر انہوں نے اپنا سوال تین بار دہرایا اور ہر بار حضرت حذیفہ نے اعراض کیا، پھر تیسری دفعہ ان کی طرف متوجہ ہو کر بولے: اے صلہ وہ کلمہ انہیں نار سے بچائے گا، اے صلہ وہ انہیں نار سے نجات دے گا، اے صلہ وہ انہیں نار سے محفوظ کر دے گا"۔ اس حدیث کو ابن ماجہ اور حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر ہے۔

حدیث ۵۰: حضرت انس ابن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تین چیزیں، اصل ایمان میں سے ہیں: (کلمہ طیبہ) لاالہ الا اللہ پڑھنے والوں سے ہاتھ روکنا، ہرگز ان کی کسی گناہ کے سبب تکفیر نہ کرنا اور انہیں کسی بدعملی کی بدولت اسلام سے باہر نہ کرنا" اس کو ابوداؤد نے روایت کیا۔

حدیث ۵۱: سیدنا عبد اللہ ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے مروی ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: "لاالہ الا اللہ کہنے والوں سے ہاتھ روکو، ان کی کسی گناہ کے سبب تکفیر نہ کرو اس لیے کہ جو لاالہ الا اللہ کہنے والے کو کافر کہے وہ زیادہ کفر کے قریب ہے"۔ اس کو امام طبرانی نے روایت کیا۔

حدیث ۵۲: "صحیحین" میں حضرت ابوذر کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: "کوئی بھی شخص کسی دوسرے شخص پر فسق کی تہمت نہیں لگاتا اور نہ ہی کفر کی تہمت لگاتا ہے مگر یہ کہ وہ خود اس پر لوٹے گی اگر متہم شخص ویسا نہ ہو" اور "صحیحین" میں بروایت ثابت بن ضحاک، نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے مروی ہے کہ "جو کسی مومن پر کفر کی تہمت رکھے تو گویا اس نے اسے قتل ہی کر ڈالا"۔

اور "صحیحین" میں، حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی حدیث اور حضرت عبد اللہ ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی حدیث سے ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: جو بھی شخص اپنے مومن بھائی کو کہے: اے کافر تو وہ ان دونوں میں سے کسی ایک پر پڑے گا"۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم، ہم اس سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے فضل وکرم سے ہمارا خاتمہ ایمان واسلام پر فرمائے۔

اور ہمیں ان اشیا وامور سے دور رکھے جو اس کی ناراضگی کا سبب ہوں۔اور یہ کہ وہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر گامزن رکھے۔بے شک وہ رحیم وکریم ہے۔

والحمد للہ رب العالمین اولا وآخرا وظاہرا وباطنا۔

وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔[۱]

---

[۱] بحول اللہ تعالیٰ آج بتاریخ ۶/ ذوالقعدہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۷/ جون ۲۰۲۰ء کورونا وائرس کے ایام فرصت میں اس کتاب کا ترجمہ مع تحشیہ اختتام کو پہنچا، اللہ تعالیٰ مقبول عام فرماکر قارئین کے لیے ذریعہ ہدایت فرمائے۔ اور جو حضرات اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں ان سے میری گزارش ہے کہ میرے لیے اور میرے ماں باپ، بھائی بہن، اہل وولد وعشیرت سب کے لیے دعاے خیر وعافیت فی الدارین، ضرور فرمائیں۔

اللّٰہم صل علی سیدنا ومولانا محمد معدن الجود والکرم وعلی آلہ وصحبہ وبارک سلم۔

فقیر کوے قادری محمد ارسلان رضا غفرلہٗ

خادم الافتاء بدار الافتاء الرضویہ مرکز اہل سنت بریلی شریف

ان الذین ینادونك من وراء الحجرات اکثرهم لا یعقلون
یہ بے ادب (نجدی) جو تجھے پکار رہے ہیں (اے محبوب) حجروں کے پرے سے ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔

الدرر السنیه

علامہ احمد زینی دحلان مکہ مکرمہ

ترجمہ:
ماحی بدعت حامی سنت شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی ابراہیم رضا جیلانی
(حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ م ۱۳۷۵ھ)

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی فضل سیدنا محمد صلی اللہ علیہ و سلم علی سائر المخلوقات وشرف امتہ علی سائر الامم واعلی الدرجات وعلی آلہ وصحبہ المقتفین اثارہ ومن تبعھم فی جمیع الحالات۔

امابعد!بس کہتا ہے عبد فقیر خادم طالبان علم کا مسجد حرام شریف میں جو مقر ہے اپنے کثرت ذنوب کا اور محتاج ہے اپنے رب منان کی طرف، احمد بن زینی دحلان اللہ اسے اور اسکے والدین اور مشائخ ومحبین اور تمام مسلمین کو بخشے۔ اور معاف فرمائے کہ مجھ سے فرمائش کی میرے ایسے کرم فرمانے جن کے حکم کی عدم تعمیل میری قدرت سے باہر تھی کہ میں ان کے لیے ایک ایسا مجموعہ تالیف کروں جس میں وہ دلائل وبراہین، آیات قرانی واحادیث نبوی اور جو اس سلسلہ میں منقول ہے حضرات سلف سے اور علماء وائمہ مجتہدین سے جمع کروں جن سے اہل سنت تسمک و استدلال کرتے ہیں، زیارت قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ سے توسل وشفاعت میں تاکہ اس سے انکار منکرین (اہل وہابیت و دیوبندیت و مودودیت وتبلیغی جماعت) کا بطلان ظاہر ہوجائے۔ تو میں نے اس کو جمع کیا ہے کتب قدیمہ کثیرہ سے اور میں نے اس کو بہت زیادہ مختصر بنانے کی کوشش کی تاکہ جسے تحقیق درکار ہو وہ علماے اخیار کی بڑی بڑی ضخیم کتابوں کو دیکھے فاستعین باللہ میں عرض کرتا ہوں۔ جان لو! اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے۔ اس کو خوب سمجھ لے کہ زیارت قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشروع عمل ہے جو موافق فرمان قرآن وحدیث کے ہے اور اس پر اجماع امت ہے، تو قرآن شریف پس وہ فرماتا ہے، ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤك فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما [النساء:٦٤]

آیۃ کریمہ امت کو حاضری دربار رسالت کے لیے، اور استغفار کے لیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور وقریب میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے حق میں استغفار فرمانے کے لیے برانگیختہ کرتی اور ابھارتی ہے یعنی ایسا کریں۔ اور یہ چیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال فرمانے سے منقطع نہیں ہوتی (جیساکہ آگے چل کر معلوم ہوگا) اور آیۃ کریمہ یہ بھی صاف بتارہی

ہے کہ اللہ تعالیٰ کا توابًا رحیماً (توبہ کو بہت زیادہ قبول فرمانا اور رحیم ہونا) مشروط ہے حاضری دربار نبوت پر۔ اور یہاں آکر استغفار کرنے پر اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استغفار (یعنی شفاعت) پر لیکن استغفار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کے لیے تو وہ ہر امتی کو حاصل ہے بتصریح قرآن کریم۔ (و استغفر لذنبك وللمومنين و المومنات) [محمد:١٩]

ترجمہ:۔ اور اے محبوب خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ اور یہ ثابت ہے صحیح مسلم شریف سے کہ بعض صحابہ نے آیۃ کریمہ مذکورہ کے یہی معنیٰ سمجھے۔

اور جب پائی جائے ان کی حاضری بھی اور یہاں آکر استغفار و دعا، تو تینوں امور کامل ہوگئے جن کا ذکر آیت کریمہ، ولو انهم اذ ظلموا نفسهم۔۔ الآیۃ میں ہوا جو موجب رحمت وقبول توبہ ہیں۔ تو عنقریب وہ حدیثیں ذکر ہوں گی جن سے معلوم ہوگا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا استغفار فرمانا بعد وفات بھی جاری ہے ہر اس شخص کے لیے جو آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہے۔ اپنے رب کریم سے استغفار کرتا ہوا۔ اگرچہ آیۃ شریفہ شان نزول کے اعتبار سے قوم معین کے بارے میں اتری لیکن وہ عام ہے عموم علۃ و سبب کی وجہ سے ہر اس شخص کے لیے جو حاضر ہو خدمت مبارک میں حضور کی حیات ظاہری و باطنی میں۔ اسی لیے علمائے سلف و خلف نے اسے (اس سے) عموم ہی سمجھا ہے حاضر ہونے والے کے لیے اور مستحب رکھا اس کے لیے جو حضور علیہ السلام کی قبر شریف کے نزدیک حاضر ہو کر اس آیۃ کریمہ کی تلاوت کرے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔ اور اس کو ان آداب میں سے رکھا جس کا کرنا سنت صحابہ سے ہے۔ اور جس کا ذکر چاروں مذاہب کے علما نے مناسک حج و زیارت میں اپنی مصنفات قدیم و جدید میں کیا ہے اور آیۃ کریمہ صاف بتا رہی ہے کہ اس حاضری کے لیے سفر و غیر سفر میں کوئی فرق نہیں اس لیے کہ "جاؤك" "تیری خدمت میں حاضر ہوں۔ مقام شرط میں ہے۔ اور یہ دلالت کرتا ہے عموم پر اور خدائے تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا و من يخرج من بيته مهاجرا الى الله و رسوله ثم يدركه الموت فقد وقع اجره على الله۔ (النساء۔١٠٠)

ترجمہ: اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ ورسول کی طرف ہجرت کر کے نکلے پھر اس کو موت پالے تو اللہ کے ہاں اس کا ثواب طے ہو چکا۔ جسے ادنی مسکہ (تمسک) ذوق علمی سے ہوا اسے اس میں ذرہ برابر شک نہ ہوگا کہ جو حضور علیہ السلام کی قبر شریف کی زیارت کے لیے نکلا تو اس پر صادق آتا ہے کہ وہ اللہ ورسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلا۔ بوجہ ان احادیث کے جن کا ذکر آرہا ہے، جو صاف بیان کررہی ہیں کہ آپ کی زیارت شریفہ بعد وفات شریف کے ایسی ہی ہے۔ جیسے آپ کی حیات ظاہری میں۔ اور زیارت حیات مبارک میں ظاہر ہے کہ انفسهم اذ ظلموا۔۔الآیہ دلالت کررہی ہے اس پر قطعی۔ پس ایسی ہی ہے زیارت بعد وفات شریف بھی جیسا کہ دلادت کررہی ہے اس پر حدیث شریف صاف صاف (یہ بیان تو قرآن شریف سے تھا) احادیث نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ان کا بیان آگے آتا ہے (اور اجماع امت تو اسی کا بیان اوپر گزرا کہ علماء مذاہب اربعہ کے مناسک میں استحباب زیارت مذکور) اور قیاس تو حدیث صحیح میں جو متفق علیہ ہے زیارت قبور کا حکم آیا تو قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے اعلیٰ اور احق ہے (کہ اس کی زیارت کی جائے) بلکہ حضور علیہ السلام کی قبر شریف سے اور قبور کو کیا نسبت۔ اور یہ بھی احادیث سے ثابت کہ حضور علیہ السلام نے خود بھی قبرستان بقیع و احد کی بارہا زیارت فرمائی تو حضور کی قبر شریف زیادہ اولیٰ و احق ہے، زیارت و تعظیم کے لیے۔ اور آپ کی قبر شریف کی حاضری نہیں ہے مگر آپ کی تعظیم شان کے لیے اور تبرک کے لیے تاکہ زائر عظیم رحمت و برکت کو حاصل کرے مواجہ شریف میں درود سلام پڑھ کر ملائکہ کے حضور و معیت میں، جو قبر شریف کو گھیرے ہوتے ہیں (ہمہ وقت) اور اجماع امت تو حضرت علامہ ابن حجر نے ''الجوہر المنظم فی زیارر قبر النبی المکرم'' میں ائمہ شرع شریعت کا اجماع ذکر کیا، اور وہ بھی ایسے ائمہ کا جن پر دار و مدار ہے (تو حاضری پر تو سب ہی متفق ہیں)

اختلاف اس پر ہے کہ یہ حاضری واجب ہے یا مستحب، تو جس نے زیارت قبر شریف کی مشروعیت کی مخالفت کی، اس نے اجماع کو توڑا۔ جن علما نے واجب کہا انہوں نے استدلال کیا کہ ''من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی'' سے یعنی جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی (رواہ ابن عدی)

اور کہا حضور پر جفا حرام ہے۔ تو عدم زیارت جب جفا ٹھہری حرام ہوئی۔ اور جمہور اہل سنت جو مستحب ہونے کے قائل ہیں انہوں نے کہا جفا ترک مستحب کو بھی کہتے ہیں اور اس کا اطلاق سختی طبع اور خیر سے دوری پر بھی آتا ہے۔ (وغلظ الطبع والجفا الفدادین اھل الوبر) (یعنی اہل نجد) تو اکثر علماء سلف وخلف اسی کے مستحب ہونے کا قول کرتے ہیں نہ کہ وجوب کا۔ اور ان دونوں اقوال پر زیارت اور اس کی طرف سفر اعلیٰ قربات سے ہوا اور اسی پر بہت احادیث صحیحہ صریحہ جن میں اصلاً شک نہیں دلالت کر رہی ہیں۔ مگر وہ بد نصیب جس کا نور بصیرت مسخ ہو چکا ہو، انہیں احادیث سے کیا۔ "من زار قبری وجبت له شفاعتی وفی راویةحلت له شفاعتی" رواہ الدار قطنی وکثیر من ائمۃ الحدیث۔

(ترجمہ) جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ اور ایک روایت میں اس کے لیے شفاعت حلال ہوگئی۔

اور حضرت امام سبکی نے "شفاء السقام فی زیارت قبر خیر الانام" میں اس حدیث کے طرق میں تفصیل طویل سے بیان فرمایا۔ اور ان کا بھی بیان فرمایا جنہوں نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی۔ پھر اسی بارے میں اور احادیث بھی ذکر فرمائیں۔ جو سب اسی حدیث کی موید ہیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے "من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی"

ترجمہ: جس نے میری زیارت کی بعد وفات گویا اس نے زیارت کی میری حیات میں،

وفی روایة "من جاءنی زائرا لاتهمه حاجة الازیادتی کان حقا علی ان اکون له شفیعا یوم القیٰمة

وفی روایة من جاءنی زائرًا کان له حق علی الله عزوجل ان اکون له شفیعا یوم القیامة"

(ترجمہ) جو میری زیارت کو آیا کہ اس کے علاوہ اس کی کوئی اور حاجت نہیں کہ اس کو لاتی مگر صرف میری زیارت اس کا مجھ پہ حق ہے کہ اس کی شفاعت کروں، دوسری روایت میں ہے کہ مجھ پر حق ہے کہ میں اس کا شفیع ہوں روز محشر (والدارقطنی والبیہقی والطبرانی وابن عساکر)

"من حج فزار قبری فی روایة فزارنی بعد وفاتی عند قبری کان کمن زارنی فی حیاتی"

(ترجمہ) جس نے حج کیا پھر میری قبر کی زیارت کی اور دوسری روایت میں ہے پھر میری قبر کے پاس ہوا، مثل اس کے ہے جس نے میری زیارت کی میری حیات میں۔

''وفی روایۃ من حج فزا رنی فی مسجدی بعد وفاتی کان کمن زا رنی فی حیاتی''

(ترجمہ)اور ایک روایت میں ہے جس نے حج کیا پھر میری زیارت کی میری مسجد میں بعد میری وفات کے وہ مثل اس کے ہے جس نے میری زیارت کی میری حیات میں۔

''وفی روایۃ من زا رنی الی المدینۃ کنت لہ شفیعا وشھیدا و من مات باحد الحرمین بعثہ اللہ من الامنین یوم القیامۃ رواہ بھذہ الزیادۃ ابو داؤد و الطیالسی''

(ترجمہ)جس نے میری زیارت کی مدینہ میں اس کا شفیع وگواہ میں ہوں اور جو مرا دونوں میں سے ایک میں وہ روز قیامت مامون ہے۔

اس کے بعد حضرت امام سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور بھی بہت احادیث ان کے علاوہ ذکر فرمائیں جن کو ہم طوالت کے خوف سے چھوڑتے ہیں۔ یہ سب احادیث تاکید زیارت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات ظاہری و باطنی دونوں کے کے استحباب پر دلالت کرتی ہیں۔ مرد و عورت سب کے لیے اور ایسے ہی مستحب ہے زیارت بقیہ انبیا وصالحین وشہدا کی اور زیارت شامل ہے سفر کو کیوں کہ یہ متدعی ہوگی زائر کے مکان سے مزور کے مکان کی طرف منتقل ہونے کو(بعید ہو یا قریب)جیسے کہ لفظ مجی(آنا)جس پر آیۃ کریمہ کی نص واقع ہے جب ہر زیارت قربت ہے تو سفر اس کے لیے، وہ بھی قربت ہے اور خود حضور علیہ السلام سے ثابت احادیث صحیحہ سے کہ حضور علیہ السلام اصحاب قبور بقیع واحد کی زیارت کے لیے تشریف فرما ہوئے۔ اور اس مقصد کے لیے اپنے دولت کدہ سے باہر نکلے۔ اور جب ثابت ہو چکی مشروعیت (مطابق شرع ہونا)انتقال قبر غیر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے (خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے)تو قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کیا کہنا ہے۔

اور قاعدہ متفق علیہ ہے کہ وسیلہ قربت بھی قربت ہی ہے۔ کیونکہ وہ ذریعہ ایصال ہے پس کوئی جرح نہیں ہے اگر کسی اور وجہ سے محرم لاحق ہو(اسی لیے کہ قربت بہر حال قربت ہی ہے اس کو کسی طرح زوال نہ ہو سکے گا)جیسے کہ چلنا اس راستہ میں جو غصب کیا گیا ہو۔ اور یہ صریح ہے کہ سفر زیارت کیلیے قربت ہی ہے اور جس نے یہ گمان کیا کہ زیارت قربت ہے قریب

والوں کے لیے اس نے افترا کیا شریعت پر (تو اس کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی) اور بعض محرومین کا یہ تخیل کہ منع کرنا زیارت اور اس کے لیے سفر کا باب محافظہ توحید سے ہے اور یہ مودی الی الشرک ہے تو یہ اوہام فاسد و باطل ہیں۔ اس لیے کہ مودی الی الشرک قبور کی طرف سجدہ کرنا ہے یا وہاں اعتکاف کرنا (جیسا کہ مساجد کے لیے ہے) اور تصویر بنانا قبروں پر جیسا کہ احادیث میں آیا بخلاف زیارت و سلام و دعا کے (جیسا کہ خود حضور علیہ السلام اور صحابہ اور سلف صالحین کا عمل ہے۔ اور ہر عاقل اس فرق کو پہچانتا ہے اور ثابت ہے کہ زیارت جب آداب شرعیہ کی محافظت کے ساتھ کی جائے تو وہ ہرگز کسی محذور ومانع کی طرف مودی (پہنچانے والی) نہیں۔ اس کو منع کرنے والے ذریعہ (ایصال ثواب و برو مستحب) کو بند کرتے ہیں۔ اللہ و رسول پر افترا کرتے ہیں۔

اور یہاں دو چیزیں ہیں۔ ایک امر تو یہ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم واجب ہے اور آپ کے رتبہ کا رفیع ہونا ہے تمام خلق پر۔ دوسرا یہ کہ رب تعالیٰ کی توحید اور اس کی الوہیت کا اقرار اور اس کی ذات وصفات میں کسی کا شریک نہ ہونا۔ پس جو اعتقاد کرے مخلوق کی باری تعالیٰ میں مشارکت اس کی ذات وصفات میں پس وہ مشرک ہوا اور جو کمی کرے رتبہ شان رسالت میں ذرہ برابر وہ کافر وعاصی ہے۔ اور جو مبالغہ کرے حضور علیہ السلام کی تعظیم و تکریم میں مگر باری تعالیٰ کے مختصات میں سے کوئی چیز حضور علیہ السلام کیلیے ثابت نہ کرے تو اس نے حق وصواب کو پایا اور جانب توحید و رسالت دونوں ہی کی محافظت کی اور یہ وہ چیز ہے جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ (نہ کمی نہ زیادتی) لیکن حضور علیہ السلام کا فرمان مبارک ”لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد المسجد الحرام ومسجدی هذا والمسجد الأقصی“ بلند نہ کیے جائیں گے کجاوہ (اونٹ پر سفر کیلیئے) مگر صرف تین مسجدوں کے، مسجد حرام (مکہ معظمہ) اور میری یہ مسجد (مسجد مدینہ منورہ) اور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تو معنیٰ اس کے یہ ہیں کہ نہ سفر کیا جائے گا کسی مسجد کی طرف یعنی اس کی تعظیم کے لیے اور اس میں نماز پڑھنے کے لیے مگر ان ہی تین مسجدوں کی طرف اور تاویل ضروری ہے اس لیے کہ یہ معنیٰ اگر نہ لیے جائیں تو ہر قسم کا سفر منع

ہو (اور یہ باطل ہے) اس لیے کہ سفر حج وجہاد، ہجرت دار کفر سے اور طلب علم کے لیے سفر اور تجارت دنیا کے لیے اور اعزہ سے ملنے کے لیے، کسی نے اس کو منع نہ کیا۔ (اور نہ حدیث کا یہ مقصد ہے) اور کہا علامہ ابن حجر نے الجوہر المنظم میں حدیث مذکور کیا اس تاویل پر دلیل یہ حدیث بھی ہے جس کی سند حسن ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ''لا ینبغی المطی ان تشد رحا لھا الی مسجد یبتغی الصلوٰۃ فیہ غیر المسجد الحرام و مسجدی ھذا ولا المسجد الاقصیٰ''

(ترجمہ) نہیں لائق ہے مسافر کے لیے کہ اس کا سامان سفر کسی مسجد کے لیے باندھا جائے کہ قصد کرتا ہو اس میں نماز کا مگر مسجد حرام اور میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ۔ لہٰذا مسئلہ بالکل صاف ہے تو کوئی حاجت نہیں کہ اس سے زیادہ لکھا جائے تو جس کا دل نور بصیرت سے روشن ہے اس کے لیے اس سے کم بھی کافی ہے اور جس کو خدا تعالیٰ نے دل کا نابینا کر دیا فما تغنی عنہ الآیات والنذر اسے آیات واحادیث واجماع امت سے کیا نفع۔

لیکن توسل تو خود سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور اصحاب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلف و خلفِ امت سے ثابت و معمول۔ احادیث کثیرہ سے ثابت کہ حضور علیہ السلام کی دعا سے ہے ''اللھم انی أسألك بحق السائلین علیك'' یعنی اے میرے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، وسیلہ حق سائلین کے جو تیرے ذمہ کرم پر ہے اور یہ توسل ہے بلا شک اور احادیث کثیرہ صحیحہ سے ثابت کہ حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو حکم فرمایا کہ وہ اسی طرح دعا مانگیں جیسا کہ روایت کیا ہے اس کو ابن ماجہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

''قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من خرج من بیتہ الی الصلوٰۃ فقال اللھم انی أسألك بحق السائلین علیك و أسألك بحق ممشای ھذا الیك فانی لم اخرج اشرا ولا بطرا ولا ریاء ولا سمعۃ خرجت اتقاء سخطك و ابتغاء مرضاتك واسألك ان تعیذنی من النار و ان تغفرلی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت اقبل اللہ علیہ بوجھہ و استغفرلہ سبعون الف ملك و ذکر ھذا الحدیث الجلال السیوطی فی الجامع الکبیر و ذکرہ ایضا کثیر من الائمۃ فی کتبھم عند ذکر الدعاء المسنون عند الخروج الی الصلاۃ''

(ترجمہ) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو نکلے اپنے گھر سے نماز کے لیے اور یوں دعا کرے کہ اے اللہ میں سوال کرتا ہوں تجھ سے وسیلہ حق سے سائلوں کے جو تجھ پر ہے (ذمہ کرم پر) اور سوال کرتا ہوں حق سے اپنے چلنے کے تیری طرف پس میں نہیں نکلا کسی فسق یا برائی کے لیے (نہ کسی دکھاوے اور ریا کے لیے) بلکہ نکلا اپنے مکان سے تیرے غضب سے بچنے کے لیے اور تیری مرضی کی تلاش کے لیے، تو میں سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے پناہ دے عذاب نار سے اور میرے گناہوں کو معاف فرما، پس نہیں معاف فرماتا گناہوں کو کوئی مگر تو۔ تو اللہ تعالیٰ متوجہ ہوتا ہے اس شخص کی طرف اور استغفار کرتے ہیں ستر ہزار فرشتے اس شخص کے لیے ذکر کیا ہے اس حدیث کو جلال الدین سیوطی نے جامع کبیر میں اور بہت سے اماموں نے اپنی کتابوں میں یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے کہا کہ تمام سلف صالحین نماز کو نکلتے وقت اس دعا کو پڑھا کرتے پس غور کرو "بحق السائلین علیك" پر کہ یہ توسل ہے ہر عبد مومن سے اور اس کو روایت کیا ابن السنی نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ موذن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ کہتے ہیں

"ولفظه كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا خرج الى الصلوٰة قال بسم الله آمنت بالله وتوكلت على الله ولا حول ولاقوة الا بالله اللهم انى اسألك بحق السائلين عليك و بحق مخرجى هذا فانى لم اخرج بطراً ولا اشراً ولا ريائً ولا سمعة خرجت ابتغاء مرضاتك و اتقاء سخطك أسئلك ان تعيذنى من النار و ان تدخلنى الجنة۔"

روایت کی اس کو حافظ ابو نعیم نے عمل روز و شب میں حدیث ابو سعید سے ان لفظوں سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نکلتے نماز کی طرف تو دعا کرتے "اللهم انى اسئلك بحق السائلين عليك و الى اخر الحديث متقدم" روایت کیا اس کو بیہقی نے کتاب الدعوٰۃ میں حدیث ابو سعید سے بھی اور دلیل صحت توسل کی کہ حضور کا قول "اسئلك بحق السائيلين عليك" ہے میں سوال کرتا ہوں تجھ سے اس حق سے جو سائلوں کا تیرے ذمہ کرم پر ہے، پس ان سب سے معلوم ہوا کہ توسل خود حضور علیہ السلام نے بھی فرمایا اور اپنے اصحاب

کو اس کا حکم بھی دیا اور برابر سلف صالحین تابعین اور ان کے بعد سے اب تک اس دعا کو پڑھتے ہیں نماز کو جاتے وقت اور کسی نے آج تک اس دعا کا انکار نہیں کیا۔ اور توسل کے بارے میں اور بھی دعا ہے حضور سے ثابت بحق نبیك و الانبیاء الذین من قبلی میں سوال کرتا ہوں اے اللہ تعالیٰ تجھ سے حق سے تیرے نبی کے اور ان انبیا کے جو مجھ سے پہلے ہوئے۔ علامہ ابن حجر الجوہرا لمنظم میں فرماتے ہیں روایت کیا ہے اس کو طبرانی نے سند جید سے اور اسی قبیل سے ہے حضور علیہ السلام کا فرمان

"اغفر لامی فاطمة بنت اسد و سع علیها مدخلها بحق نبیك و الانبیاء الذین من قبلی۔"

یعنی بخش دے میری ماں (چچی) فاطمہ بنت اسد کو اور ان کی قبر کو ان پر وسیع فرما بحق اپنے نبی کے اور بحق ان انبیاء کے جو مجھ سے پہلے آئے۔ اور یہ ٹکڑا ہے حدیث طویل سے جسے روایت کیا طبرانی نے کبیر و اوسط میں اور ابن حبان نے اور حاکم نے۔ اور صحیح رکھا ہے اس کو ائمہ حدیث نے بروایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کہ جب علی کی ماں فاطمہ بنت اسد بن ھاشم کا انتقال ہوا۔

"قال لما ماتت فاطمة بنت اسد بن ھاشم ام علی بن ابی طالب رضی الله عنه و کانت رایت النبی صلی الله تعالیٰ علیه و سلم دخل علیها رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و سلم عند راسها و قال رحمك الله یا امی بعد امی و ذکر ثناء ہ علیها و تکفینها ببردہ و امرہ بحفر قبرها قال فلما بلغوا اللحد صلی الله علیه و سلم بیدہ و اخرج ترابه بیدہ فلما فرغ دخل صلی الله علیه و سلم فاضطجع فیه ثم قال الله الذی یحیی و یمیت و هو حی لا یموت اغفر لامی فاطمة بنت اسد و وسع علیها مدخلها بحق نبیك و انبیاء الذین من قبلی فانك ارحم الراحمین۔"

(ترجمہ) کہا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب انتقال کیا فاطمہ بنت اسد بن ہاشم نے جو ماں ہیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور انہوں نے خدمت کی تھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی، داخل ہوئے ان پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے سر کی جانب سے اور فرمایا اے میری ماں کے بعد میری ماں اللہ تم پر رحم فرمائے اس کی ثنا پڑھی

اور اپنی چادر میں کفن دیا اور ان کی قبر کے کھودنے کا حکم دیا، پھر لحد خود اپنے دست مبارک سے کھودی اور اپنے ہاتھ سے پھر مٹی نکالی پھر اس میں داخل ہو کر لیٹ گئے پھر فرمایا وہی اللہ ہے جو مارتا اور جلاتا ہے اور حی لا یموت ہے۔ بخش دے میری ماں فاطمہ بنت اسد کو اور اس کی قبر کو اس پر وسیع کر بحق نبی کے اور بحق انبیا کے جو مجھ سے پہلے ہیں، پس بیشک تو ارحم الراحمین ہے۔ روایت کیا ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر سے مثل اس کے، اور روایت کیا ابن عبدالبر نے حضرت ابن عباس سے اسی کی طرح، اور ابونعیم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ذکر کیا ہے ان سب کو حضرت جلال الدین سیوطی نے جامع کبیر میں۔

اور احادیث صحیحہ سے کہ اس میں تصریح ہے اب توسل میں وہ ہے جسے روایت کیا ترمذی نے اور نسائی نے اور بیہقی نے اور طبرانی نے اسناد صحیح کے ساتھ حضرت عثمان بن حنیف سے اور وہ صحابی مشہور ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"ان رجلا ضریرا أتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال ادع اللہ ان یعافینی فقال ان شئت دعوت و ان شئت صبرت وھو خیر قال فادعه فامرہ ان یتوضا فیحسن وضوء ہ و یدعوبھذا الدعأ " اللھم انی اسئلك و اتوجه الیك بنبیك محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الی ربی فی حاجتی لتقضی اللھم شفعه فیّ فعاد و قد ابصر وفی روایة قال ابن حنیف فواللہ ما تفرقنا و طال بنا الحدیث حتی دخل علینا الرجل کأن لم یکن به ضرقط"

یہ کہ نابینا حاضر ہوا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پس کہا دعا فرمائیے میرے لیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت فرمائے (اس نابینائی سے) حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو دعا کروں اگر تم چاہو تو صبر کرو اور وہی بہتر ہے عرض کی دعا فرمائیے تو حضور علیہ السلام نے حکم فرمایا ان کو کہ وضو کریں اچھا وضو اور یہ دعا مانگیں۔ اللھم انی اسئلك و اتوجه الیك بنبیك محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الی ربی فی حاجتی لتقضی اللھم شفعه فیّ۔

یعنی اے میرے اللہ میں تجھ سے طلب کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد کے جو نبی رحمت ہیں یا محمد میں متوجہ ہوتا ہوں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب

کی طرف اپنی حاجت میں تاکہ وہ پوری کردی جائے۔ اے اللہ انہیں میرا شفیع بنا۔ اس دعا کے پڑھنے کے بعد وہ نابینا واپس آئے اور وہ بینا ہو چکے تھے۔ اور دوسری روایت میں ہے حضرت ابن حنیف نے کہا واللہ ہم متفرق ہوئے تھے اور گفتگو دراز ہوئی یہاں تک کہ یہ شخص ہم پر داخل ہوئے۔ گویا وہ کبھی نابینا تھے ہی نہیں۔ تو اس حدیث میں توسل بھی ہے اور ندا بھی (یا رسول اللہ بھی اور شفاعت بھی یہی وہ تین چیزیں ہیں جس کا انکار کر رہے منکرین) اس حدیث کا ذکر بخاری نے اپنی تاریخ میں کیا ہے۔ اور ابن ماجہ نے اور حاکم نے مستدرک میں اسناد صحیح سے اور ذکر کیا اس کو جلال الدین سیوطی نے جامع کبیر و صغیر میں۔

اب منکر کے لیے کیا گنجائش ہے مگر یہ کہے کہ یہ حضور علیہ السلام کی حیات شریف میں درست تھا۔ تو یہ قول بھی اس کا مردود ہے۔ اس لیے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اور تابعین نے اپنی حاجتوں میں اس دعا کو پڑھا ہے حضور علیہ السلام کی وفات شریف کے بعد بھی۔ پس تحقیق اس کو روایت کیا طبرانی و بیہقی نے

"ان رجلا کان یختلف الی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی زمن خلافتہ فی حاجۃ فکان لا یلتفت الیہ ولا ینظر الیہ فی حاجتہ فشکی ذالك لعثمان بن حنیف الراوی للحدیث المذکور فقال لہ ائت المیضأۃ فتوضأ ثم ائت المسجد فصل ثم قل اللھم انی اسألك و اتوجہ الیك بنبیك محمد نبی الرحمۃ یا محمد أنی اتوجہ بك الی ربك لتقضی حاجتی و تذکر حاجتك فانطلق الرجل فصنع ذالك ثم اتی باب عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجاء البواب فاخذ بیدہ فادخلہ علی عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فاجلسہ معہ وقال لہ اذکر حاجتك فاذکرحاجتہفقضاء ثمّ قال لہ ما کان لك من حاجۃفذکرھا ثم خرج من عندہ فلقی ابن حنیف وقال لہ جزاك اللہ خیرا ما کان ینظرلحاجتی حتی کلمتہ لی فقال ابن حنیف واللہ ماکلمتہ و لکن شھدت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اتاہ ضریرفشکی الیہ ذھاب بصرہ الی آخرا الحدیث المتقدم۔"

یعنی ایک شخص بار بار آتا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اور آپ توجہ نہ فرماتے تو اس کی شکایت کی اس نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے جو

راوی ہیں حدیث مذکور کے تو آپ نے فرمایا وضو کرنے کی جگہ جا پھر اچھا وضو کر پھر مسجد میں جا کر نماز پڑھ پھر یہ دعا مانگ، '' اللهم انی اسئلك واتوجه الیك بمحمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الی ربی لتقضی حاجتی۔ '' اس جگہ اپنی حاجت کا ذکر کر پس وہ شخص گیا اور ایسا ہی کیا۔ پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ پر حاضر ہوا۔ تو دربان نے ہاتھ پکڑا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر کیا آپ نے اپنے ساتھ بٹھا لیا اور فرمایا اپنی حاجت بیان کرو تو اس نے اپنی حاجت بیان کی جو آپ نے پوری فرمادی پھر فرمایا جب کوئی حاجت ہو تو بیان کرنا۔ پھر یہ شخص حضرت عثمان بن حنیف سے ملا اور کہا آپ کو خدائے تعالیٰ جزائے خیر دے آپ نے میری سفارش فرمائی۔ حضرت عثمان بن حنیف نے فرمایا واللہ میں نے کچھ نہیں کہا۔ لیکن میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک نابینا آیا اور اپنی روشنی چشم جانے کی شکایت کی۔ آخر حدیث تک جو گزری۔ پس اس میں توسل و ندا و شفاعت ہے بعد وفات بھی۔

اور روایت کیا بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے باسناد صحیح سے

''ان الناس اصابهم قحط فی خلافة عمر رضی الله تعالیٰ عنه فجاء بلال بن الحرث رضی الله تعالیٰ عنه وکان من اصحاب النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الی قبر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وقال یا رسول الله استسق لامتك فانهم هلکوا فاتاه رسول الله صلی الله علیه وسلم فی المنام واخبره انهم یسقون۔''

یہ کہ لوگ سخت قحط زدہ ہو گئے زمانہ خلافت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تو آئے حضرت بلال بن حرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضور علیہ السلام کی قبر شریف کی طرف اور عرض کیا یا رسول اللہ پانی طلب فرمائیے اللہ سے اپنی امت کے لیے، اور وہ بیشک ہلاک ہوئے تو حضور علیہ السلام خواب میں تشریف لائے اور بارش کی خوشخبری دی۔

تو یہاں استدلال رویا سے نہیں، اگرچہ حضور علیہ السلام کا رویا حق ہے لیکن اس سے احکام کا ثبوت نہیں ہوتا۔ استدلال صرف صحابی کے فعل سے ہے اور وہ حضرت بلال بن حرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ان کا قبر شریف کے پاس آنا۔ حضور علیہ السلام کو ندا کرنا یا رسول اللہ کہنا

اور حضور علیہ السلام سے طلب فرمانا، پس صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ طریقہ تھا اور یہ سب بلا شبہ جائز اور یہ توسل و تشفع و ندا و استغاثہ ہے۔ اور یہ اعظم قربات ہے۔ اور حضور علیہ السلام سے توسل کیا ہے آپ کے والد آدم علیہ السلام نے بھی قبل ظہور سرور کائنات، جب آپ نے درخت ممنوعہ سے کھایا۔ اور اس حدیث توسل آدم کو بیہقی نے روایت کیا دلائل النبوۃ میں اسناد صحیح سے علامہ حافظ ذہبی (متقدمین ائمہ حدیث سے ہیں) نے اس توسل کے متعلق فرمایا، اس کو لازم پکڑو کہ یہ سب ہدایت و نور ہے۔

"فرواه عن عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لما اقترف آدم الخطیئة قال یا رب اسئلك بحق محمد الا ما غفرت لی فقال الله تعالیٰ یا آدم کیف عرفت محمد ا ولم اخلقه قال یا رب انك لما خلقتنی رفعت راسی فرایت علی قوائم العرش مکتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله (صلی الله تعالیٰ علیه وسلم) فعلمت انك لم تضف الی اسمك الا احب الخلق الیك فقال الله تعالیٰ صدقت یا آدم انه لاحب الخلق الی و اذ سالتنی بحقه فقد غفرت لك ولولا محمد ما خلقتك رواه الحاکم و صححه و الطبرانی وزاد فیه وهو اخر الانبیاء من ذریتك"۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی عرض کیا اے میرے رب میں سوال کرتا ہوں تجھ سے بحق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری مغفرت فرما۔ پس فرمایا رب تبارک و تعالیٰ نے اے آدم کس طرح پہچانا تو نے محمد کو حالاں کہ ابھی میں نے دنیا میں ان کو پیدا نہیں فرمایا۔ عرض کیا حضرت آدم علیہ السلام نے اے رب جب تو نے مجھے پیدا فرمایا۔ اور میں نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے پایوں پر لکھا دیکھا "لا اله الا الله محمد رسول الله" پس میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے محبوب ترین مخلوق کا نام اپنے نام سے ملایا ہے حق تعالیٰ نے فرمایا: سچ کہا تو نے اے آدم! وہ میری محبوب ترین مخلوق ہے جب تو نے ان کے وسیلہ سے طلب کیا ہے تو میں تیری مغفرت فرماتا ہوں، وہ نہ ہوتے تو تجھے پیدا نہ فرماتا۔ روایت کیا اس کو حاکم نے اور صحیح کہا طبرانی نے بھی اور اتنا زیادہ کیا وہ آخر انبیا ہیں تیری ذریت سے۔

اس توسل کی طرف حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ منصور کے لیے فرمایا، جب حج کیا منصور نے اور زیارت کی قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تو حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا۔ اور آپ مسجد نبوی شریف میں تشریف فرما تھے۔ تو کہا خلیفہ منصور نے امام مالک سے یا اباعبد اللہ! استقبال کروں قبلہ کا اور دعا کروں یا استقبال کروں قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اور دعا کروں، تو فرمایا امام مالک رضی اللہ عنہ نے کیوں منھ پھیرتا ہے ان سے حالاں کہ وہ تیرا وسیلہ ہیں اور تیرے باپ آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں بلکہ ان کا استقبال کر اور طلب شفاعت کر تو اللہ ان کو تیرا شفیع بنائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

''ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفرو الله لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما'' (النساء:٦٤)

یعنی اور جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہو تو تیری خدمت میں حاضر ہوں پھر اللہ سے استغفار کریں اور رسول بھی شفاعت کریں تو پائیں گے اللہ کو توابا رحیما (توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا)۔

ذکر کیا اس کو قاضی عیاض نے شفاء شریف میں بہ اسناد صحیح اور امام سبکی نے شفاء السقام میں اور سید سمہودی نے خلاصۃ الوفا میں، اور علامہ قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں اور علامہ ابن حجر نے الجوہر المنظم میں اور ذکر کیا اس کو بہت علما نے آداب زیارت میں علامہ ابن حجر نے کہا یہ روایت مالک سے سند صحیح سے ہے جس میں طعن کی گنجائش نہیں۔

علامہ زرقانی نے مواہب میں کہا روایت کیا ہے اس کو ابن فہد نے سند صحیح سے علامہ قاضی عیاض نے شفا میں کہا اس حدیث کے راوی سب ثقہ ہیں جن میں کوئی وضاع و کذاب نہیں اس سے مراد حضرت علامہ قاضی عیاض کا رد کرنا ہے اس پر جس نے اس روایت کی تصدیق نہ کی اور حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کراہت منسوب کی ہے استقبال قبر شریف میں تو یہ نسبت کراہت حضرت امام مالک کی طرف قطعی مردود ہے۔ (جن کی کوئی اصل

نہیں)اور بعض مفسرین نے فتلقی آدم من ربہ کلمت، کی تفسیر بھی یہی کی ہے کہ ان کلمات سے مراد کلمات توسل آدم ہیں ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جب حضرت آدم علیہ السلام نے کہا "یا رب اسئلك بحرمت محمد الا ماغفرت لی۔" اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے استسقا کیا بتوسل حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے، جو عم ہیں نبی کریم صلی اللہ وسلم کے، جب قحط شدید ہوا عام الرمادہ (سال کا نام) میں تو بارش ہوئی اور یہ صحیح بخاری میں حضرت انس کی روایت سے ہے۔ اور یہ توسل ہے اور مواہب لدینہ میں علامہ قسطانی نے کہا۔ یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استسقا (طلب بارش) کیا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے کہا اے لوگوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ایسا معاملہ فرماتے جیسے بیٹا اپنے باپ سے کرتا ہو۔ تو حضور علیہ السلام کی اقتدا کرو حضرت عباس کے معاملہ میں ۔اوران کو وسیلہ بناؤ اللہ تعالیٰ کی طرف۔ تو اس میں تصریح ہے توسل کیلیے اور ان احادیث سے اس کا قول باطل ہے جو مطلقاً توسل کو منع کرتا ہے۔ خواہ احیا سے ہو یا اموات سے اور یہ رد ہے اس کے لیے جو منع کرے توسل کو علاوہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے۔

اور حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت عباس کو وسیلہ بنایا۔ "اللھم انا کنا نتوسل الیك بنبینا صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فتسقینا وانا نتوسل الیك بعم نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فاسقنا۔"

اے اللہ ہم توسل کیا کرتے تھے (زمانہ قحط میں) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تو تو ہمیں بارش دیا کرتا۔ اور ہم توسل کرتے ہیں عم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پس ہمیں بارش عطا فرما۔ حدیث مذکور ہے صحیح بخاری بروایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه کان اذا قحطوا واستسقی بالعباس بن عبد المطلب وقال اللھم انا کنا نتوسل الیك بنبینا صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فتسقیناء انا نتوسل الیك بعم نبینا فاسقنا۔ قال فیسقون۔"

یہ کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب قحط میں ہوتے استسقاء کرتے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے اور کہتے اے اللہ ہم توسل کرتے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تو تو ہمیں سیراب فرما اور ہم توسل کرتے ہیں عم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پس تو سیراب فرما، کہا راوی نے پس سیراب ہوا کرتے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فعل حجت ہے حضور علیہ السلام کے فرمان مبارک سے کہ اللہ تعالیٰ نے حق کو زبان عمر پر رکھا ہے اور عمر کے دل پر۔ روایت کیا اس کو امام احمد نے اور ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور روایت کیا اس کو امام احمد اور ابوداؤد اور حاکم نے مستدرک میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے اور ابویعلیٰ اور حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے حضرت بلال و معاویہ رضی اللہ عنہما سے اور طبرانی نے کبیر میں اور ابن عدی نے کامل میں فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے

"ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال عمر معی و انا مع عمرو الحق بعدی مع عمر حیث کان۔"

یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر میرے ساتھ ہے اور میں عمر کے ساتھ اور حق میرے بعد عمر کے ساتھ ہے جہاں بھی وہ ہو، اور ایسا ہی حضور علیہ السلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کے متعلق بھی فرمایا "وادر والحق معہ حیث دار۔" اور حق حضرت علی کے ساتھ گشت کرتا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے بکثرت اصحاب حدیث نے روایت کیا۔ تو ہر ایک حضرت عمر و حضرت علی میں سے حق ان کے ساتھ ہے وہ جہاں بھی ہوں۔

اور ان احادیث سے اہل سنت نے خلافت اربعہ کی صحت پر استدلال کیا ہے اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلفاے ثلثہ سے کچھ منازعت و مخالفت نہ کی اور ساتھ ساتھ رہے پھر جب خود خلیفہ ہوئے تو آپ نے اپنے مخالفین سے مقاتلہ فرمایا۔ اور توسل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ از عباس رضی اللہ عنہ حجت و دلیل ہے جواز توسل پر کہ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے "لو کان بعدی نبی لکان عمر۔" "یعنی اگر میرے بعد نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔ روایت کیا اس

کو احمد اور ترمذی اور حاکم نے عقبیٰ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے کبیر میں عصمت بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور ابی درداء رضی اللہ عنہ سے

"أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اقتدوا بالذين من بعدى ابى بكر و عمرفانهما حبل الله الممدود من تمسك بهما فقد تمسك و بالعروة الوثقى لا انفصام لها۔"

حضور علیہ السلام نے فرمایا: اقتدا کرو میرے بعد ابوبکر و عمر کی، اس لیے کہ یہ دونوں اللہ کی لٹکائی ہوئی رسی ہیں جس نے انہیں پکڑا اس نے عروہ وثقی کو پکڑا۔

اور استسقا کیا عمر رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ سے اور نہیں استسقا کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تو یہ اس لیے کیا تاکہ جواز استسقا کو غیر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی ظاہر فرمادیں۔ اور اس لیے تاکہ یہ واضح ہو کہ اس میں بھی حرج نہیں استسقا و توسل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ تو معلوم تھا ہی تو آپ نے اس وہم کو بھی دفع فرمادیا کہ یہ حضور علیہ السلام کے علاوہ اور کسی سے جائز نہیں کوئی یہ نہ کہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس لیے توسل کیا کہ وہ زندہ تھے اور حضور علیہ السلام وفات پاچکے تھے۔ تو توسل استسقا غیر حی سے جائز نہیں تو یہ محض باطل ہے، بہت سے دلائل سے۔

اس لیے کہ توسل صحابہ کرام ثابت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بعد وفات بھی جیسا کہ عثمان بن حنیف کی روایت سے ثابت اور حضرت بلال بن حرث مزنی کی روایت سے ثابت اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے واضح، جو توسل آدم علیہ السلام کے بارے میں ہے حضور علیہ السلام کی پیدائش سے بھی پہلے۔ جب حضرت عمر خود حدیث توسل آدم کو بیان فرمارہے ہے تو اب یہ وہم کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ توسل حضور علیہ السلام سے بعد وفات اس لیے نہیں کررہے کہ وہ ناجائز ہے اور حال یہ ہے کہ حضور علیہ السلام حی (زندہ ہیں قبر شریف میں) ان احادیث سے صحت توسل قبل پیدائش حضور علیہ السلام اور آپ کی حیات شریف میں اور بعد وفات سب ہی ثابت ہے (فبای حدیث بعدہ یومنون) اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کے علاوہ انبیا اولیا سے بھی توسل صحیح ودرست۔

اور خاص کیا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو توسل کے لیے۔ تو یہ اظہار شرف اہل بیت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ہے اور یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ توسل مفضول سے بھی جائز ہے فاضل کے ہوتے ہوئے۔ کیوں کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے اور وہ افضل ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اور بعض عارفین نے کہا یہاں نکتہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شفقت زیادہ تھی صغار مومنین پر اگر حضور علیہ السلام سے توسل کرتے اور اعانت میں تاخیر ہوتی تو اس سے ضعیف ایمان دلوں کو اضطراب ووسوسہ ہوتا۔ بخلاف حضور علیہ السلام کے غیر کے ساتھ ایسا نہ ہوتا۔

اور حاصل کلام یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت کا مذہب صیحت توسل اور اس کا جواز ہے ساتھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آپ کی حیات میں اور بعد وفات بھی، ایسے ہی جملہ انبیاو مرسلین صلوات اللہ وسلام علیہم اجمعین اور ایسے ہی ساتھ اولیاو صالحین کے جیسا کہ احادیث نے بتایا۔ اس لیے کہ ہم گروہ اہل سنت نہیں اعتقاد کرتے ہیں تاثیر وخلق وایجاد واعدام کا اور نہ نفع وضرر کا مگر اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لیے اور نہ تو اعتقاد کرتے ہیں تاثیر ونفع وضرر کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اور نہ کسی اور ولی اور صالح کے لیے نہ احیاکے لیے نہ اموات کے لیے پس کوئی فرق نہیں توسل میں ساتھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور دوسرے انبیاے کرام کے صلوات اللہ وسلام علیہم اجمعین اور ایسے ہی اولیاو صالحین کے، نہ کوئی فرق ہے اس میں احیا واموات کے درمیان۔ اس لیے کہ خالق سوائے خداے تعالیٰ کے کوئی نہیں نہ احیانہ اموات اور نہ تاثیر کا کوئی مالک نہ احیانہ اموات۔ اس کے سوانہیں کہ متبرک کیا جاتا ہے ان حضرات کرام سے اس لیے کہ وہ اللہ کے محبوب ہیں لیکن خلق وایجاد واعدام ونفع وضرر تو یہ اللہ کے لیے ہے صرف اس کا کوئی شریک نہیں۔ لیکن جو فرق کررہے ہیں احیاواموات میں تو گویا وہ اعتقاد کررہے ہیں تاثیر کا احیامیں نہ اموات میں۔ اور ہم کہتے ہیں اللہ خالق ہے ہر چیز کا "واللہ خلقکم وما تعملون" اللہ نے تجھے پیدا فرمایا اور تمہارے اعمال کو تو یہ جواز رکھنے والے احیاسے توسل کو نہ اموات سے اعتقاد کررہے ہیں تاثیر وخلق کا احیاء میں اور ہم اس کے بھی منکر ہیں تو یہ وہ لوگ ہیں کہ شرک ان کی توحید میں داخل ہوگیا۔

پس کیسے دعویٰ کرتے ہیں توحید کا۔ اور دوسروں کو مشرک بناتے ہیں۔ سبحانك هٰذا بهتان عظیم۔ پس توسل و تشفع، استغاثہ ان سب کے معنیٰ ایک ہی ہیں۔ اور نہیں ہے قلوب مومنین میں مگر معنی تبرک محبوبان خدا کے ذکر سے۔ جب یہ ثابت ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ان حضرات کی وجہ سے کرم فرماتا ہے خواہ مردہ ہوں یا زندہ۔ پس موثر حقیقی وہی ہوا اور ذکر ان اخیار کا سبب عادی ہے اس تاثیر میں اور یہ کسب عادی کی طرح ہے جس میں حقیقتاً تاثیر نہیں (جیسے آگ جلاتی ہے اور پانی بجھاتا ہے مگر حقیقتاً خدا تعالیٰ جلاتا ہے اور وہی بجھاتا ہے نہ کہ آگ یا پانی مگر یہ کہنا مجازاً درست ہے)۔

اور انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی حیات ان کی قبروں میں ثابت ہے اہل سنت کے نزدیک اور اس کے دلائل و براہین بہت ہیں ان میں سے حدیث معراج بھی ہے۔

''مررت علی موسیٰ لیلة اسری بی یصلی فی قبره۔''

یعنی گزرا میں موسیٰ علیہ السلام پر شب معراج نماز پڑھ رہے تھے اپنی قبر میں

''و مررت علی ابراهیم فأمرني بتبليغ امتی السلام و ان أخبرهم ان الجنة طيبة التربة و انها قيعان و ان غراسها سبحان الله و الحمد لله لا اله الا الله و الله اكبر۔''

یعنی گزرا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تو انہوں نے مجھ پر میری امت کو سلام پہنچانے کے لیے فرمایا اور یہ کہ انہیں میں خبر دوں کہ جنت کی زمین طیب ہے اور وہ یونہی میدان ہے (بے درخت کے) اور اس میں درخت لگانا سبحان اللہ و الحمد للہ لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر پڑھنا ہے۔

اور وہ حدیث اجتماع انبیا جس میں حضور علیہ السلام نے ان کی امامت فرمائی پھر ان سے آسمانوں میں ملاقات فرمائی اور وہ حدیث جس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بار بار حضرت موسیٰ علیہ السلام اور رب کے درمیان آتے جاتے رہے جب پچاس نمازیں فرض ہوئیں اور یہ حدیث کہ انبیاے کرام حج کرتے ہیں اور لبیک کہتے ہیں۔ یہ تمام احادیث صحیح ہیں کسی طعن کی گنجائش ان کی صحت میں نہیں تو ان کا ذکر بخوف طوالت نہ ہوا اور نص قرآن سے حیات شہدا ثابت اور انبیا شہدا سے افضل تو ان کے لیے تو بدرجہ اولیٰ ثابت۔

اور یہ حیات انبیا و شہدا حیات دنیوی کی طرح نہیں تھی بلکہ یہ حال ملائکہ سے مشابہ ہے اور اس کی صفت و حقیقت کو خدا تعالیٰ جانتا ہے۔ ہمارے لیے اس پر ایمان واجب ہے بغیر کسی بحث کے اس کی صفت و کیفیت میں اور جب معاملہ اس طرح ہے تو کوئی منافات نہیں اس میں کہ یوں کہا جائے کہ وہ سب مر گئے اور انتقال کر گئے یعنی حیات دنیوی ان سے زائل ہو گئی۔ اور حیات اخروی ثابت ہو گئی پس کوئی اعتراض نہیں ہوا اس آیت سے۔

''انك ميت و انهم ميتون۔''(الزمر۔۳۰)

یعنی تجھے انتقال کرنا ہے اور بیشک انہیں بھی مرنا ہے۔

اور کلام اس بارے میں بڑی بڑی کتابوں میں شرح و بسط کے ساتھ ہے یہاں اس کے ذکر کی حاجت نہیں بخوف طوالت، پس اگر کوئی کہے کہ شبہ کا یعنی توسل کا اس بنا پر ہے کہ بعض عوام کو دیکھتے ہیں کہ ایسے الفاظ کہتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تاثیر کا اعتقاد کرتے ہیں غیر اللہ کے لیے اور طلب کرتے ہیں صالحین احیا و اموات سے ان چیزوں کو کہ عادۃً وہ اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کی جاتی ہیں اور کہتے ولی سے کہ تو ایسا اور ایسا کر اور کبھی اعتقاد کرتے ہیں ولایت کا ایسے اشخاص میں جو اس سے متّصف نہیں بلکہ وہ متّصف تھے خلط و غلط سے اور عدم استقامت سے اور ان سے کرامات کو منسوب کرتے ہیں اور خوارق عادات و احوال و مقامات کو جس کے وہ اہل نہ تھے اور ان میں یہ چیزیں نہ تھیں مانعین توسل ان چیزوں کو منع کر رہے ہیں (توبہ بھی دھوکہ سے) اور اگر مانعین توسل جان لیں کہ عوام غیر اللہ کے لیے تاثیر و نفع و نقصان کا اعتقاد نہیں رکھتی ہے اور وہ صرف توسل سے برکت کا قصد رکھتے ہیں اور اگر کسی چیز کی اسناد اولیاے کرام کے لیے کرتے ہیں تو اس میں تاثیر کا اعتقاد نہیں۔

تو میں ان سے کہوں گا اگر معاملہ اس طرح ہے تو مطلق توسل کو کیوں منع کیا، اور عالم و جاہل سب کی تکفیر کیوں کی، خاص و عام سب پر طعن کے لیے۔ بلکہ یہ چاہیے تھا کہ الفاظ موہمہ کو ہی منع کیا جاتا اور عوام کو سلوک ادب کا حکم کیا جاتا۔ اور تکفیر کی گنجائش تو جب بھی نہ تھی، اس لیے کہ ان کو مجاز پر محمول کر سکتے ہیں۔ اور یہ مجاز، مجاز عقلی ہے شائع اور معروف ہے اہل علم میں، اور

مستعمل ہے مسلمانوں کی زبانوں پر، اور موجود ہے کتاب وسنت میں ۔ اسی پر محمول ہے قول کہنے والے کا اس طعام نے مجھے سیر کیا، اس دوا نے مجھ کو شفا دی، اور اس حکیم نے مجھے نفع دیا۔ تو یہ سب اہل سنت میں محمول ہیں مجاز پر۔ اس لیے کہ طعام نہیں سیر کرتا بلکہ حقیقتاً خدائے تعالیٰ کرتا ہے، طعام صرف سبب عادی ہے اور اس کی اسناد سیر کی طرف مجاز عقلی ہے تو حقیقتاً یہ اسباب موثر نہیں ، موثر حقیقی تو خداوند تعالیٰ ہے ، اگر چہ ایسا بولنا جائز ہے ۔ تو مسلم موحد سے جب ایسی اسناد صادر ہو تو وہ محمول مجاز عقلی پر ہوگی ۔ اور اسلام و توحید اس مجاز کے لیے اس کا موحد و مسلمان ہونا ہے ۔ جیسا کہ علمائے معانی نے اس کی صراحت کی ہے ۔ اور اس پر ان کا اجماع ہے ۔

لیکن منع توسل مطلقاً تو اس کی کوئی وجہ نہیں بلکہ وہ ثابت ہے احادیث صحیحہ سے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اصحاب و سلف و خلف سے تو ان منکرین توسل میں کوئی تو اسے حرام قرار دیتے ہیں اور کوئی اسے کفر و شرک اور یہ تمام اقوال محض باطل اس لیے کہ یہ باعث ہوگا اجماع امت کا ضلالت پر جس نے صحابہ ، علمائے امت ، سلف و خلف کی اتباع کی تو ان سے توسل کا صدور پایا بلکہ ہر مومن سے اوقات کثیرہ میں ، اور اکثر امت کا اجماع حرام و کفر پر ہو یہ ہو نہیں سکتا۔ جب کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

’’ لا تجتمع امتی علی ضلالہ ‘‘ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ اور یہ حدیث صحیح ہے اور صحابہ و سلف و خلف سب کا معمول یہی توسل اور بعض نے کہا یہ حدیث مشہور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ’’کنتم خیر امۃ اخرجت للناس ۔(آل عمران:۱۱۰)

یعنی تم بہترین امت ہو جو نکالی گئی لوگوں کیلئے۔ پھر یہ خیر امت کیسے ہو سکتی ہے جب کہ اس کا اکثر گمراہی پر مجتمع ہو، تو ان منکرین کے لیے یہ لائق تھا کہ اس توسل میں ادب کے لیے کہتے اور الفاظ موہمہ کو منع کرتے تو متوسل کو یوں کہنا چاہیے۔

’’اللھم انی اسئلك و اتوسل الیك و بنبیك صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و بالانبیاء قبلہ و بعبادہ الصالحین ان تفعل لی کذا و کذا۔‘‘

یعنی اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف وسیلہ کرتا ہوں ساتھ تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور انبیائے سابقین کے اور ان کے نیک بندوں کے وسیلہ سے

عرض کرتا ہوں ۔ میرے لیے ایسا ایسا کرنہ کہ سرے سے توسل ہی کو منع کرتے اور تکفیر عامہ مسلمین و موحدین کی جرات کرتے۔ حالاں کہ عامہ مسلمین نہیں اعتقاد کرتے تاثیر و خلق کا مگر اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لیے اور وہم و شبہ ہے منکرین کا کہ دلیل پکڑتے ہیں آیتِ کریمہ

”لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعا بعضکم بعض۔“(النور:۶۳)

یعنی نہ پکارو رسول کو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ایمان داروں کو اس آیت میں اس سے کہ مخاطب کریں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس طرح جیسے آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہیں نام لے کر (بلکہ یارسول اللہ یانبی اللہ کہا کریں) تو اس پر قیاس کر کے کہتے ہیں کہ نہ طلب کیا جائے انبیا و اولیا سے ان اشیا کو جو طلب کی جاتی ہیں عادۃ اللہ تعالیٰ سے تاکہ نہ ہو مساوات درمیان خالق و مخلوق کے بحسب الظاہر اگرچہ یونہی سہی کہ وہ موجد و خالق ہے اور یہ سبب عادی (اگرچہ اللہ سے طلب، موجد و خالق ہونے کی بنیاد پر ہو اور غیر اللہ سے طلب اس بنیاد پر ہو کہ وہ سبب عادی ہے، تب بھی منع ہے) کیوں کہ اس سے وہم تاثیر ہوتا ہے۔ تو یہ منع اس ابہام کے دفع کے لیے ہے۔

اور جواب اس کا یہ ہے کہ یہ توسل کو مطلقاً منع نہیں کرتا۔ اس لیے کہ اس کا بیان ہو چکا کہ یہ مجاز عقلی پر محمول ہے کیوں کہ جب یہ کسی موحد سے صادر ہوتا ہے تو نہ شرک ہوتا ہے نہ حرام، بہر حال اگر وہ یہ کہتے کہ یہ خلاف ادب ہے لہٰذا توسل اس شرط سے جائز کہ لحاظ ادب اور احتراز ہو الفاظ موہمہ سے تو کوئی وجہ ہو سکتی تھی، مگر توسل کو مطلقاً منع کرنا تو یہ کسی طرح جائز نہیں (کیونکہ اوراحادیث سے ثابت بلکہ خود حضور علیہ السلام سے ثابت کہ حضور علیہ السلام نے یہی توسل فرمایا۔ اصحاب نے کیا سلف کا معمول ہے، اور یہ منع جدید و بدعت ہے کہیں کسی سے منقول نہیں۔)

فرمایا علامہ ابن حجر نے الجوہر المنظم میں کوئی فرق نہیں توسل و تشفع و استغاثہ اور توجہ میں ۔ اس لیے کہ توجہ جاہ سے ہے اور معنی اس کے علوِ منزلت و مرتبہ کی بلندی کے ہیں اور توسل صاحب جاہ ہی سے کرتے ہیں جو اس سے جاہ و مرتبہ میں بالا ہے۔ اور استغاثہ تو اس کے معنی، طلب غوث کے ہیں اور مستغیث، مستغاث سے طلب غوث کرتا ہے اس کے غیر سے

اگرچہ اس سے اعلیٰ ہو۔ پس توجہ و استغاثہ حضور علیہ السلام اور اولیا سے، نہیں ہیں اس کے معنی قلوبِ مسلمین میں مگر طلب غوث، اللہ تعالیٰ سے حقیقتاً اور سبب عادی انبیا و اولیا سے مجازاً اور کوئی مسلمان اس کے علاوہ کا قصد نہیں کرتا جس کا شرح صدر اس کے لیے نہ ہو وہ اپنے اوپر روئے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ چاہتے ہیں پس مستغاث فی الحقیقت اللہ تعالیٰ ہی ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واسطہ ہیں درمیان مستغیث و مستغاث کے، اور مجازاً غوث ہیں باعتبار وسیلہ و شفاعت کے، بوجہ اپنے علوِ منزلت و قدر کے۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے فرمان حق تعالیٰ:

"وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى" (النفال:۱۷)

یعنی اور نہیں پھیکا جب آپ نے پھیکا بلکہ اللہ نے پھیکا۔ یعنی نہیں پھیکا آپ نے یعنی خلقاً و ایجاداً اور حقیقتاً، اور جب آپ نے پھیکا کسباً و عادۃً و مجازاً بلکہ اللہ نے پھیکا حقیقتاً و ایجاداً۔

اور اسی طرح لقولہ تعالیٰ:

"فلم تقتلوهم ولكن الله قتلهم") (النفال:۱۷)

یعنی تم نے ان کو قتل نہیں کیا مگر اللہ نے قتل کیا، اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد:

"ما أنا حملتكم ولكن الله حملكم" یعنی تمہارا معاملہ میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے۔

بہت سی احادیث بیان حقیقت کے لیے آئیں اور اسی قرآن مقدس کی آیات مکتسب کی طرف فعل کی اضافت کے ساتھ آئیں، حالاں کہ اس کی اسناد اس کی طرف مجازاً کی گئی جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "ادخلوا الجنة بما كنتم تعملون" یعنی داخل ہو جاؤ جنت میں سبب اپنے اعمال کے اور حدیث میں آیا "لن يدخل احدكم الجنة بعمله" ہرگز کوئی تم میں سے جنت میں داخل نہ ہو گا بسبب اپنے عمل کے۔

پس آیت بیان کر رہی ہے سبب عادی کو اور حدیث بیان کرتی ہے سبب فعل فاعل حقیقی کو کہ وہ فضل الٰہی ہے۔ بالجملہ اطلاق لفظ استغاثہ کا جس سے حاصل ہوتا ہے وہ غوث باعتبار کسب ایک امر معلوم ہے، اس میں اصلاً کوئی شک نہیں، نہ لغوی نہ شرعی۔ پس جب تو کہے۔ اغثنی یا اللہ تو یہاں اسناد حقیقی ہے باعتبار خلق و ایجاد کے، اور جب تو کہے اغثنی یا رسول اللہ تو یہاں اسناد

مجازی ہے، باعتبار کسب وسبب وواسطہ وشفاعت کے، اور اگر تم تلاش کرو کلام ائمہ وسلف وخلف تو اس میں تم اس چیز کو برابر پاؤ گے بلکہ بہت سی احادیث میں یہی اور اس میں سے اور احادیث صحیح بخاری کی ہیں بحث حشر میں اور لوگوں کے وقوف میں روز قیامت حساب کے لیے

''بینما هم كذالك استغاثوا بآدم ثم بموسٰی بمحمد صلی الله علیه وسلم''

لوگ اس حال میں ہوں گے تو استغاثہ کریں گے حضرت آدم علیہ السلام سے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پھر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔ تو غور کرو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا استغاثوا بآدم استغاثہ کریں گے آدم علیہ السلام سے۔ تو یہ اسناد مجازی ہے اور حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی مستغاث ہے، لیکن حدیث میں اس طرح آیا، تو یہ اطلاق اس کے جواز کی دلیل۔ اور یہ حدیث صحیح حضور سے ہے

''لمن ارادعونا ان يقول يا عباد الله اعينوني وفي روايته اغيثوني''

یعنی جو عون (مدد) کا خواستگار ہو تو یوں کہے۔ یاعباد اللہ اعینونی، یاعباد اللہ اغیثونی۔ اے اللہ کے بندوں میری مدد کرو۔ میری فریاد کو پہنچو!

(اور جب تو اسے شرک کہے تو نعوذ باللہ حضور علیہ السلام شرک کا حکم دے رہے ہیں، تو اے مدعی قرآن وحدیث واجماع امت پر عمل کر، زبانی جھوٹے دعوے نہ کر: ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله (الانعام ۵۳)

ترجمہ: اور راہیں نہ چلو کہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کر دیں گی)۔

اور حدیث میں قارون کا ذکر ہوا۔ جب زمین اس کو لے کر دھنسی تو اس نے استغاثہ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی مدد نہ فرمائی۔ بلکہ یہی فرمایا۔ یا ارض خذیه،، اے زمین اسے پکڑ۔ اس پر خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔ استغاث بك فلم تغثه ولو استغاث بي لاغثته۔ اس نے تجھ سے استغاثہ کیا، تو تم نے اس کی مدد نہ فرمائی۔ اگر ہم سے کرتا تو ہم ضرور اس کی مدد فرماتے (تو مدد نہ فرمانے پر عتاب فرمایا) تو اسناد اغاثہ کی اللہ تعالیٰ کی طرف حقیقتاً اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف مجازاً اور نسبتاً

ہے اور کہیں اس کے معنی طلب دعا کے ہوتے ہیں ۔ اس لیے کہ حضور علیہ السلام اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں ۔ (صحیح حدیث ۔

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اُجساد الانبیاء نبی اللہ حی یرزق ۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام کردیا ہے زمین پر کہ وہ نبی کے جسم کو کھائے پس اللہ کے نبی زندہ ہیں ۔ رزق دیا جاتا ہے) سائل کے سوال کو جانتے ہیں اور اس سے پہلے حضرت بلال بن حرث کی حدیث گزر چکی کہ وہ حضور علیہ السلام کی قبر کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اپنی امت کیلیے بارش طلب فرمائیے کہ آپ کی امت ہلاک ہوئی ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام سے اب بھی حاجتیں طلب کی جاتی ہیں ، جیسے آپ سے حیات ظاہری میں طلب کی جاتی تھیں ۔ اور آپ سوال سائل کو جانتے ہیں ۔ اور یہ اختیار و قدرت رکھتے ہیں کہ مانگنے والے کی مراد کو پورا فرمائیں ۔ یہ اس طرح خواہ دعا فرما کر، شفاعت فرما کر رب عزوجل سے اور حضور علیہ السلام سے پیدائش شریف کے قبل بھی ہر خیر کے حصول کے لیے توسل کیا گیا ہے اور آپ کی حیات میں بھی اور بعد وفات بھی اور میدان محشر میں بھی ایسا ہی ہوگا ۔

پس آپ شفاعت فرمائیں گے رب عزوجل کی طرف اور اس کے بیان کی احادیث متواراتر ہیں ۔ اور اس پر اجماع امت ہو چکا ان مانعین مبتدعین کے ظہور خبیث سے پہلے ۔ اس سرکار عظیم کی جاہ عظیم ہے ان کے رب کے حضور اور یہ مانعین برکات توسل سے محروم ہیں ایسا گمان کرتے ہیں کہ منع توسل و زیارت کی حفاظت توحید کیلیے ہے اور توسل و زیارت موڈی والی الشرک ہے (قرآن شریف میں منافقوں کے باب میں آیا ۔

ویوم یقول المنفقون و المنافقت ۔ ۔ ۔ غرّ کم باللہ الغرور [الحدید ۔ ۱۳ ۔ ۱۴]

دھوکہ دیا تمہیں شیطان دھوکہ دینے والے نے (شیخ نجدی شیطان کا لقب ہے) ۔ "باللہ" اللہ کے ساتھ (یعنی اس کی توحید سے) تو یہ وہم و خیال محض باطل (ورنہ قرآن و حدیث میں اس کا منع آجاتا) جب توسل و زیارت آداب شریعت کے ساتھ ہو تو ہرگز اس میں کوئی حرج نہیں اور اس کو منع کرنے والا افتراء کرتا ہے اللہ و رسول پر اور یہ مانعین توسل و زیارت تعظیم نبی صلی اللہ علیہ

وسلم کومنع کرتے ہیں۔ جب کسی سے کوئی امر حضور علیہ السلام کی تعظیم کے لیے صادر ہو فوراً اس پر کفر و شرک کا حکم لگادیتے ہیں۔ حالاں کہ خود قرآن شریف میں حضور علیہ السلام کی تعظیم کا حکم آیا (وتعزروہ وتوقروہ) اور اعلیٰ انواع تعظیم سے حضور علیہ السلام کا ذکر قرآن شریف میں آیا۔ تو ہمارے لیے واجب ہے کہ ہم ان کی تعظیم کریں۔ جن کی تعظیم کا ذکر قرآن میں آیا اور جن کی تعظیم کا حکم قرآن شریف نے دیا۔ ہاں صفات ربوبیت میں سے کوئی صفت ہم حضور علیہ السلام کے لیے ثابت نہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے امام بوصیری پر کیا خوب فرمایا ۔

دع ما ادعته النصاری فی نبیهم

واحکم بما شئت مدحًا فیه و احتکم

اسے تو چھوڑ دے جو نصاریٰ نے اپنے نبی کے بارے میں کہا۔ اس کے علاوہ جو بھی حضور کی مدح ہو کر۔ (یہ شعر بھی امام بوصیری کا قصیدہ بردہ شریف میں ہے) ۔

یا اکرم الخلق مالی من الوذبه

سواك عند حلول الحادث العمم

اے اکرم الخلق وہ کون ہے جس کی پناہ حاصل کروں آپ کے سوا مصائب و آفات کے نزول کے وقت۔ اور امام بوصیری علمائے متقدمین میں ہیں ۔ اس سے معلوم ہوگا کہ مذہب قدیم کیا ہے۔ اس کا انکار بدعت ہے۔ حضور علیہ السلام کی تعظیم شرک و کفر نہیں ۔ بلکہ یہ اعظم عادات وقربات سے ہے۔ (مگر یہ علامات نفاق سے ہے کہ حضور علیہ السلام کی تعظیم کا انکار کرے۔ مختلف حیلہ و بہانہ سے۔ سورہ منافقون" اذا جاء ك المنفقون قالوا نشهد انك رسول الله و الله یعلم انك لرسوله و الله یشهد ان المنفقین لکذبون۔ "(المنافقون:۱)

یعنی تیری خدمت میں اے نبی حاضر ہوں گے منافق تو عرض کریں گے ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں ۔ یہاں بیان لا الہ الا اللہ کا نہیں محمد رسول اللہ کا ہے۔ کہ منافق وہ ہے۔ جو محمد رسول اللہ کہے تو جھوٹا ہے۔ یعنی تعظیم سے نہیں کہتا۔

و اذا قیل لھم تعالوا یستغفرلکم رسول اللہ لوّوا رؤسھم و رایتھم یصدون وھم مستکبرون۔[المنافقون:۵]

ترجمہ: جب ان سے کہا جائے آؤ(طرف رسول اللہ ﷺ کے) کہ استغفار (شفاعت) کریں تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اپنے سروں کو گھماتے ہیں۔ (انکار کے لیے) اور وہ رک جاتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں (عین حضور علیہ السلام کی طرف آنے سے اور آپ کی قبر شریف کی طرف جانا آپ ہی کی طرف جانا ہے) اور شفاعت کے منکر ہیں۔ و اذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ و الی الرسول رایت المنفقین یصدون عنك صدودا۔[النساء:۶۱]

اور جب ان سے کہا جائے آؤ طرف قرآن کے اور آؤ طرف رسول کے تو دیکھو گے تم ان کو کہ تجھ سے (اے نبی) رک جاتے ہیں۔ تو منافق وہ ہے جو حضور علیہ السلام سے رکتا ہو۔ یخدعون اللہ و الذین آمنوا و ما یخدعون الا انفسھم و ما یشعرون[البقر:۹]

دھوکہ دینا چاہتے ہیں اللہ کو اور دھوکہ دے رہے ہیں ایمان داروں کو حالاں کہ نہیں دھوکہ دے رہے ہیں مگر اپنے آپ کو۔ تو ان کی دھوکہ بازی بہت عام ہے۔ اور ان کا بیان طویل۔ آیات و احادیث کے معنٰی بیان کرتے ہیں، دھوکہ بازی،، "سیف النقی" نام کی کتاب گڑھ لی،، دھوکہ بازی،، اور تبلیغی جماعت کا کلمہ پڑھانا،، دھوکہ بازی،،۔ تبلیغ وہابیت، دیوبندیوں کی حنفیت،ــــــ محض دھوکہ بازی،، جمیعۃ العلماء والوں کی سیاسی رہنمائی اور مدارس کا قیام،، دھوکہ بازی،، اصل مقصد تبلیغ وہابیت اور قیام میں میلاد شریف میں شرکت،، دھوکہ بازی،،۔

و اذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون۔ البقرہ:۱۰۔۱۱]

اور جب ان منافقوں سے کہا جائے فساد نہ کرو زمین میں تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرتے ہیں۔ (یہ بدعت ہے یہ شرک ہے) "الا" تنبیہ و آگاہی کے لیے ہے۔ آگاہ ہو جاؤ۔ یہی مفسد ہیں لیکن انہیں شعور نہیں۔ مگر مسلمان باوجود قرآن شریف کے "الا" تنبیہ کے، متنبہ نہیں ہوا ہے۔ قرآن شریف میں۔ "لا تفسدوا" منافقین سے خطاب ہے۔ تو مفسد منافق ہے۔

واذا قیل لھم آمنوا کما اٰمن الناس قالوا أ نومن کما آمن السفھآء الاانھم ھم السفھاء ولکن لایعلمون۔[البقرہ:۱۳]

جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے لوگ (یعنی جماعت کثیرہ علما وصالحین و متقدمین حضرت علامہ ابن حجر، حضرت قاضی عیاض صاحبِ شفا، حضرت امام بخاری، حضرت امام مالک حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت جلال الدین رومی، حضرت امام سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) ایمان لائے۔ تو کہتے ہیں کیا ہم ایسا ایمان لائیں جیسے سفیہ و جاہل ایمان لائے ''الا'' متنبہ ہو جاؤ یہی جاہل ہیں لیکن انہیں علم نہیں۔

واذا لقوا الذین آمنوا قالوا اٰمنا و اذا خلوا الی شیطینھم قالوا انا معکم۔[البقرہ:۱۴]

اور جب ایمان داروں سے ملیں تو ایمان دار کہیں۔ اور جب اپنے شیاطین (شیاخ نجد) کے پاس خلوت میں ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں جب میلاد شریف میں آئیں تو قیام کریں۔ جب گھر جائیں تو اسے شرک قرار دیں۔ سنیوں میں سنی۔ دیوبندیوں میں دیوبندی۔

یہ تمام آیات خاص منافقین کے بارے میں ہیں۔ اور نفاق کا مصداق وہابیت دیوبندیت) المنافق کالشاۃ العائرۃ بین الغنمین،، منافق مثل بکری کے ہے جو کبھی کسی جگہ تو کبھی کسی جگہ، لہٰذا صفات باری تعالیٰ کے علاوہ کسی چیز میں تعظیم نبی کفر و شرک نہیں بلکہ وہ اعظم طاعات و قربات سے ہے ایسے ہی ہر وہ جسے خدائے تعالیٰ نے معظم فرمایا ہے۔ انبیا و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین اور شہدا و ملائکہ و صدیقین

وصالحین و من یعظم شعائر اللہ فانھا من تقویٰ القلوب[الحج:۳۲]الآیہ۔

جو تعظیم کرے شعائر اللہ کی تو یہ تقویٰ قلوب سے ہے۔ (منیٰ و عرفات و مزدلفہ و صفا مروہ کے پتھروں اور پہاڑوں کی تعظیم تو شعائر اللہ کی تعظیم ٹھہرے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم نعوذ باللہ شرک، حالاں کہ سرور کائنات اشرف المخلوق ہیں آپ کی قبر شریف بھی شعائر اللہ سے ہے) آیۃ کریمہ، ومن یعظم حرمات اللہ فھو خیرلہ عند ربہ[الحج:۳۰]،

جو تعظیم کرے حرمات الٰہی کی تو یہ اس کے لیے خیر ہے اس کے رب کے پاس (آیۃ کریمہ و ذکرھم بایام اللہ۔ ان کو یاد دلاؤ اللہ کے دنوں کی) اور حضور علیہ السلام کی تعظیم ہی سے ہے۔

شب ولادت خوشی منانا میلاد شریف کا ذکر اور قیام ذکر میلاد کے وقت اور اس کے علاوہ جیسا لوگ کیا کرتے ہیں، کھانا کھلانا اور دوسرے نیک کام (شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا)۔

یہ سب حضور علیہ السلام کی تعظیم ہے۔ اور مسئلہ ذکر میلاد میں بہت علما نے کتابیں تصنیف و تالیف کی ہیں جو دلائل و براہین سے پُر ہیں (اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تہامۃ،، مسئلہ میلاد پر اعلیٰ حضرت مجدد ماتہ حاضرہ کی تصنیف کا مطالعہ کریں۔)

اور ہمیں خدائے تعالیٰ نے کعبہ معظمہ اور حجر اسود و مقام ابراہیم کی تعظیم کا حکم دیا۔ اور یہ تو احجار (پتھر) ہی ہیں ۔ اور خانہ کعبہ کے طواف اور رکن یمانی کے چھونے اور حجر اسود کے چومنے کا حکم دیا مقام ابراہیم پر نماز کا۔ مستجار کعبہ کے پاس ٹھہرنے کا اور باب کعبہ و ملتزم و میزاب کے پاس قعود و دعا کا حکم دیا۔ اور یہ سلف و خلف کا معمول حالاں کہ یہ سلف و خلف سب کے سب نہیں عبادت کرتے ہیں مگر اللہ کی اور نہیں اعتقاد کرتے ہیں تاثیر و نفع و ضرر کو غیر اللہ کے لیے (تو اس عمل سے معبود کعبہ و حجر اسود و ملتزم و رکن یمانی نہیں ، معبود وہی اللہ ہے۔ یہ صرف شعائر اللہ کی تعظیم ہے۔ اگر قبر شریف کی تعظیم کی جاتی ہے تو وہ بھی شعائر اللہ کی تعظیم ہے۔ کہ اللہ کے رسول کے محبوب کی قبر ہے۔

اور حاصل کلام یہ ہے (کہ چونکہ کلمہ طیبہ جو مدار ایمان و اسلام ہے۔ وہ مشتمل ہے دو جز پر لا الہ الا اللہ۔ محمد رسول اللہ تو مشرک وہ ہے جو حق لا الہ الا اللہ ادا نہیں کرتا۔ اور منافق وہ ہے جو حق محمد رسول اللہ ادا نہیں کرتا۔ جیسا کہ سورہ منافقون کی شہادت ہے۔)

کہ یہاں دو امر ہیں ایک تو وجوب تعظیم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کو رب کی تمام مخلوق سے ارفع و اعلیٰ ماننا، دوسرے توحید باری تعالیٰ اور یہ اعتقاد کہ رب تبارک و تعالیٰ منفرد ہے یکتا ہے، اپنی ذات و صفات و افعال میں تمام مخلوق سے، تو جو اعتقاد کرے شرکت مخلوق کی باری تعالیٰ کے ساتھ جیسے مشرکین اعتقاد کرتے ہیں اصنام کی الوہیت کا، اور غیر خدا کے استحقاق عبادت کا، تو یہ ہے شرک، اور جو کمی کرے تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ وسلم میں ادنیٰ سی بھی حضور کے درجہ عظیم سے تو یہ گنہگار ہوا یا کافر ہو گیا۔ اور جو مبالغہ کرے حضور علیہ السلام کی تعظیم میں مگر

صفات الوہیت سے کچھ حضور علیہ السلام کے لیے ثابت نہ کرے تو یہ حق کو پہنچا۔ اور جانب تو حیدو رسالت دونوں کی محافظت کی۔ (ورنہ منافقین محافظت توحید کا دعویٰ کرتے ہیں اور جانب رسالت میں تنقیص شان کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ نے گواہی دی کہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں اپنی گواہی اشھد ان محمدا رسول اللہ (ﷺ) میں۔ سورۂ منافقون)۔

یہ وہ قول ہے جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ اور جب پائی جاتی ہے کلام مومن میں اسناد کسی چیز کی غیر اللہ کے لیے تو وہ محمول ہوگی مجاز عقلی پر۔ اور کوئی راستہ نہیں ہے مسلمانون کی تکفیر کا۔ اس دلیل پر کہ مجاز عقلی مستعمل ہے کتاب و سنت میں۔ مثلاً

''اذا تلیت علیھم آیاته زادتھم ایمانا[انفال:۲]

جب ان پر تلاوت کی جاتی ہیں آیات الٰہی ان کا ایمان زاید کر دیتی ہیں۔ تو یہ زیادت کی اسناد آیات کی طرف مجاز عقلی ہے اور یہ تلاوت آیات زیادتی ایمان کے لیے سبب عادی ہے لہذا جو حقیقۃً ایمان زائد کرتا ہے وہ خدائے تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے نہ کہ آیات۔ اور یوما یجعل الولدان شیباً[مزمل:۱۷]وہ دن (روز قیامت) بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ اسناد مجازی ہے۔ ولا یغوث ویعوق ونسرا وقد اضلوا کثیرا۔ [نوح:۲۳۔۲۴]

ان تینوں نے لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ تو ضلالی کی اسناد اصنام کی طرف اسناد مجازی ہے یہ بھی اسناد مجازی ہے اس لیے کہ فاعل حقیقی خدائے تعالیٰ ہے۔ یہ صرف سبب ہیں۔

یاھامان ابن لی صرحا۔ [المومن:۳۶]

اے ہامان میرے لیے اونچا محل بنا۔ تو بنانے والے تو معمار ہیں نہ ہامان اس لیے کہ سلب تو آمر ہے جو اس کا حکم دیتا ہے نہ کہ خود بناتا ہے اور جو بناتے ہیں یہ ان کا فعل ہوتا ہے اور احادیث میں مجاز عقلی کا کثرت سے استعمال ہوا جسے ماتقدم بیان سے جان لیا گیا۔ یہ ایسا ہے جیسے استغاثوا بآدم۔ استغاثہ کیا آدم علیہ السلام سے (تو اس کے لیے جملہ تہی ہے اغثنا یا آدم جسے تم شرک قرار دے رہے ہو) تو یہ وہی مجاز عقلی ہے اور کلام عرب میں ابنت الربیع البقل۔ موسم ربیع نے سبزہ اگایا۔ تو اگانے والا اللہ تعالیٰ ہے نہ ربیع تو یہ اسناد مجازی اور بارش سبب ساوی۔ تو اگر

کوئی مسلمان کہے مجھے نفع پہنچایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یا کہے حضور علیہ السلام نے میری مدد فرمائی اس سے وہی اسناد مجازی مراد ہوگی۔ اور قرینہ اُس کے لیے اس کا موحد ہونا جو نہیں اعتقاد کرتا تاثیر کا غیر اللہ کے لئے۔ توان کا اسے شرک کہنا جہالت محض ہے اور مسلمانوں کو شبہ اور شک میں ڈالنا ہے علما کا اس بات پر اتفاق ہے جب کسی موحد سے اس طرح کی اسناد صادر ہو تو مجاز پر محمول کی جائے گی اور توحید تو اس کے لیے قرینہ یہی کافی ہے۔ اس لیے کہ اعتقاد اہل سنت وجماعت ہی اعتقاد صحیح ہے۔ اور اس کا اعتقاد تو وہ توحید مخفی ہے بر خلاف اس کے اعتقاد رکھے کوئی اس کے علاوہ تو اس سے شرک واقع ہوا۔

لیکن فرق کرنا در میان حی ومیت کے (اور حاضر وغائب کے تو یہ لغو و باطل ہے۔ اس لیے جو چیز غیر اللہ کے لیے جائز نہیں نہ وہ حی کیلیے ہے نہ حاضر تو یہ تفریق کرنا محض دھوکہ ہے) جیسا ان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے (کہ حاضر کے لیے ندا کر سکتے ہیں۔ اور غائب کے لیے نہیں اور حی سے توسل و استغاثہ کر سکتے ہیں میت سے نہیں تو اگر یہ غیر خدا سے جائز نہیں تو تمہارے قول پر حاضر و حی کے لیے بھی نہیں ہونا چاہیے۔ حالاں کہ جو غیر خدا کے لیے نہیں وہ کسی کے لیے بھی نہیں) تو یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ حی قادر ہے بعض اشیا پر نہ کہ میت (اور جب یہ خاص کرتے ہیں اس کو خدائے تعالیٰ سے تو یہ خود مشرک بنے۔ اور ہم گروہ اہل سنت اس کو خاص نہیں کرتے خدائے تعالیٰ سے جیسا کہ قرآن شریف نے اس کو خاص نہیں فرمایا۔

ندا تو یہ ثابت: یایھا النبی۔ یایھا الرسول اور مدد بھی۔ ان تنصروا اللہ اور من انصاری الی اللہ۔ اور اس کی امثال بہت۔ تو دیکھ ان کا نفاق باعث ہوا ان کے شرک کا نعوذ باللہ) تو یہ یعنی اعتقاد کرتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال پر خود قادر ہے اور یہ مذہب باطل ہے۔ قادر وہی اللہ تعالیٰ ہے۔ (اور خلق افعال فرماتا ہے) تو اس میں کچھ حرج نہیں ۔ لیکن میت وہ کسی چیز پر قادر نہیں ۔ مگر اہل سنت اس طرح کہتے ہیں کہ نہ حی کسی چیز پر قادر ہے نہ میت۔ قادر حقیقۃ خدا تعالیٰ ہے۔ (پھر اگر یہ وہم ہو کہ اللہ کا فرمانا: یایھا النبی یا یھا الرسول یہ ندا درست تھی اس لیے کہ حضور علیہ السلام حی تھے۔ تو حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد تو شرک ہوگئی۔ تو چاہیے

تھا کہ یہ آیات منسوخ التلاوت ہوجاتیں ۔(ورنہ ان کا پڑھنا نعوذ باللہ شرک کا پڑھنا ہوگا)۔اور بندہ کے لیے کسب ظاہری باعتبار حی کے ہے،اور کسب باطنی باعتبار تبرک کے ہے نبی اور اخیار کے ذکر سے، حالاں کہ بندوں اور ان کے افعال کا خالق صرف اللہ تعالی ہے، اس کے بہت دلائل ہیں جن سے کچھ تو مذکور ہوئے۔

اور علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا خلاصۃ الوفا میں یہ کہ وہ دلائل جو صحت توسل یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دلالت کرتے ہیں بعد آپ کی وفات شریف کے جس کو روایت کیا دارمی نے اپنی صحیح میں۔

عن ابی الجوزاء قال قحط اهل المدينة قحطاً شديداً فشكوا الى عائشة رضی اللہ عنها فقالت انظروا الى قبر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فاجعلوا منه كوة الى السماء حتىٰ لايكون بينه و بين السماء سقف ففعلوا فمطروا حتى نبت العشب سمنت الابل حتى تفتقت من الشحم فسمی عام الفتق۔

حضرت ابی جوزاء سے ہے اہل مدینہ قحط شدید میں مبتلا ہوئے اس کی شکایت کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ دیکھو قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف تو اس سے آسمان کی چھت میں روشن دان کردو۔ اور آسمان اور قبر کے درمیان چھت نہ رہے تو لوگوں نے ایسا ہی کیا تو بارش ہوئی یہاں تک کہ گنجان ہوکر گھاس آگئی۔ اور اونٹ خوب فربہ ہوئے یہاں تک کہ چربی آگئی۔ تو اس سال کا نام عام الفتق ہوا۔

کہا علامہ مراغی نے کہ چھت کھول دینا روضہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قحط کے زمانہ میں اہل مدینہ کی سنت قدیمہ ہے۔ اسفل قبہ حجرۂ مطہرہ میں روشندان کھول دیا کرتے اگرچہ اوپر کی چھت حائل رہتی۔ (اس حدیث سے حضور علیہ السلام کے حجرہ شریف کا ثبوت ہے کہ قبر شریف پر چھت تھی۔ جسے بدعتی وہابی شرک بدعت کہہ رہے ہیں۔)

کہا سید سمہودی رحمہ اللہ نے بعد کلام مراغی رحمہ اللہ کے کہ آج بھی اہل مدینہ کی یہ عادت ہے کہ حضور علیہ السلام فداہ ابی وامی وعرجی ونفسی کے مواجہ شریف میں دروازہ کھول

دیتے ہیں اور یہاں جمع ہو کر صلاۃ و سلام عرض کرتے ہیں اور قصد بھی توسل و شفاعت کا کرتے ہیں۔ خلاصۃ الوفا میں یہ بھی ذکر ہوا کہ توسل و تشفع آپ کی ذات بابرکات اور آپ کی جاہ و برکت سے یہ طریقہ و سنت ہے مرسلین سلف و صالحین کی۔ اھ۔

اور علمائے مذاہب اربعہ نے اپنے مناسک میں لکھا کہ مسنون ہے زائر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کہ استقبال کرے قبر شریف کا اور توسل کرے آپ سے اپنے غفران ذنوب میں اور قضائے حاجات میں اور آپ سے شفاعت کی درخواست کرے۔ (مترجم شفاعت کی درخواست کرتا ہے آپ سے یا رسول اللہ اور توسل کرتا ہے آپ سے اپنے رب غفور کی بارگاہ میں تمام حاجات دینی دنیوی میں اور اپنے تمام متعلقین و متعلقات کے بارے میں اور ہر اس شخص کے لیے جو اس رسالہ کو پڑھے اور اُس کو پھیلائے اور تقسیم کرے)

علما نے کہا بہتر یہ ہے کہ وہ جو حضرت سفیان بن عیینہ سے مروی ہے جسے امام عتبیٰ نے بھی روایت کیا۔ اور یہ دونوں مشائخ ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے۔ کہا عتبیٰ نے میں بیٹھا ہوا تھا حضور علیہ السلام کی قبر شریف کے پاس پس ایک اعرابی آیا۔ اور عرض کیا۔

السلام علیك یا رسول الله سمعت الله یقول وفی روایة یا خیر الرسل ان الله انزل علیك كتابا صادقا قال فیه ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله و استغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما۔ [النساء:٦٤]

وقد جئتك مستغفرا من ذنبی مستشفعابك الی ربی و فی روایة وانی جئتك مستغفرا ربك عزوجل من ذنوبی ثم بكی و انشأ یقول ؎

یا خیر من دفنت بالقاع أعظمه
فطاب من طیبهن القاع والاكم
نفسی الفداء لقبر انت ساكنه
فیه العفاف وفیه الجود و الكرم

ترجمہ:۔ السلام علیک یا رسول اللہ میں نے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور دوسری روایت میں یا خیر الرسل بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب صادق اتاری اور اس میں فرمایا۔ ولوانهم

الایۃ۔ اور اگر انہوں نے ظلم کیا اپنی جانوں پر تو تیری خدمت میں حاضر ہوتے تو پاتے اللہ کو تواب ورحیم۔ اور میں آپ کی خدمت میں آیا ہوں اپنے رب سے استغفار کرتا ہوا اپنے گناہوں سے آپ سے طلب شفاعت کرتا ہوا اپنے رب کی طرف۔ دوسری روایت میں آیا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں آپ کے رب سے استغفار کرتا ہوا اپنے گناہوں سے پھر رویا۔ اور کہا اے بہترین وہ ذات کہ دفن کی گئی ان کی عظام زمین سنگی میں تو ان کی پاکیزگی سے سارا طیب ہو گیا۔ میری جان فدا اس قبر کے جس میں آپ تشریف فرما ہیں۔ اس قبر میں عفت وجود وکرم ہے۔

کہا علامہ عتبیٰ نے اعرابی نے پھر استغفار کیا۔ اور واپس ہوا۔ اس اثنا میں میری آنکھ لگ گئی۔ تو میں نے حضور علیہ السلام کو رؤیا میں دیکھا کہ فرماتے ہیں۔ اے عتبیٰ اعرابی کے پاس جا اور اسے خبر دے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے بخش دیا۔ تو میں اس کے پیچھے نکلا مگر میں نے اسے نہیں پایا۔

تو محل استدلال رویا نہیں کہ اس سے احکام ثابت نہیں ہوتے۔ ہو سکتا ہے کہ دیکھنے والے کو شبہ ہوا ہو۔ مگر محل استدلال یہ ہے کہ ایسے علماے (متقدمین جو حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشائخ سے ہیں اور کیسے قدیم و مستند و مستحسن سمجھ رہے ہیں حضور علیہ السلام کے روضہ مبارک کی حاضری کو (ندا یا خیر الرسل کو) اور روایۃ میں کوئی تناقض نہیں۔ راوی نے ایک بار اس طرح تعبیر کیا۔ یا خیر الرسل۔ دوسری بار اس طرح کہا۔ یا رسول اللہ (اس طرح روایت ہوتی ہی ہے جیسے بہت احادیث میں فی روایۃ آتا ہے تو یہ منافات کے لیے نہیں ہوتا) اور علامہ ابن حجر الجوہر المنظم میں فرماتے ہیں:

اور بعض حفاظ نے حضرت ابو سعید سمعانی سے روایت کیا انہوں نے روایت کیا حضرت علی بن ابی طالب سے کرم اللہ وجہہ الکریم۔ انھم بعد دفنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بثلثۃ ایام جاءھم اعرابی فرمی بنفسہ علی القبر الشریف علیٰ صاحبہ افضل الصلوٰۃ و السلام وحثی ترابہ علی راسہ وقال یا رسول اللہ قلت فسمعنا قولك ووعیت عن اللہ ماوعینا عنك وکان فیما انزل اللہ علیك قولہ تعالیٰ ولوانھم اذ ظلموا انفسھم الایہ وقد ظلمت نفسی وجئتك مستغفرا الیٰ ربی فنودی من القبر الشریف انہ قد غفر لك۔

حضور علیہ السلام کے دفن شریف کے تین دن بعد صحابہ کرام کی خدمت میں ایک اعرابی آئے تو انہوں نے اپنے آپ کو قبر شریف پر ڈال دیا صاحب قبر پر افضل الصلوۃ والسلام اور اس کی مٹی کو اپنے اوپر ڈالا۔ اور کہا یا رسول اللہ آپ نے فرمایا ہم نے سنا۔ اور آپ نے لیا اپنے ظرف میں اللہ سے جو ہم نے اپنے پیالہ میں آپ سے لیا۔ اور ہے قرآن میں جو آپ پر اترا ولوانهم اذ ظلموا انفسهم۔۔۔ الایہ۔ اور تحقیق میں نے ظلم کیا ہے اپنے نفس پر اور میں حاضر خدمت حضور ہوا ہوں اپنے رب سے استغفار کرنے کے لیے۔ تو ندا آئی قبر شریف سے بیشک تیری مغفرت کی گئی۔

اور اسی کے مثل حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے جو اس روایت کی تائید کرتا ہے۔ اور یہ روایت صحیح ہے عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حياتى خيرلكم تحدثونى واحدث لكم و وفاتى خيرلكم تعرض عَلَيَّ اعمالكم ما رأيت من خيرحمدت الله تعالىٰ وما رأيت من شر استغفرت لكم۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری حیات تمہارے لیے خیر ہے۔ کہ مجھ سے کلام کرتے ہو۔ اور میں احادیث سناتا ہوں اور میری وفات تمہارے لیے خیر ہے تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ بھلائی دیکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کا شکریہ کرتا ہوں۔ اور کوئی برائی دیکھتا ہوں تو تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔

اور اس کی تائید کرتا ہے وہ جو علمائے کرام آداب زیارت میں ذکر کرتے ہیں کہ مستحب ہے زائر کے لیے کہ حضور علیہ السلام کی زیارت کے وقت تجدید توبہ کرے اور دعا کرے اللہ سے۔ کہ اس توبہ کو توبہ نصوح بنائے۔ اور طلب شفاعت کرے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے رب عزوجل کی طرف اس توبہ کے قبول میں۔ اور تضرع کرے۔ اور یہ آیہ کریمہ پڑھے۔ ولوانهم اذ ظلموا۔۔۔۔ الآیہ۔ اور یوں کہے:

نحن وفدك يا رسول الله وزوارك جئناك لقضاء حقك و التبرك بزيارتك والاستشفاع بك مما اثقل ظهورنا واظلم قلوبنا فليس لنا يا رسول الله شفيع غيرك نؤمله

ولا رجاء غیر بابك نصله فاستغفرلنا و اشفع لنا عند ربك و اسأله ان یمن علینا بسائر طلباتنا و یحشرنا فی زمرۃ عبادہ الصلحین وعلماء العاملین (وان تجعلنا یوم القیٰمہ فی اصحاب الیمین حتی اذا قال المنفقون أ ھٰولاء من الله علیھم من بیننا فیقول الله تعالیٰ الیس الله باعلم با شاکرین)

ہم جماعت حاضر ہیں اور زیارت کرنے والوں کی ہیں ۔ یارسول اللہ ہم حاضر ہوئے ہیں آپ کا حق ادا کرنے کے لیے ۔ اور آپ سے برکت حاصل کرنے کے لیے اور آپ کی شفاعت حاصل کرنے کے لیے ان گناہوں سے جو ہماری پیٹھ کا بوجھ ہیں ۔ اور ہمارے دلوں کا ظلم ہے اور ہمارا آپ کے سوا کوئی شفیع نہیں جس سے امید رکھیں ۔ آپ کے سوا اور کیا امید ہو سکتی ہے جسے ہم پائیں ۔ آپ ہمارے لیے استغفار و شفاعت فرمائیں اپنے رب کے پاس ۔ ہم آپ کے رب سے سوال (اب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ اسم اعظم ہے) کرتے ہیں ۔ ہمارے اوپر کرم و احسان فرمائیے ہماری تمام مرادیں عطا فرما کر اور ہمیں روز قیامت اٹھائیے اپنے نیک بندوں اور علمائے عاملین میں (اور روز قیامت ہمیں جماعت اصحاب میں قبول فرمائیے یہاں تک کہ ہمیں دیکھ کر منافقین جرأت سے کہیں کیا یہ ہیں وہ جن پر اللہ نے منت و احسان فرمایا۔

ہمیں چھوڑ کر تو خدائے تعالیٰ ان کو جواب دے گا۔ کیا اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو خوب نہیں جانتا ہے) اور شکر مقابلہ میں نعمت کے ہوتا ہے اور نعمت محمد رسول اللہ ہیں کما قال ابن عباس نعمت اللہ ھو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ جیسا کہ ابن عباس نے فرمایا کہ نعمت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں ۔ تو شاکر وہ ہے جو اللہ کی نعمت (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی قدر کرے ان پر درود و سلام پڑھنا میلاد شریف و قیام کرنا یہ سب نعمت الٰہی کا ذکر قدر و منزلت سے ہے تو یہ سب شکر۔ تو قرآن شریف میں شکر بمعنیٰ درود و سلام و تعظیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ سورہ ابراہیم ۔ الم ترالی الذین بدلوا نعمت الله کفرا و احلوا قومھم دار البوار جھنم [ابراہیم:۲۸]

کیا تم نے نہ دیکھا ان کو جنہوں نے بدل دیا اللہ کی نعمت (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو) ناشکری سے اور اتارا اپنی قوم کو تباہی اور ہلاکت کے گھر جہنم میں واذ تاذن ربکم لئن شکرتم لا زیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید (ابراہیم:۰۷)

اور جب رب نے عام اعلان دیا اگر میرا شکر ادا کروگے (میرے محبوب کی نعت و ثنا و تعظیم ذکر ودرود وسلام سے) تو اپنی عطائیں تم پر اور بڑھادوں گا۔ اور اگر ناشکری کروگے (وہابیت ودیوبندیت ونجدیت سے ویہودیت ونصرانیت وشرک سے) توجان لو میرا عذاب بہت سخت ہے۔

ومایفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم و اٰمنتم وکان اللہ شاکرا علیما (النساء:۱۴۷)۔

اور خدا ے تعالیٰ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا۔ اگر تم اس کا شکریہ ادا کروگے۔ (اس کے نبی پر بکثرت درود وسلام سے) اور اللہ تعالیٰ شکر قبول فرمانے والا ہے (اپنے شکرگزاروں کو) اور جب شیطان کو تعظیم نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ کرنے کی سزا میں نکالا گیا۔ اور اس کی لاکھوں برس کی نمازیں اور عبادت اس جرم میں اس کے منہ پر ماردی گئی تو اس نے کہا مجھے مہلت دے۔ فرمایا گیا مہلت دی گئی۔ تو اس نے کہا قرآن میں آیا۔ ثم لاٰتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم ولا تجد اکثرھم شٰکرین۔ (الاعراف:۱۷)

میں آؤں گا لوگوں کے سامنے سے پیچھے سے دہنے سے بائیں سے پھر تو نہیں پائے گا اُن میں سے بہت سوں کو شکرگزار یعنی تیری نعمت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قدر نہیں ہونے دوں گا۔ تو دیکھ لو بت پرست تک کو لا الہ الا اللہ پر کچھ اعتراض نہیں نہ یہودی نہ نصرانی کو اور جہاں محمد رسول اللہ کہا اور ناشکروں کے چہروں پر انکار کی شکنیں پڑگئیں تو شیطان یعنی شیخ نجدی اپنا آزمودہ اور مجرب ہلاکت وبربادی کا نسخہ اپنے پیروؤں کو بتا رہا ہے کہ نماز خوب پڑھو مگر نبی کی تعظیم مت کرنا۔ اس لیے کہ اس کی چھ لاکھ برس کی نماز ایک سجدہ تعظیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ کرنے سے برباد ہوئی ہیں تو لوگوں نماز پڑھو اور محنت کا ثمرہ برباد نہ کرو کہ اہانت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عمل برباد اور حبط ہوجاتے ہیں:

ولا تکونوا کالتی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثا (النحل؛۹۲)۔

یعنی اس بوڑھی اور بیوقوف عورت کی طرح نہ ہوجاؤ جس نے سوت کاتا اور پھر اس کو پارہ پارہ کردیا۔ تو تمھاری محنت حج وزکوٰۃ ونماز وروزہ جس کا ثمرہ بعد انتقال پاؤگے توہین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے برباد نہ کرو۔ اور شیخ نجدی کی متابعت نہ کرو کہ تعظیم محمدی سے انکار کرو۔

یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونھا (النحل:۸۳)۔

ترجمہ: پہنچانتے ہیں نعمت الٰہی (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو پھر انکار کرتے ہیں (یہ وہابی کہ حضور علیہ السلام نعمت نہیں۔ شیخ نجدی نے اپنی کتاب التوحید میں ایسا ہی لکھا کہ نعمت ہوا موافق ہے کشتی کیلیے اور ملاح حاذق) حالاں کہ کشتی نوح پر نام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھا تھا، اس سے نجات ہوئی ہوا موافق بھی جب ہی ہوتی ہے اور ملاح حاذق بھی جب ہی ملتا ہے، جب رحمت الٰہی ہوتی اور رحمت ہے وہ جسے کہا قرآن نے، وما ارسلنٰك الا رحمة للعالمين۔

اور جوہر منظم میں آیا۔ یہ کہ اعرابی قبر شریف نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر آیا اور کہا ماشاء اللہ سبحان اللہ، بہترین دعا یاد کریں اور وقت حاضری پڑھیں۔ یا مدینہ شریف کی طرف منھ کرکے یہیں سے پڑھیں۔

(اللهم ان هذا حبيبك وانا عبدك والشيطان عدوك فان غفرت لى سُرّ حبيبك وفاز عبدك وغضب عدوك وان لم تغفر لى غضب حبيبك ورضى عدوك وهلك عبدك وانت يا رب اكرم من ان تغضب حبيبك وترضى عدوك و تهلك عبدك اللهم ان العرب اذا مات فيهم سيد اعتقوا على قبره وان هذا سيد العالمين فاعتقنى على قبره يا ارحم الراحمين فقال له بعض الحاضرين يا اخا العرب ان الله قد غفر لك بحسن هذا السوال۔

اے میرے اللہ یہ تیرے حبیب ہیں اور میں تیرا بندہ ہوں۔ اور شیطان (شیخ نجدی) تیرا عدو ہے۔ اگر تو میری مغفرت فرمائے تیرا حبیب خوش ہوگا۔ اور تیرا بندہ کامیاب ہوگا۔ اور تیرا دشمن نامراد ہوگا۔ اور اگر تو میری مغفرت نہ فرمائے گا تو اس کا برعکس ہوگا۔ تیرا حبیب ناخوش، تیرا بندہ ہلاک، تیرا دشمن راضی، اور تو اے رب بڑا کریم ہے تجھ سے بعید ہے کہ اپنے حبیب کو ناخوش فرمائے اور اپنے دشمن کو شاد کرے اور اپنے اس بندہ کو ہلاک، اے اللہ جب اہل عرب میں سے کوئی سید و آقا مرتا ہے تو اس کی قبر پر اس کے غلاموں کو آزاد کرتے ہیں (ایصال ثواب کے لیے) اور یہ بیشک سید العالمین ہیں۔ (سید کا بھی انکار کیا ہے شیخ نجدی نے کتاب التوحید میں اور لفظ مولیٰ کا بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کہنا جائز نہیں حالاں کہ حدیث میں آیا۔ انا سید اولاد آدم ولا فخر یعنی میں سید ہوں اولاد آدم کا اور کچھ فخر نہیں۔ اور

سید بمعنیٰ مولی یعنی آقا اور قرآن میں آیا حضرت یحیٰ علیہ السلام کے لیے و سیدا حضورا مگر ان منافقین کو قرآن و حدیث سے کیا۔ ان یتبعون الا الظن و ان ھم الا یخرصون۔ الانعام:۱۶)

پس مجھے آزاد فرما (نار سے) ان کی قبر پر اے ارحم الراحمین تو اس سے کہا بعض حاضرین نے اے عرب کے بھائی بے شک اللہ نے تجھے بخش دیا تیرے حسن سوال کی وجہ سے۔

اور علمائے مناسک نے کہا کہ استقبال قبر شریف کا افضل ہے استقبال قبلہ سے، کہا علامہ محقق کمال ابن ہمام نے کہ استقبال قبر شریف کا (منھ کرنا) افضل استقبال قبلہ سے۔ اور وہ جو کسی نے کہا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ استقبال قبلہ افضل ہے، تو یہ نقل صحیح نہیں (یعنی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا نہیں فرمایا) اس لیے کہ خود امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں خود روایت کی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ استقبال قبر شریف سنت ہے اور پیٹھ کرنا قبلہ کی طرف وقت زیارت اور گزر چکا کہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ تصریح کرتے ہیں۔

اسی پر ہیں علامہ ابن جماعہ وہ نقل کرتے ہیں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استحباب استقبال قبر مکرم کا اور رد کیا ہے انہوں نے کرمانی پر جس نے اس کے خلاف کیا تھا۔ اس کے بارے میں کہا وہ کوئی چیز نہیں۔ اور جوہر منظم میں کہا کہ استقبال قبر شریف کی یہ دلیل ہے کہ ہم سب متفق ہیں حضور علیہ السلام کی حیات پر اور حضور اپنے زائر کو جانتے پہنچانتے ہیں۔ اگر حضور علیہ السلام دنیا میں تشریف فرما ہوتے اور ہم حاضر ہوتے تو ہمیں سوائے حضور کی طرف منھ کرنے کے چارہ نہ ہوتا۔ تو ویسے ہی اب بھی ہے (اگر دل میں عظمت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے) تو طلب بھی حضور کی طرف منھ ہی کرنا ہے پیٹھ کرنا نہیں (ولا تتولوعنہ،، ان سے منھ نہ پھیرو) اور جب ہم متفق ہیں درس کے وقت (اور دعا کے وقت بعد نماز) حرم شریف میں کہ جماعت تو منھ کرتی ہے قبلہ کی طرف اور امام اور مدرس پیٹھ کرتا ہے قبلہ اکی طرف (اور حالاں کہ یہاں کعبہ کے سامنے حاضر ہوتے ہیں) تو کیا حرج ہے قبلہ کی طرف پیٹھ کرتے ہیں حضور علیہ السلام کے مواجہ میں تو حضور علیہ السلام کی طرف منھ کرنا اولی ہے۔ (اس لیے بھی کہ کعبہ یہاں

حاضر ہیں اور ہم مواجہ حضور علیہ السلام میں حاضر ہیں۔اور حاضر کی رعایت اولیٰ ہے)اور امام مالک کا قول گزر چکا خلیفہ منصور کے لیے کہ کیوں اپنا منھ ان سے پھیر تا ہے حالاں کہ وہ تیرا اور تیرے باپ آدم کا وسیلہ ہیں اللہ کی طرف بلکہ ان کی طرف منھ کر اور ان سے شفاعت کی درخواست کر۔علامہ زرقانی(علماے متقدمین میں ہیں)نے شرح مواہب میں کہا۔مالکی علما کی کتابیں تمام بھری ہوئی ہیں اس سے کہ وقت دعا قبر شریف کی طرف منھ کریں اور قبلہ کی طرف پیٹھ کریں۔اور یہی مستحب ہے۔پھر نقل کیا انہوں نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام شافعی اور جمہور سے ایسا ہی، اور رہا امام احمد کا مذہب تو اس میں اختلاف ہے،علما کے درمیان لیکن ان کے مذہب کے اہل حق محققین اس بات پر متفق ہیں کہ استقبال قبر شریف مستحب ہے بقیہ مذاہب کی طرح اور حنبلی مذہب کے اہل حق محققین توسل کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ تو مذہب حنبلی میں بھی ترجیح اسی طرف ہے جس طرف باقی مذاہب اہل سنت ہیں یعنی ترجیح موافق اہل سنت ہے۔

اور علامہ امام سبکی نے(شفاء السقام)میں مذاہب اربعہ کا اتفاق ان مسائل پر ذکر کیا۔ اور ذکر کیا شیخ طاہر سنبل نے کہ جو کچھ کہا حنبلی عالموں میں سے ابو عبداللہ سامری نے اپنی کتاب مستوعب میں کہ اس کا فتویٰ مفتی حنابلہ مکہ مکرمہ شیخ محمد بن عبداللہ بن حمید سے پوچھا گیا اسی مسئلہ توسل و استقبال قبر شریف میں تو آپ نے جواب دیا کہ حنبلیوں میں راجح یہی ہے کہ استقبال قبر شریف کیا جائے۔اور حضور علیہ السلام سے توسل کیا جائے۔اور یہ مذکور ہے ان کی بہت سی کتابوں میں جن پر مذہب حنبلی کا اعتماد ہے۔ان کے نام یہ ہیں۔

شرح مناسک المقتنع از علامہ شمس الدین بن مفلح صاحب الفروع اور شرح الاقناع از شیخ منصور بھوتی، اور شرح غایۃ المنتھی اور منسک از شیخ سلیمان بن علی۔یہ دادا ہیں محمد بن عبد الوہاب(شیخ نجدی)کے،جو صاحب دعوت مذہب وہابیت ہیں انہیں مذہب حنبلی والوں میں سے کچھ نے حضرت عتبہ کا واقعہ بھی لکھا ہے(جو گزرا)اور وہ حدیث بھی جو ذکر ہوئی، اللھم انی اسالك واتوجه اليك محمد نبی الرحمة یا محمد الی اٰخرہ، جسے ترمذی نے روایت کیا اور صحیح

رکھا اور نسائی و بیہقی نے روایت کیا او رصحیح رکھا اس کے بعد مفتی مذکور (مذہب حنبلی نے لکھا جیساکہ یہ ثابت ہوچکا(ان احادیث سے) تو ہم نے جان لیا کہ معتمد علیہ (قابل اعتبار و اعتماد) مذہب حنبلی میں وہی ہے جسے سائل نے ذکر کیا استحباب و استقبال قبر شریف کا اور توسل وقت دعا کا اور منکر جاہل ہے۔ مذہب امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اور وہ جو ذکر کیا آلوسی نے (ایک شخص ہے منکرین سے) اپنی تفسیر میں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے توسل کو منع کیا ہے تو یہ محض افترا ہے (جیساعادت ہے ان وہابیہ کی) اس لیے کہ کسی حنفی نے ایسی روایت نہیں کی اور وہ اپنے مذہب کو زیادہ پہنچانتے ہیں نہ کہ مخالف بلکہ حنفی مذہب کی تمام کتابیں استحباب توسل و استقبال قبر شریف کے استحباب سے بھری ہوئی ہیں۔ (بلاکسی خلاف کے) تونقل مخالف کی غیر معتبر ہے توایسانہ ہوکہ کوئی اس سے دھوکہ کھائے اور مواہب لدنیہ میں علامہ قسطلانی نے لکھاکہ ایک اعرابی قبر شریف پر حاضر ہوااور عرض کیا اے اللہ تونے حکم دیا ہے غلاموں کے آزاد کرنے کا اور یہ تیرے حبیب ہیں اور میں تیرابندہ تو مجھے آزاد فرما ان کی قبر پر آگ سے تو ہاتف نے آواز دی اے شخص صرف اپنی ذات کے لیے آزادی طلب کرتا ہے، توکیوں نہیں تمام مسلمانوں کے لیے طلب کرتا۔ جا تجھے آزاد کیا گیا۔ پھر قسطلانی نے ایک شعر لکھا اور زرقانی شارح نے دوسرا اس کے ساتھ تحریر کیا۔

ان الملوك اذا شابت عبيدهم	فی رقّهم اعتقوهم عتق احرار
و انت يا سيدی اولی بذاكرما	قد شبت فی الرق فاعتقنی من النار

ترجمہ: جب بادشاہوں کے غلام بوڑھے ہوجاتے ہیں تووہ انہیں آزاد کردیتے ہیں۔
اور تو اے میرے سید و آقا اس کرم کے زیادہ لائق و اہل ہے میں تیری غلامی میں بوڑھا ہوگیا تو مجھے آگ سے آزاد فرما۔

پھر مواہب میں حضرت حسن بصری سے روایت کیا۔ کہ حاتم عاصم قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم پر حاضر ہوا تو کہا۔ اے رب میں نے تیرے نبی کی قبر کی زیارت کی تو مجھے یہاں سے نامراد واپس نہ کر۔ تو ندا ہوئی۔ اے شخص ہم نے تجھے قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت نہ دی مگر یہ کہ تجھے قبول فرمایا تو واپس ہو تو اور تیرے ساتھی زائرین اس حال میں کہ بخشے گئے۔

اور کہا ابن ابی فدیک نے کہ میں نے سنا بعض علماء وصلحا سے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم کو یہ روایت پہونچی ہے کہ جو حاضر ہوا قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر، اور اس نے یہ آیت تلاوت کی ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ (الاحزاب:۵۶)

اور یوں کہا: صلی اللہ علیک یا محمد، یہاں تک کہ اسے ستر بار کہے تو اس کو فرشتہ ندا کرتا، صلی اللہ علیك یا فلاں (اللہ نے تجھ پر درود بھیجا اے فلاں) اور اس کی کوئی حاجت باقی نہیں رہی (یعنی پوری کی گئی)۔

یہاں سے حضرت مترجم علیہ الرحمہ کی سات آٹھ صفحات میں تقریر ہے :

حدیث شریف میں آیا: ان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم۔ بے شک تمھارا درود مجھے پہنچ جاتا ہے، تم جہاں کہیں بھی ہو۔ تو یہ ہم دور افتاد گان کے لیے ہے کہ حضور علیہ السلام پر یہیں سے درود پڑھ کر اپنی حاجتیں پوری کرائیں۔ اس کا یہ مقصد نہیں کہ تم میری قبر شریف پر نہ آؤ۔ جیسا کہ انہوں نے اپنے نفاق سے سمجھا۔ بلکہ یہ دور افتاد گان کے لیے رحمت کی وسعت ہے۔ اور دور افتاد گان کے لیے درود وسلام کی ترغیب، أرأت الذی ینھی عبدا اذا صلی۔ کیا تم نے اسے دیکھا۔ جو روکتا ہے اس بندہ کو جو نماز پڑھتا ہے۔ یا جو روکتا ہے اسے جو درود پڑھتا ہے۔ قرآن شریف میں صلوٰۃ دونوں معنیٰ کے لیے آیا۔ درود اور نماز، تو نماز کو روکنے والا مشرک اور درود کو روکنے والا منافق۔ ان المنافقین فی الدرك الاسفل من النار۔ دوزخ کے نچلے حصہ میں منافقین ہیں۔ حدیث میں آیا فرشتے روز قیامت منافق کو پہلے پکڑیں گے، تو کہے گا کیا ہمیں مشرکوں سے پہلے پکڑتے ہو فرشتے کہیں گے، ھل یستوی الذین یعلمون و الذین لا یعلمون۔ کیا انجان اور جاننے والے برابر ہوجائیں گے تم نے قرآن و حدیث پڑھی اور عظمت نبی کو جان پہنچان کر منکر ہوئے۔ یعرفون نعمت اللہ ثم ینکرونھا پہنچانتے ہیں نعمت الٰہی کو پھر اس کا انکار کرتے ہیں۔

اور جان پہنچان کر نعمت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھپاؤ۔ اور اپنے اس عمل میں یہود کی مشابہت کرو۔ جیسا کہ کتاب التوحید میں شیخ نجدی نے لکھا و الخامسة عشر ان ھذہ المسالة لا یعرفھا اکثر الصحابة و السادسة عشر جواز کتمان العلم للمصلحة۔

پندرہویں یہ کہ اس مسئلہ کو صحابہ بھی نہیں جانتے تھے اور سولھویں یہ کہ علم کا چھپانا مصلحتاً جائز ہے۔ بقول شیخ نجدی صحابہ اس مسئلہ کو نہیں جانتے تھے تو ظاہر ہے ان کا معمول یہ نہ تھا۔ تو یہ مسائل وہابیت بدعت ہوئے۔ اور علم کا چھپانا مراد اس سے نعت نبی کا چھپانا ہے جیسا کہ ان منکرین کا معمول ہے۔ یہ بھی خدا کی شان ہے کہ اصطلاح بھی بولا تو علم کی تاکہ خوب پہچانا جائے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے بھی یہی اصطلاح بیان فرمائی حدیث شریف میں ہے:

''اذا سئل عالم یعلم فکتمه فالجمه الله یوم القیٰمة بلجام من النار''

جب سوال کیا جائے عالم سے علم کے بارے میں (یعنی نعت نبی کے بارے میں) پھر وہ اسے چھپالے تو اسے روز قیامت آگ کی لگام لگائی جائے گی۔ یہ خوب یاد رہے کہ قرآن شریف میں الفاظ کتمان اور یکتمون (چھپانا۔ چھپارہے ہیں) کا آنا نعت نبی کے چھپانے کے بارے میں ہے۔

'' واذأخذ الله میثاق الذین اوتو الکتاب لتبیننه للناس ولا تکتمونه ''[آل عمران:۱۸۷]۔ اور جب عہد لیا اللہ نے اہل کتب سے (یہود و نصاری سے) تم اس کو ضرور ضرور ظاہر کردینا۔ اور اس کو مت چھپانا یعنی نعت نبی کو'' فنبذوہ وراء ظھورھم ''۔(ایضا) تو انہوں نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا۔ یعنی نعت نبی کو ظاہر نہیں کیا جیسا کہ حکم تھا، بلکہ اسے چھپایا۔ جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہے کہ یہود توریت میں نعت نبی کو چھپاتے رہے۔ اور منافقوں کا بیان قرآن میں آیا:

'' ان الذین ارتدوا وعلی ادبارھم من بعد ما تبین لھم الھدی الشیطان سول لھم واملی لھم ''[محمد:۲۵]۔

بے شک جو لوگ مرتد ہوگئے۔ اس کے بعد کہ ان پر ہدایت خوب ظاہر ہوچکی۔ شیطان نے (شیخ نجدی کہ یہ لقب شیطان کا خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رکھا اور نعت کی کتابوں میں موجود) ان کے کاموں کو زینت دی۔ اور انہیں امیدیں دلائیں۔

'' ذالك بأنهم قالوا للذین کرھوا ما نزل الله سنطیعکم فی بعض الامر و الله یعلم اسرارھم ''[محمد:۲۶]

یہ اس لیے کہ ان لوگوں نے کہا ان سے جنہوں نے ناپسند کیا اس چیز کو جسے اللہ نے اتارا (یعنی نعت نبی یا قرآن) عنقریب ہم بھی تمھاری اطاعت کریں گے بعض امور میں (یعنی نعت نبی کے چھپانے میں جیسے تم نے چھپائی توریت میں ہم اسے چھپائیں گے قرآن میں) اور اللہ ان کے چھپانے کو خوب جانتا ہے:

'' فکیف اذا توفتهم الملئکة یضربون وجوههم وادبارهم ذٰلك بانهم اتبعوا ما اسخط الله وكرهوا رضوانه فاحبط اعمالهم'' [محمد:۲۷۔۲۶]

پھر کیا ہوگا اس وقت جب جان نکالیں گے ان کی فرشتے اور ان کے مونھ اور پیٹھ پر مارتے ہوں گے یہ اس لیے کہ انہوں نے غضب الٰہی کو اوڑھا، اور مکروہ رکھا اللہ کے رضوان (رضا) کو تو اللہ نے ان کے اعمال حبط (برباد) کردیئے۔ تو وہ اللہ کا رضوان کیا ہے جسے یہ منافقین مکروہ وناپسند رکھتے ہیں۔ تو قرآن شریف میں آیا:

''لقد رضی الله عن المومنین اذ یبایعونك'' بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ تیری بیعت کررہے ہیں (یعنی تیری غلامی کا اقرار کررہے ہیں) تو حضور کی غلامی کے اقرار کو انہوں نے ناپسند رکھا۔ حالاں کہ حضرت عمر فرمارہے ہیں ''کنت عبده وخادمه''۔ میں حضور کا عبد وخادم ہوں اور حضرت صدیق اکبر عرض کررہے ہیں جسے حضرت مولانا رومی نقل کرتے ہیں ۔

گفت ما دو بندگان کوے تو
کردمش آزاد من بر روے تو

ہم دونوں (یعنی بلال وصدیق) ہی حضور کے بندے ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ نے اس اقرار غلامی کو اپنی ہی بیعت کہا جس سے ان کا وہ وہم بھی دفع ہوتا ہے جو انہیں شیخ نجدی نے دلایا کہ یہ شرک ہے۔ ''ان الذین یبایعونك انما یبایعون الله (الفتح:۱۰)

جو آپ سے بیعت کررہے ہیں وہ مجھ ہی سے کررہے ہیں کہ یہ رضوان ہے انہوں نے اللہ کی رضا کو ناپسند کیا۔ یہ اس بیعت سے منحرف ہوئے۔ رضوان اور بھی آیا قرآن میں۔

”قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلم ویخرجھم من الظلمت الی النور“ [المائدہ:۱۶۔۱۵]

تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: تفسیر جلالین) اور قرآن شریف اللہ اس قرآن سے رہنمائی فرماتا ہے اس کی جو تابع ہو گیا رضوان الٰہی کے سلام کے طریقوں پر۔ یعنی درود سلام کی رہنمائی اس قرآن سے خداے تعالیٰ اس کو فرماتا ہے جو تابع ہو گیا اللہ کی رضا کا یعنی غلام محمد رسول اللہ ﷺ کو اور یہ رہنمائی درود و سلام کی ہوتی ہے۔ جو غلامی کے مقر ہیں۔ تو اُن کو یہ رہنمائی بھی نہیں لہٰذا، کرھوا رضوانہ۔

تو ان بدبختوں نے رضاے الٰہی درود سلام کو بھی مکروہ رکھا۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ تو یہ حقائق ہیں۔ اور جو قرآن شریف کے تفصیلاً لکل شئی پر ایمان رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ بے شک قرآن شریف میں ہر چیز کا روشن بیان ہے تبیانا لکل شئی، کسی کو نظر نہ آئے۔ تو یہ اس کی بینائی کا قصور ہے ”یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلم“ اللہ اس قرآن سے ہدایت فرماتا ہے اس کو جو تابع ہو گیا اللہ کی رضا کا اور درود و سلام کے طریقوں کی طرف تو اس میں ایک لطیف اشارہ بھی مفہوم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ ہر صدی پر خدا تعالیٰ اپنے دین کی تجدید کے واسطے مجدد پیدا فرماتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ رضاے الٰہی اس میں ہے کہ اس مجدد کی اتباع کی جائے اور اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں۔ اس صدی کے بلا شبہ مجدد ہیں۔

اور اللہ کی رضا یہی ہے کہ حقیقی علماے دین اور اولیاے کرام کی اتباع کی جائے۔ تو بے شک اس زمانہ میں جو اللہ کے ولی اور اس کے دین کے خادم حقیقی رضا کا پیرو اور تابع ہو۔ اسے ہی خدائے تعالیٰ یہ توفیق و ہدایت عطا فرماتا ہے۔ کہ وہ درود و سلام پڑھے اور اس متابعت کو اس طرح سمجھ لیں کہ جو بریلوی عقیدہ کا ہو گا۔ وہی اللہ کی رضا کا پیرو معتقد اور رضا و رضوان مترادف و ہم معنی ہیں، تو یہ ہے۔ تبیاناً لکل شئی، کا بیان۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ رضوان کا ترجمہ اردو میں رضا ہوتا ہے اس ترجمہ کے اعتبار سے اپنے خادم دین ہندی عالم مجدد ملت کی طرف اشارہ ہو گیا۔ اور یہ نہایت مقبولیت کی علامت و نشانی ہے تو یہ پیروی دو طرح ہے۔ کامل تو اس

صورت میں ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے سلسلہ میں بیعت ہوں ۔ اور اس صورت میں بھی متابعت یقینی حاصل ہے ۔ کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے مسلک برحق پر قائم رہیں آپ کی تصانیف کا مطالعہ کریں ۔ اور اسی مسلک کو کہ مسلک قدیم اہل سنت و جماعت ہے اپنا مسلک بنائیں ۔ اور ان لوگوں سے بچیں جو مصداق آیۃ کریمہ:

"کرھوا رضوانہ" کی رضا کو ناپسند کرتے ہیں۔

" ذالك فضل الله یوتیه من یشاء و الله ذو الفضل العظیم - یا ذاالفضل العظیم صلی علی فضلك العظیم و آله وصحبه و اولیائه وبارك وسلم اللهم تفضل علینا بفضلك العظیم۔"

(اس کو پانچ سو بار پڑھنا دین و دنیا کی بے شمار دولت کا حاصل کرنا ہے ۔ مجرب ہے)

یہاں پر رضوان کا ایک اور ذکر بھی کر دینا مناسب ہوگا۔ سورہ توبہ میں آیا:

"افمن اسس بنیانه علی تقوی من الله و رضوان خیرأم من اسس بنیانه علی شفا جرف هار فانها ربه فی نار جهنم و الله لایهدی القوم الظالمین" [توبہ:۱۰۹]

کیا وہ مسجد بہتر ہے جس کی بنیاد رکھی رکھنے والے نے اللہ کے تقوی او ر رضوان پر یا وہ مسجد جس کی بنیاد رکھی رکھنے والے نے دوزخ کے گراؤ گڑھے کے کنارہ پر پس وہ آپڑا اس مسجد کے ساتھ دوزخ میں تو رضوان تو آپ پہچان چکے کہ غلامی محمد رسول اللہ اور درود و سلام۔ اور تقوی کیا ہے تو قرآن نے فرمایا۔

"ان الذین یغضون اصواتهم عند رسول الله اولئك الذین امتحن الله قلوبهم للتقویٰ لهم مغفرة و اجر عظیم" [الحجرات:۳]

بے شک جو لوگ اپنی آوازیں پست کر رہے ہیں دربار محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے آزما لیا ہے ۔ تقوی کے لیے تو تقویٰ نام ہے ادب کا سرکار دو عالم کی شان میں ۔ تو یہ تو بیان اہل ادب کا فرمایا۔ دوسری آیت جو اس آیت کے متّصل ہی ہے سورہ حجرات میں ۔ اس میں بے ادبوں کا بیان فرماتا ہے:

"ان الذین ینادونك من ورآء الحجرات اکثرهم لایعقلون" [الحجرات:۴]

جوآپ کو پکاررہے ہوں حجرا کے پیچھے سے یا محمد یا محمد کہہ کر دور ہی سے ان میں سے اکثر بےعقل ہیں اور یہ آیت نجدیوں کے قبیلہ بنی تمیم کے بارے میں اتری توقرآن نے صاف فرمادیا کہ نجدی بے ادب اور بےعقل ہیں اور باادب اور بے ادب کا ذکر مفصل ہی فرمادیا کہ تصویر کے دونوں رُخ پہچان لیے جائیں تو تقویٰ نام ہے ادب کا اور دو مسجدوں کا ذکر آیا تو اہل سنت کی مساجد و مدارس و مکاتب اس کی بنیاد و تقویٰ پر یعنی ادب محمد الرسول اللہ پر اور منافقوں کی مساجد و مدارس، مکاتب، مجالس، تبلیغی جماعت وغیرہ بنیاد اس کی دوزخ کے گراؤ گڑھے کے کنارے پر ہے یعنی توہین، بے ادبی و نفاق پر ہے وہ لوگ مدرسہ قائم کررہے ہیں توظاہر ہے کہ وہ تعلیم دین کے لیے ہوگا کلمہ پڑھارہے ہیں توظاہر ہے کہ وہ بظاہر خیر ہے لیکن حقیقی مقصد ان تمام چیزوں کا تبلیغ نجدیت وہابیت دیوبندیت ہے تو یہ دوزخ کے گراؤ گڑھوں کے کنارے پر جو مسجدیں، مدرسے بن رہے ہیں اور جماعتیں مجالسیں قائم ہورہی ہیں "فانھا ربہ فی نار جھنم "تو یہ کنارہ مع ایسی مسجدوں و مدرسوں ومجلسوں وحاضرین کے دوزخ میں ڈھ گیا: "واللہ لا یھدی القوم الظالمین "اور اللہ ہدایت نہیں دیتا ظالموں کو تو یہ میں نہیں لکھ رہا بلکہ قرآن فرمارہا ہے اب یہ آپ خود جواب دیں قرآن کو کیا وہ مسجدیں بہتر ہیں جس کی بنیاد تقویٰ و رضوان الٰہی پر رکھی گئی یا وہ کہ جس کی بنیاد دوزخ کے گڑھوں کے کنارے پر رکھی گئی تو وہ ڈھ پڑا دوزخ میں۔

تو مسلمانوں اپنی خیر چاہو تو ایسی مساجد و مدارس و جماعت ومجلس سے بچو جن کی بنیاد بڑی مکاری سے توہین و بے ادبی جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھی گئی ہے: "ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم "حدیث صحیح پر عمل کروانہیں اپنے سے دور کروان سے خود دور رہوایسا نہ ہو تمہیں بھی گمراہ کردیں اور فتنہ میں ڈال دیں العیاذ باللہ وہ آیۃ کریمہ جو اوپر مذکور ہوئی: "کرھوا رضوانہ فاحبط اعملھم "انہوں نے ناپسند کیا رضاے الٰہی کو تو اللہ نے ان کے عمل حبط (برباد) فرمادیے اور حبط عمل بھی کنایہ ہے وہابیت و دیوبندیت ہی کی طرف، اسلیے کہ قرآن شریف میں آیا:

"لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہٗ بالقول كجھر بعضكم لبعض أن تحبط اعمالكم و انتم لا تشعرون۔[الحجرات:۲]

اپنی آوازیں بلند نہ کرو دربار نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کہیں تمہارے عمل حبط (برباد) نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو تو معلوم ہوا حبط عمل بے ادبی سے ہوتا ہے اور وہ بھی ایسی کہ اس میں قصد نہ تھا بے توجہی و بے خیالی سے تھی چہ جائے کہ یہ دانستہ گستاخیاں نعوذ باللہ ایسا علم تو ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو حاصل ہے اور شیطان وملک الموت کو یہ وسعت وعلم نص سے ثابت فخر عالم کے وسعت علم کی کونسی دلیل ہے اور حضور علیہ السلام کا خیال نماز میں آنا وسوسہ زنا اور گدھے بیل کے خیال آنے سے بدتر ہے اور آپ کو خاتم النبیین بایں معنی سمجھنا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا جاہلوں کا خیال ہے، یارسول اللہ کو شرک کہنا، میلاد شریف وقیام کو منع کرنا، نام مبارک پر انگوٹھا چومنے کو منع کرنا، آپ سے علم غیب کی مطلقا نفی کرنا وغیرہ وغیرہ ضلالات سئیہ واہیہ خبیثہ۔

کہا شیخ زین الدین المراغی علیہ الرحمہ نے بہتر یہ ہے کہ کہو صلی اللہ علیک یارسول اللہ بجائے صلی اللہ علیک یا محمد کے، بوجہ ممانعت کے حضور علیہ السلام کو ندا کرنے میں، آپ کے نام سے حالت حیات میں اور بعد انتقال (اور یہ ممانعت اس آیۃ کریمہ سے ہے۔ ''لا تجعلوا دعاء الرسول کدعاء بعضکم بعضا'' نہ کرو پکارنا رسول کا۔ جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو یعنی نام لے کر جیسا کہ تفسیر ابن عباس میں آیا یعنی یا محمد کہہ کر نہ پکارو کہ خلاف ادب ہے بلکہ یارسول اللہ یا نبی اللہ یا خیر خلق اللہ کہہ کر پکارو اگر دعاے غیر اللہ ممنوع ہوتی تو مطلقاً ممانعت ہوتی۔ اسی لیے اس قسم کی آیات کا ترجمہ وتفسیر جلالین ودیگر تفاسیر میں اس طرح آیا۔ ''لا تدعوا (ای لا تعبدوا مع اللہ الٰھا اخر'' تو نہ پکارو اللہ کے ساتھ غیر خدا کو (خدا سمجھ کر) تو دعا بمعنی عبادت ہے۔ جیسا کہ تفاسیر سے ظاہر اس لیے کہ نفس پکارنا اگر شرک ہوتا تو کوئی کسی کو نہ حی کو نہ میت کو نہ قریب کو نہ بعید کو ندا کر سکتا اس لیے مفسرین نے اس کی تفسیر عبادت سے کی فافہم۔

اور ابن ابی فدیک تبع تابعین سے ہیں اور ائمہ ثقات مشہور سے ہیں اور صحیحین اور دوسری کتب احادیث میں ان سے روایت ہے۔ زرقانی نے کہا نام، ابن ابی فدیک کا محمد بن اسمٰعیل بن مسلم دیلمی ہے اور ان کا انتقال ۲۰۰ دوسو ہجری میں ہوا (تو وہ زیادہ جانتے ہیں دین کو یا

وہ جن کی دعوت ۱۱۵۰ ہجری میں شروع ہوئی) اور ان ہی ابن ابی فدیک سے بیہقی نے بھی روایت کی ہے اور یہی روایت زرقانی نے شرح مواہب میں ذکر کی ہے۔ ''ان الداعی اذا قال اللھم انی استشفع الیك بنبیك یانبی الرحمۃ اشفع لی عند ربك استجیب لہ''

بیشک جب دعاکرنے والایوں کہے اے اللہ تیری طرف تیرے نبی کی شفاعت لاتا ہوں یانبی رحمت میری شفاعت فرمائیے اپنے رب کے پاس تواس کی دعا مقبول ہوجاتی ہے توخوب واضح ہوگیا ان نصوص مرویہ سے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب او رسلف صالحین اور خلف سے ثابت ہے یہ کہ توسّل اور زیارت وشفاعت حق ہے قطعًابلاشک وشبہ اور یہ اعظم قربات سے ہے اور توسل آپ کے پیدائش سے پہلے بھی ہوا، آپ کی حیات میں ہوا، بعد وفات ہوااور روزقیامت میدان حشر میں بھی ہوگا۔

مواہب لدنیہ میں ابن جابر کے اشعار مذکور ہوئے۔ رحمہ اللہ علی ابن جابر وامثالہ آمین (تابعی)

بہ قد اجاب اللہ آدم اذ دعا
نجی فی بطن السفینۃ نوح

یعنی انہیں کے توسل سے آدم کی دعاقبول فرمائی انہیں کی برکت سے کشتی نوح کونجات ملی۔

وما ضرت النار الخلیل لنورہ
ومن اجلہ نال الفداء ذبیح

انہیں کے نور کی وجہ سے آگ نے خلیل اللہ کونقصان نہ پہونچایااور انہیں کی وجہ سے اسمٰعیل ذبیح اللہ کافدیہ دمبہ ہوا۔

پھر کہاکتاب مصباح الظلام فی المستغیثین بخیرالانام میں جوشیخ ابی عبداللہ ابن النعمان کی ہے اس میں وہ کچھ مذکور ہے جو بیمار کو شفادے اس بات سے یعنی توسل و استغاثہ ، حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔ پھر مواہب شریف میں ان برکات کاذکر ہوا ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے توسل سے حاصل ہویں اور روایت بیہقی ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ایک اعرابی حضور علیہ السلام کی خدمت مبارک میں حاضر ہوااور حضور علیہ

السلام سے طلب بارش کی دعا کرائی اور چند اشعار حضور کی صفت میں پڑھے جس کا پہلا شعر یہ ہے :

اتیناك و العذراء یدمی لبانها
وقد شغلت ام الصبی عن الطفل

یارسول اللہ ہم حاضر خدمت ہوئے ہیں اور بچوں نے ماؤں کی چھاتیاں خونا خون کر دی ہیں اور مائیں بچوں سے منہ موڑ رہی ہیں دودھ نہ ہونے سے۔ یہاں تک کہ شعر پڑھا:

ولیس لنا اِلا الیك فرارنا
وأنی فرار الخلق الا الی الرسل

اور ہمارے لیے نہیں ہے مگر آپ ہی کی طرف دوڑنا اور کہاں ہے دوڑنا مخلوق کا مگر رسولوں کی طرف۔ (جیسا حیات میں ویسا ہی بعد وفات بھی)۔

تو حضور علیہ السلام نے ان اشعار پر انکار نہ فرمایا بلکہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا جب اعرابی نے یہ اشعار عرض کیے تو حضور علیہ السلام (فداہٗ ابی وامی ونفسی ودمی واہلی وعیالی واصحابی ومدرستی ومسجدی وخانقاہی) کھڑے ہوئے اپنی چادر مبارک کو کھینچتے ہوئے چلے یہاں تک کہ منبر مبارک پر چڑھ گئے پھر خطبہ دیا اور دعا فرمائی۔

حضور علیہ السلام ابھی دعا فرما رہے ہیں کہ بارش ہونا شروع ہو گئی اور صحیح بخاری شریف میں آیا جب اعرابی آیا اور قحط کی شکایت کی تو حضور علیہ السلام نے دعا فرمائی تو آسمان سے بارش ٹوٹ پڑی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ابو طالب حیات ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، کون ان کا شعر سناتا ہے (جو نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہے) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی شاید آپ ان کے اس شعر کو فرما رہے ہیں۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامیٰ عصمة للارامل

تو حضور علیہ السلام کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک گیا۔ اور حضور نے بیت کے پڑھنے سے انکار نہ فرمایا اور نہ ان کے اس قول کا "یستسقی الغمام بوجهه" ان کے منہ مبارک کے

توسل سے بادلوں سے بارش مانگی جاتی ہے اگر یہ شرک و حرام ہوتا تو حضور ضرور منع فرمادیتے بلکہ حضور نے خود کہہ کر پڑھوایا اور اس شعر کو جو ابی طالب نے لکھا اس کا سبب یہ ہوا کہ یہ قصیدہ جس کا یہ شعر ہے اس موقع پر لکھا گیا۔ جب قریش قحط میں مبتلا ہوئے اور حضور علیہ السلام ابھی صغر سن تھے تو ابی طالب نے پانی طلب کیا تو زور سے بارش ہونے لگی تو ابو طالب نے یہ قصیدہ کہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث صحیح ہے۔

''انه قال اوحی الله تعالیٰ الی عیسیٰ علیه السلام یا عیسیٰ آمن بمحمد صلی الله علیه وسلم و مر من ادرکه من امتك ان یومنوا به ولولا محمد ماخلقت الجنة و النار و لقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتب علیه لا اله الا الله محمد رسول الله فسکن''

اللہ نے وحی فرمائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اے عیسیٰ ایمان لاؤ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور حکم دے اپنی امت کو جو انہیں پائیں اس پر ایمان لائیں اور اگر محمد نہ ہوتے تو جنت و دوزخ کچھ نہ بناتا اور میں نے عرش کو پانی پر پیدا فرمایا تو مضطرب ہوا اور ہلا تو اس پر لا اله الا الله محمد رسول الله'' لکھا گیا تو ساکن ہو گیا۔

''جوہر منظم'' میں لکھا گیا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے یہ فضل و خصوصیت ہے تو کیا ان سے توسل نہ کیا جاویگا اور قسطلانی نے شرح بخاری میں کعب احبار سے نقل کیا:

''ان بنی اسرائیل کانوا اذا قحطوا استسقوا باهل بیت نبیهم''

جب بنی اسرائیل قحط میں مبتلا ہوتے، اپنے نبی کے اہل بیت کے توسل سے استسقا کرتے، اس سے معلوم ہوا کہ توسل مشروع ہے یہاں تک کہ امم سابقہ میں بھی اور کہا سید سمہودی نے خلاصۃ الوفا میں کہ عادت جاری ہے کہ توسل کرے کسی شخص سے اس کی طرف جس کو جاہ و قدر ہے اس شخص کے پاس تو اس کی وجہ سے اس کا اکرام کرتا ہے اور حاجت پوری کر دیتا ہے۔ اور کبھی توسل کرتے ہیں صاحب جاہ و منزلت سے اس کی طرف جو اس سے اعلیٰ ہو اور جب توسل جائز ہے اعمال صالح سے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے، اول تین اشخاص کے متعلق جو

غار میں پناہ گزیں ہوئے توغار بند ہوگیا توانہوں نے توسل کیا اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے زیادہ پر امید عمل سے تووہ پتھر جس سے غار کا منھ بند ہوا تھا ہٹ گیا اور غار کھل گیا تو توسل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ اولیٰ اور احق ہے اس لیے کہ آپ نبی ہیں اور نبی کو فضل عظیم ہے اور دوسرے فضائل آپ کی ذات میں ہیں خواہ توسل حیات میں ہو یا بعد وفات تو مومن جب آپ سے توسل کرتا ہے تو وہ آپ کی نبوت جو جامع کمالات ہے اسی کا قصد کرتا ہے اور یہ مانعین توسل اعمال سے توسل کو جائز سمجھتے ہیں حالاں کہ اعمال اعراض ہیں (جو قائم ہوتے ہیں ذات سے)

جب اعمال سے توسل جائز ہوا تو ذات سے بدرجہ اولی جائز ہوا اور حضرت عمر نے توسل کیا ذات سے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے، ہم کہتے ہیں جب توسل اعمال صالحہ سے جائز ہے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیوں ناجائز ہوگا اس لیے کہ آپ کی ذات سے اعمال صالحہ اعلیٰ سے اعلیٰ اور کمالات نبوت و رسالت و محبوبیت ہر کمال سے زیادہ متعلق ہے حالاں کہ احادیث جو گزریں ان سے یہ توسل ثابت بھی ہے اور ایسے تمام انبیا و مرسلین سے جائز اور ایسے ہی اولیا و صالحین سے اس لیے کہ ان میں طہارت قدسیہ ہے اور رب کی محبت اور اعلیٰ ایمان ویقین (اور انہیں اعمال صالحہ سے ہمارا توسل ہے جن کی وجہ سے یہ ذوات گرامی تر ہوگئیں) اس وجہ سے وہ اللہ کے محبوب بندے ہوئے تو اللہ تعالیٰ ان کی محبوبیت اور ان کی مقبولیت کے اظہار کے لیے ان کے توسل سے ہماری حاجت پوری فرما دیتا ہے۔ (جس سے ان کے اعمال اور منصب و قبولیت کا اظہار ہوتا ہے اور اس سے ان کے اسوہ حسنہ کی پیروی کا شوق پیدا ہوتا ہے کہ ان کی طرح عبادت وطاعت شکر و صبر و تسلیم و رضا کروں)

اور چاہیے کہ یہ توسل ادب و تمیز کے ساتھ ہو اور ایسے الفاظ نہ بولے جائیں جن سے وہم ہو کہ غیر اللہ بھی تاثیر رکھتے ہیں اور ان دلائل سے جو جواز توسل پر کھلی دلیلیں ہیں۔ واقعہ حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے (صحابی) روایت کیا اس کو طبرانی کبیر نے بھی یہ کہ سواد بن قارب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنا قصیدہ (نعتیہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنایا جس میں حضور سے توسل ہے۔ اور حضور نے انکار نہ فرمایا اس میں سے یہ اشعار ہیں۔

و اشهد ان الله لارب غیرہ
وانك مامون علی کل غائب
و انك ادنی المرسلین وسیلة
الی الله یاابن الاکرمین الاطایب
فمرنا بمایأتیك یاخیرمرسل
الی الله وان کان فیما فیه شیب الذوائب
وکن لی شفیعا یوم لا ذو شفاعة
بمغن فتیلا عن سواد بن قارب

(ترجمہ)اور میں گواہی دیتاہوں کہ اللہ کے سواکوئی رب نہیں اور آپ غیب کی خبر بتانے پر امانت دار ہیں۔(متہم بالکذب نہیں۔وما هوعلى الغيب بضنين اى بمتهم)اور بیشک آپ سب رسولوں سے زیادہ قریب تر ہیں اور ہماراوسیلہ اللہ کی طرف ،اے وہ ذات جوکریم جو طیبوں کی اولاد ہے توہمیں حکم دیجیے اس چیز کے ساتھ جوآپ پراُترتا ہے اے خیرالرسل اگرچہ اس کے تعمیل کرنے میں ہمارے بالوں کا سفید ہوناہواور میرے شفیع ہوجائیے اُس دن کے لیے جس دن کوئی شفاعت کرنے والانہیں)تونہیں انکار فرمایارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قول''ادنی المرسلین وسیلة''اور نہ ہی''کن لی شفیعا''کا(وسیلے اور طلب شفاعت کا)اور ایسے ہی حضرت صفیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی نے آپ کا مرثیہ کہاآپ کی وفات کے بعدجس سے یہ شعربھی ہے ۔

الا یا رسول الله انت رجاؤنا
وکنت بنابرا ولم تك جافیا

ترجمہ: یارسول اللہ آپ ہماری رجاوامید ہیں اور آپ ہمارے ساتھ احسان کرنے والے ہیں ظلم کرنے والے نہیں۔

تواس میں ندائے یارسول اللہ آپ کے انتقال کے بعداور یہ کہ آپ ہماری امید ہیں، صحابہ نے سنااور کسی نے کچھ اعتراض نہیں کیا۔(تواجماع امت ہوگیا)کہاعلامہ ابن حجرنے کتاب

خیرات الحسان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان فصل پچیس میں کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ اقامت بغداد کے دنوں میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے روضۂ مبارک کی زیارت کرتے ان پر سلام کرتے اور اپنی حاجتوں کے پورا ہونے میں ان سے توسل کرتے، اور یہ بھی ثابت ہے کہ امام احمد بن حنبل حضرت امام شافعی سے ایسے ہی کرتے تھے تو ان کے بیٹے عبد اللہ بن احمد کو تعجب ہوا تو حضرت امام احمد نے فرمایا کہ امام شافعی سورج ہیں لوگوں کے لیے اور عافیت ہیں بدن کے لیے اور جب حضرت امام شافعی کو یہ خبر پہنچی کہ اہل مغرب توسل کرتے ہیں، اللہ کی طرف حضرت امام مالک کے ساتھ، تو اس پر کچھ اعتراض نہ کیا اور حضرت امام ابوالحسن شاذلی نے کہا کہ جس کو حاجت ہو اللہ کی طرف اور وہ چاہتا ہے کہ اس کی مراد پوری ہو تو حضرت امام غزالی سے توسل کرے اور ذکر کیا، حضرت علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ توسل کیا کرتے تھے اہل بیت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور یہ ان کے شعر ہیں۔

آل النبی ذریعتی وھم الیہ وسلیتی

ارجوبھم اعطی غدا بیدی الیمین صحیفتی

آل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرا ذریعہ و وسیلہ ہیں اور اللہ کی طرف ان کے وسیلے سے میں امید رکھتا ہوں کہ روز قیامت میرے دہنے ہاتھ میں میرا اعمال نامہ دیا جائے گا۔

اور علامہ سید طاہر بن محمد بن ہاشم باعلوی نے اپنی کتاب مجمع الاحباب میں ذکر کیا ہے کہ امام ابو عیسی ترمذی (صاحب ترمذی شریف ہیں) نے خواب میں رب العزت کو دیکھا تو اس سے سوال کیا کہ ایمان کیسے محفوظ ہو خاتمہ تک تو فرمایا کہ سنت فجر کے بعد قبل فرض یہ دعا پڑھو۔

''الٰھی بحرمۃ الحسن و اخیہ وجدہ و بنیہ و امہ و ابیہ نجنی من الغم الذی أنا فیہ یا حی یا قیوم یا ذا الجلال و الاکرام اسئلك ان تحیی قلبی بنورِ معرفتك یا اللہ یا اللہ یا ارحم الراحمین''۔

الٰہی بحرمۃ حسن اور ان کے بھائی کے اور ان کے جد اور ان کی اولاد کے اور ان کی والدہ اور والد کے، نجات دے مجھے اس غم سے جو مجھے ہے۔ اے حی وقیوم اے ذو الجلال و الاکرام!

میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میرے قلب کو زندہ فرما اپنی معرفت سے اے اللہ اے اللہ اے اللہ اے ارحم الراحمین۔ تو امام ترمذی (صاحب حدیث ترمذی شریف) بعد سنت فجر کے ہمیشہ پڑھا کرتے اور اپنے احباب و اصحاب کو اس کے پڑھنے کے لیے کہا کرتے اور اس پر دائمی عمل کی تاکید فرمائی۔ تو اگر توسل منع ہوتا۔ تو امام نہ خود کرتے نہ کراتے۔ اور وہ نہ سلف نہ خلف نے منع کیا (مگر یہ ناخلف) یہاں تک یہ منکر پیدا ہو گئے۔

اور اذکار میں امام نووی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ بعد نماز فرض فجر میں تین بار "اللھم رب جبریل و میکائیل و اسرافیل و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجرنی من النار "یعنی اے میرے اللہ رب جبریل و میکائیل و اسرافیل و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے پناہ دے آگ سے۔ کہا علامہ ابن علان نے شرح اذکار میں (ان کا ذکر خصوصا آیا اس دعا میں) توسل کے لیے ان کے ذوات سے قبولیت دعا میں، ورنہ وہ سبحانہ تعالیٰ رب ہے تمام مخلوق کا پس اس میں غور کرو۔ یہ توسل مشروع ہے، اور شرح حزب البحر میں امام زروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا پہلے تو بہت سے اخیار و ابرار کا ذکر فرمایا پھر دعا کی اے اللہ ہم توسل کرتے ہیں تیری طرف ان کی ذات گرامی سے انہوں نے تجھے محبوب رکھا تو نے انہیں محبوب رکھا ہمیں ان کی محبت نہیں مگر تیری وجہ سے تو اسے کامل فرما عافیت کے ساتھ جو کاملہ و شاملہ ہو یہاں تک کہ ہم تجھ سے ملیں اے ارحم الراحمین۔ اور بعض عارفین کی یہ دعا ہے۔

"اللھم رب الکعبة وبانیھا و فاطمة و ابیھا وبعلھا وبنیھا، نور بصری و بصیرتی وسری و سریرتی "

بعض عارفین نے کہا اس پر یہ دعا روشنی چشم کے لیے مجرب ہے اور یہ کہ جو اس دعا کو سرمہ لگاتے وقت پڑھے حق تعالیٰ اس کی روشنی چشم زیادہ فرمائے گا۔ اور یہ اسباب عادیہ سے ہیں نہ کہ یقینی موثر کہ وہ صرف حق تعالیٰ ہے۔

جس طرح حق تعالیٰ نے طعام و شراب کو سبب دفع بھوک و پیاس کا بنایا کہ تاثیر حقیقی موثر حقیقی کے لیے ہے نہ طعام و شراب کے لیے ایسے ہی طاعت کو سبب سعادت و حصول

درجات قرار دیا۔ ایسے ہی توسل کو اخیار و ابرار و صالحین سے اور ان کی تعظیم و محبت کو سبب قضائے حاجات و حصول مراد و اجابت دعا بنایا۔ اور نہیں ہے موثر حقیقی مگر اللہ، تو اس میں کفر و شرک کیا ہے؟ (مگر یہ کفر و شرک در حقیقت منافقین کے دلوں میں ہے) اور جو افکار اور اوراد سلف و خلف کا مطالعہ کرے گا یہ چیز اس میں بہت پائے گا۔ اور نہ کسی نے اس کا انکار کیا مگر ان منکرین نے۔ اگر ہم اس کا ذکر کریں جو اکابر سلف نے توسل کیا ہے تو اس سے کتابیں بھر جائیں اور اس کی گنجائش نہ نکلے اور جو کچھ مذکور ہوا وہ قانع کے لیے کافی ہے (اور منکر معاند کے لیے اتنا ہی ہو ناکافی ہے) اور کلام اس بارے میں طویل ہو گیا۔ تاکہ پوری طرح اس کی توضیح ہو جائے۔ اس لیے کہ منکرین لوگوں کو شبہات اور شکوک میں ڈالتے ہیں اور اپنے عقائد بدعیہ باطلہ کی طرف مائل کرتے ہیں، تو جو ان دلائل سے واقف ہے اور انہیں اپنے خیال میں رکھے وہ ان کے عقائد کے قبول سے محفوظ رہے گا۔ ان شاء اللہ۔

اور ان کے ابطال پر حجت و دلیل قائم کر سکے گا، تو لازم پکڑو اتباع جمہور (جماعت) و سواد اعظم (بڑی جماعت) کو، ورنہ رسول اللہ سے اختلاف کرنے والا، اور غیر سبیل مومنین کی پیروی کرنے والا ہو گا۔ نعوذ باللہ منہا۔

آیۃ کریمہ:

”من یشافق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی و یتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی و نصلہ جھنم و ساء ت مصیرا“

یعنی اور جو رسول سے اختلاف و عداوت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت خوب ظاہر ہو چکی اور مسلمانوں کے راستہ کے علاوہ دوسرے راستہ پر چلے تو ہم اسے پھیر دیں گے اسی طرح جس طرف وہ پھر گیا اور اسے داخل دوزخ کریں گے۔

(قال المترجم: تو عداوت رسول منافقوں کے دل میں ہے کہ سورۃ منافقون میں فرمایا تیری خدمت میں حاضر ہوں گے منافق عرض کریں گے۔ نشھد انک لرسول اللہ، تو اللہ جانتا ہے کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔ اپنی اس

شہادت میں کہ اگر دل سے کہتے تو آپ کا ادب و تعظیم کرتے توہین نہ کرتے۔ سورہ بقرہ میں فرمایا: (لف و نشر غیر مرتب) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جیسے لوگ ایمان لاتے ہیں (سلف صالحین مذکورین) تو کہتے ہیں کیا ایسا ایمان لائیں جیسے سفیہ و جاہل ایمان لائے تو قرآن فرماتا ہے۔ یہی جاہل و احمق ہیں لیکن نہیں جانتے، اس کی پہلی آیت میں فرمایا اور جب ان سے کہا جاتا ہے فساد نہ کرو زمین میں (اختلاف نہ پیدا کرو امت میں) تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرتے ہیں (یہ بدعت ہے یہ شرک ہے) تو فرماتا ہے "الا انھم ھم المفسدون" آگاہ ہو جاؤ یہی مفسد ہیں (یہ مدعیان اصلاح) لیکن انہیں شعور نہیں (بے شعور)

تو دیکھو ساری باتیں ان منافقین کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جدائی شقاق پر دلالت کر رہی ہیں۔ یہ معجزہ قرآن ہے۔ صاف رہنمائی فرما رہا ہے اور اپنے نزول سے آج ۱۳۷۲ برس سے زیادہ کے بعد بھی اس کی آیات جو منافقین کے بارے میں آئیں ان کی صحیح مصداق بلا شبہ یہ وہابی دیوبندی تبلیغی جماعت، مودودی ہیں مگر اللہ تعالیٰ آنکھ دے اور عقل سلیم دے تو جن کے دلوں پر مہر ہو چکی ہے "فلا یومنون الا قلیلا۔ ختم اللہ علیٰ قلوبھم۔" آیت کریمہ کا فرمان و یتبع غیر سبیل المومنین ہے، اجماع امت کا ثبوت ہوا۔ (جو مسلمان کر رہے ہیں کرو) اور سبیل مومنین اوپر مذکور ہوئی کہ تمام صحابہ و سلف ایک راستہ (توسل و زیارت و تعظیم ندا یا رسول اللہ) پر چل رہے ہیں اور یہ منافقین دوسری راہ پر تو حضور علیہ السلام کا فرمانا حق ہے کہ میری اُمت تہتر فرقہ ہو جائے گی سب آگ میں جائیں گے مگر ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ ایک کون ہے۔ (جنتی) تو آپ نے فرمایا وہ جماعت جو میری اور میرے اصحاب کی پیروی کرے۔ تو آقا علیہ السلام نے اس جماعت کی پیروی لازم فرمائی۔ اہل سنت وہی ہے جو حدیث و قرآن کے ان معانی پر چلتا ہے جو جمہور علماء متقدمین نے سمجھے۔

"اللھم اجعلنا و ذریتنا و مریدینا فیھم آمین الی یوم الدین"۔

"قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: علیکم بالسواد الاعظم فانما یاکل الذئب من الغنم القاصیۃ"

لازم پکڑو بڑے گروہ کو اس لیے کہ بھیڑیا (شیطان) اس بکری کو پکڑتا ہے جو ریوڑ سے دور اور الگ ہو۔ (حدیث صحیح بخاری)۔

"وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من فارق الجماعۃ قید شبر فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ"۔ جو جماعت سے بالشت بھر بھی ہٹا اس نے اسلام کا حلقہ اپنے گلے سے اتار دیا۔ اور حضرت علامہ ابن الجوزی نے اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں بہت احادیث ذکر کیں جو ڈراتی ہیں مفارقت سواد اعظم سے، اس میں ہے:

"من عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عن البنی صلی اللہ علیہ وسلم انہ خطب فی الجابیۃ فقال من اراد بحبوحۃ الجنۃ فلیلزم الجماعۃ فان الشیطان مع الواحد و ھو من الاثنین ابعد"

حضور علیہ السلام نے خطبہ دیا مقام جابیہ میں تو فرمایا جو عیش و عشرت جنت کا خواستگار ہو تو اسے چاہیے کہ لازم پکڑے جماعت کو اس لیے کہ شیطان تنہا کے ساتھ ہے اور دو سے دور ہے۔

(اس میں ایک نکتہ ولطیفہ یہ بھی ہے یعنی جب صرف لا الہ الا اللہ کہے اور محمد رسول اللہ نہ کہے جیسا کہ یہود و نصاریٰ و کفار و منافقین کہتے ہیں تو الشیطان مع الواحد، تو شیطان اس کے ساتھ ہے اور جب دوسرا حکم محمد رسول اللہ کہے تو شیطان دو سے دور ہو اور دوسرا الا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے)۔

اور حدیث عرفجہ (رضی اللہ عنہ) " قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یقول ید اللہ علی الجماعۃ و الشیطان مع من یخالف الجماعۃ"

میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ فرماتے ہیں اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور شیطان (شیخ نجدی) اس کے ساتھ ہے جو جماعت کی مخالفت کرے۔

اور حدیث اسامۃ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول ید اللہ علی الجماعۃ فاذا شذ الشاذ منھم اختطفتہ الشیاطین کما یختطف الشاۃ ذئب الغنم"

سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے پھر جب کوئی اس سے کہے تو شیاطین (شیخ نجدی) اُچک لیتے ہیں جیسے بھیڑیا اُچک لیتا ہے بکری کو جو گلہ سے الگ ہوئی۔

اور حضرت معاذ بن جبل کی حدیث

"عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ قال ان الشیطان ذئب انسان کذئب الغنم یاخذ الشاۃ القاصیۃ والنائیۃ فایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ والمسجد"

(مسند امام احمد)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ شیطان (شیخ نجدی) آدمی کا بھیڑیا ہے، انکی مثال بھیڑئے کی طرح ہے جیسے بھیڑیا اس بکری کو پکڑتا ہے جو گلہ اور جماعت سے اکیلا ہو، دور ہو، تنہا ہو۔ تو بچو شاخ در شاخ ہونے سے (متفرق ہونے سے سیدھے راستے سے کٹ جانے سے) اور لازم پکڑو جماعت عامہ (مسلمین) کو اور مسجد کو۔ اور حدیث ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ" عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ قال اثنان خیر من واحد و ثلاثۃ خیر من اثنتین اربعۃ خیر من ثلاثۃ فعلیکم بالجماعۃ فان اللہ تعالیٰ لن یجمع امتی الا علی ھدی"۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا دو ایک سے بہتر ہیں اور تین دو سے بہتر ہے اور چار تین سے پس لازم پکڑو جماعت کو بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو جمع نہیں فرمائے گا مگر ہدایت پر تو پھر اس میں کیا شک ہے کہ یہ منافقین ہیں جنہوں نے جماعت کو اور جمہور اہل سنت کو چھوڑا اور متفرق ہو گئے، سواد اعظم سے اور وہ آیات جو مشرکین کے بارے میں اُتری ہیں انہیں، مسلمانوں پر ڈھالا جو زیارت و توسل کرتے ہیں (تو انکا یہ فتویٰ خبیث کن کن علما و صالحین و سلف و خلف و اصحاب نبی ﷺ اور جمہور اہل سنت کے خلاف ہوا)۔

اور انہوں نے صاف صاف اکثر امت کو کافر و مشرک بناڈالا اور یہ کہا کہ ان مشرکین کی طرح ہیں جنہوں نے کہا:

''ما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفى'' [الزمر۔۳]

ہم ان بتوں کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کردیں۔ (حالاں کہ یہ قیاس مع الفارق ہے) اس لیے کہ مشرکین توان کے ساتھ استحقاق عبادت کا اعتقاد کرتے ہیں اور ان کی الوہیت کے معتقد ہیں اور آیۃ میں بھی عبادت کا ذکر ہے کہ ہم ان کی عبادت یوں کرتے ہیں تو یہاں مطابقت کہاں یہاں عبادت کہاں یہاں تو تعظیم ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے ان کو معظم فرمایا اور ان کے لیے کلمات تعظیم قرآن میں آئے، تو ان کی عبادت نہیں ہوگی کہ وہ اللہ کے ساتھ مخصوص ہے اور بتوں کے ساتھ ان کا موازنہ و مقابلہ کیا اور یہ گستاخی و بے ادبی اور وہ تعظیم کے مستحق بھی نہیں چہ جائیکہ عبادت۔ اگر مشرکین ان کی تعظیم بھی کرتے تو بھی صحیح نہیں کیوں کہ یہ منافقین مسلمانوں کو تو مشرکین قرار دے رہے ہیں اور قبور انبیا و صالحین کو بت بتا رہے ہیں۔'' سبحانك وهٰذا بهتان عظيم'' اور انہوں نے شفاعت کا بھی انکار کیا ہے۔ (حالاں کہ بخاری شریف میں حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آیۃ کریمہ کی تفسیر میں ہے:

''وبشر الذين اٰمنوا ان لهم قدم صدق عند ربهم'' [یونس۔۲]

اور خوشخبری دو ایمان داروں کو کہ ان کے لیے۔ قدم صدق (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں ان کے رب کے پاس تو بے شک یہ خوشخبری و مسرت اہل ایمان کے لیے ہے نہ کہ منافقین کے لیے جو اس کے منکر ہیں) تو یہ منافقین انکار زیارت و توسل اور طلب شفاعت میں آیۃ کریمہ پیش کرتے ہیں:

''من الذى يشفع عنده الا باذنه'' اور آیۃ کریمہ ''ولا يشفعون الا لمن ارتضىٰ [الانبیاء۲۸]

تو ان آیات سے معلوم ہوا کہ شفاعت اس کے لیے ہوگی جس کے لیے اذن و اجازت خداوندی ہے تو طالب شفاعت کو یہ کیا معلوم کہ اس کے لیے اذن ہوگا یا نہیں تو وہ شفاعت کیوں طلب کرتا ہے۔

(قال المترجم: تواس کا جواب بہت صاف ہے کہ جنت اسی کو ملے گی جسے اللہ کا حکم ہو گا کہ اسے جنت ملے تو چاہے کہ جنت کے لیے دعا بھی نہ کرے اور حدیث میں اسئلک الجنۃ میں تجھ سے جنت مانگتا ہوں یہ بھی نہ کہے کیونکہ اسے کیا معلوم کہ اسے جنت ملے گی ایسی ہی ہر چیز، تو کسی خیر کے لیے دعا نہ کرو، اور یہ شفاعت خیر عظیم ہے اگر یہ مل گئی تو سب کچھ مل گیا، جب ہم نے حضور علیہ السلام سے شفاعت کی درخواست کی تو حضور، رب تعالیٰ سے عرض فرمائیں گے، شفاعت فرمائیں گے "اللھم ارزقنا شفاعتہ یوم القیٰمۃ"

اس کے اشارے سے شفاعت فرمائیں گے جن کے حق میں شفاعت نہ فرمائیں وہ خود ہی درخواست سے روک دیے گئے اور سورہ منافقون میں آیا "لا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ لن یغفر اللہ لھم"

آپ منافقوں کے لیے استغفار (شفاعت) نہ کریں اگر آپ ستر بار بھی منافقوں کے لیے استغفار کریں گے تو اللہ ان کی مغفرت نہ فرمائے گا تو کیا اللہ غفار نہیں جو ان کی مغفرت نہ فرمائے گا، وہ غفار ہے اہل ایمان و محبت رسول اللہ والوں کے لیے۔ غیر کے لیے نہیں۔

خاص نکتہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کے شفیع ہیں ان ہی کے لیے رب غفار ہے اور جن کی شفاعت کا آپ کو اذن نہیں ان ہی کی مغفرت نہ ہوگی۔ محمد رسول اللہ شفیع بھی ہیں اللہ غفار بھی لیکن سب کے لیے نہیں۔ تو اللہ کا اذن بھی معلوم ہوا مومنین کے لیے ہے منافقین کے لیے نہیں "لا یشفعون الا لمن ارتضی" نہیں شفاعت کریں گے مگر ان کے لیے جن سے اللہ راضی ہوا اور اللہ کی رضا کا حکم، ذکر رضوان کے ذکر میں پہلے گزر چکا، اللہ ان سے راضی جو غلامی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقر ہیں اور ان پر درود و سلام پڑھ رہے ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک۔ کما ھو اھلہ و کما یحب و یرضی لہ۔)

اور یہ ان کے لغویات و احتجاجات باطل و مردود ہیں (ان احادیث صریحہ سے جو گزر چکیں اور ان میں سے وہ جو حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ سے ہے وکن لی شفیعا یوم لا ذو شفاعۃ آپ میرے شفیع ہیں جس دن اور کوئی شفاعت کرنے والا نہ ہو گا اور احادیث صریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماذون بالشفاعۃ ہونے پر کثیر ہیں۔ اور یہ کہ شفاعت مومنوں کے لیے ہے

بحمدہ تعالیٰ تو مومن شفاعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امیدوار اور غیر مومن شفاعت کا منکر، تو ٹھیک ہے انہیں حضور کی شفاعت نہ پہنچے گی۔ الحمدللہ وہ ہے ہمارے لیے۔

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پرہیزگاری واہ واہ

(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ)

توصحیح احادیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس کی شفاعت ہے جو بعد اذان یہ دعا مانگے (اور اس دعا میں بھی شفاعت کی طلب سکھائی گئی)

''اللهم رب هذه الدعوة التامة و الصلوٰة القائمة و اٰت محمدن الوسيلة و الفضيلة والدرجة الرفيعة وابعثه مقاما محمودن الذی وعدته و ارزقنا شفاعته يوم القيامة انك لاتخلف الميعاد''

ہمیں ان کی شفاعت عطا فرما قیامت کے دن اور احادیث میں شفاعت کا ثبوت اس شخص کے لیے ہے جو درود بھیجے جمعہ کے دن اور جو ان کی قبر کی زیارت کرے۔ (مشہور حدیث:

''من زار قبری وجبت له شفاعتی'' جس نے میری قبر پر حاضری دی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی ''الا لعنته الله علی الظالمين'') اور بہت سے اعمال کے لیے احادیث میں آیا ہے جنہوں نے وہ عمل کیے حلت لہٗ شفاعتی میری شفاعت ان کے لیے حلال ہوگئی (توجن کے لیے حرام ہے انہوں نے ایسا گمان کیا کہ وہ سب کے لیے ہے، نہیں! وہ ان کے لیے خاص حرام ہے۔) اور حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''شفاعتی لاهل الكبائر من امتی'' یعنی میری شفاعت میری امت والوں کے لیے ہے جو ان میں اہل کبائر ہیں اور بہت مفسرین نے الالمن ارتضیکے تحت لکھا جو مرے ایمان پر من ارتضی سے ہے اس کو شفاعت ملے گی ان احادیث سے ثابت ہوا کہ شفاعت کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ماذون ہیں مومنین کے لیے، تو طالب شفاعت توسل کرتا ہے اللہ کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہ وہ اس کی حفاظت ایمان فرمائے یہاں تک کہ وہ اس حال پر خاتمہ

کرے تو اس کو شفاعت مل جائے اور وہ اس کا اہل ہو اور یہ سب اہل ایمان پر روز روشن کی طرح عیاں و ظاہر مگر جن کی آنکھیں اندھی ہوگئیں اور ان پر نفاق کا پردہ پڑ گیا اور ان منکرین نے کہا میت کو ندا کرنا ایسا ہے جیسے جمادات کو پکارنا اور یہ کفر و شرک ہے اور عبادت ہے غیر اللہ کی اور ان کا یہ قول بھی باطل و مردود ہے نہ کوئی سند ہے ان کے لیے محض شبہات رکیک واہیہ۔ ان کا یہ شبہ ہے کہ ندا، دعا ہے اور ہر دعا عبادت بلکہ دعا محض عبادت اور آیات قرآنیہ جو مشرکین عرب کے متعلق آئی ہیں اون کو موحدین پر محمول کیا۔ جو ندا مذکور کے عامل ہیں اور یہ تلبیس فی الدین ہے جس سے انہوں نے بہتوں کو بہکایا اور حاصل اس کا یہ ہے کہ ندا کو کبھی دعا کہتے ہیں لیکن اسے ہمیشہ عبادت نہیں کہتے۔ جیسے آیۃ کریمہ:

"لا تجعلوا دعا الرسول کدعاء بعضکم بعضا" نہ کرو رسول کی دعا (رسول کو پکارنا) ایسے جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو (یعنی نام لے کر حضور کو نہ پکارو حضور کو ندا نام لے کر نہ کرو۔) تو اگر ندا یا دعا جو کچھ بھی تم کہہ رہے ہو شرک ہوتی حضور کے لیے اور غیر کے لیے اس کو قرآن قطعاً منع فرما دیتا (نہ یہ کہ حضور علیہ السلام کو ادب سے ندا یا دعا کرنے کے لیے حکم فرماتا) تو ہر دعا عبادت نہیں اور اگر ہر ندا یا دعا عبادت ہوتی تو ندا احیاء و اموات سب یکساں ہوتیں فرق کیا تو ہر ندا و دعا ممنوع ہوتی۔ حیوانات و جمادات، احیاء و اموات سب برابر (اور تم نے اس کو عبادت قرار دیا تو اموات کی عبادت کو تو منع کرتے ہو اور احیاء کی عبادت کو جائز سمجھتے ہو) تو معاملہ ایسا نہیں (یعنی ندا و دعا عبادت نہیں جیسا تمھارا وہم و شبہ ہے) تو وہ ندا عبادت ہے جو منادیٰ کو خدا سمجھ کر اور مستحق عبادت سمجھ کر کی جاتی ہے۔

(قال المترجم: آیت کریمہ: لا تدعو مع اللہ الھا آخر، نہ پکار اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کو، تو عبد اللہ کو عبد اللہ کہہ کر پکارا، کیا شرک ہوا؟ جبکہ حدیث میں موجود یا عباد اللہ اغیثونی، تو قرآن و حدیث اور دین کے لیے متقدمین و جمہور کی فہم کا اتباع کرو گے تو راہ حق کو پاؤ گے دل سے باتیں بناؤ گے تو بہک جاؤ گے متقدمین جمہور نے کب یہ کہا جو بک رہے ہو مگر ابو جہل و ابولہب و عبد اللہ بن ابی کی سند پکڑ سکتے ہو کہ وہ بھی متقدمین ہیں مگر جمہور اہل سنت نہیں، تو اگر ہر

نداء عبادت ہے تو نعوذ باللہ تمھارے قول پر لازم آیا کہ اللہ نے ندا کی یا ایھا النبی یا ایھا الرسول، یا آدم، یا ابراہیم تو خدا نے، جو معبود ہے اس نے منادیٰ کی عبادت کی تو نعوذ باللہ نفاق کرنے سے آدمی مشرک بھی ہوجاتا ہے ”الا لعنۃ اللہ علی الظالمین الا لعنۃ اللہ علی الکٰذبین) لیکن ایسی نداجس میں غیر خدا کے لیے اعتقاد الوہیت نہیں بلکہ اعتقاد عبدیت ہے اس لیے کہ ہر مسلمان ہر نماز میں اشھد ان محمدا عبدہ رسولہ کہتا ہے۔

”قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسك بالعروۃ الوثقی لا انفصالھا“

تحقیق خوب واضح و روشن و ظاہر ہوگیا رشد (ہدایت و نیک بختی گمراہی و بدبختی) سے جو کفر کرے طاغوت سے (دیو شیطان شیخ نجدی سے کہ حکم کرتا رہا اہانت رسول کا، اس کا حکم نہ مانے) اور اللہ پر ایمان لائے (کہ حکم فرماتا ہے درود و سلام کا۔ صلو علیہ و سلموا تسلیما۔ اور تعظیم و توقیر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کہ تعزروہ و توقروہ۔ اور ڈر آتا ہے حبط عمل سے منع فرماتا ہے توہین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

”یٰ ایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون“

تو اس نے پکڑا عروہ وثقیٰ کو (صاحب دلائل الخیرات نے لکھا کہ عروہ وثقیٰ نام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ تو جس نے تھاما دامن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تو اس کے لیے شرط اول شیخ نجدی سے کفر ہے، جس کا مظہر یہی ابن عبد الوہاب شیخ نجدی ہے۔ تو حضور علیہ السلام کا دامن مبارک اس نے پکڑا جس نے اس طاغوت سے کفر کیا (جو اپنی کتاب التوحید میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو طاغوت لکھ رہا ہے۔ کنایہ و اشارہ میں۔ تو لکھتا ہے:

کہ طاغوت ہر معبود من دون اللہ ہے اور ہر معبود غیر اللہ سے کفر ضروری۔ تو چوں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہل سنت عبادت کرتے ہیں تو وہ معبود

من دون اللہ ہوئے۔ تو نعوذ باللہ طاغوت ہوتے تو ان سے کفر ضروری ہے۔ بغیر محمد رسول اللہ سے کفر کیے لا الہ الا اللہ یعنی توحید نہیں ہو سکتی۔

"اللھم اعوذبك من الطاغوت الذی یقول لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طاغوتا۔ فلعنۃ اللہ علی الکٰذبین"۔ اور عروہ وثقی معنٰی لغوی مضبوط گرہ، گانٹھ، تو حدیث میں آیا: اے ابو ذر، ایک حدیث میں۔ اے ابن مسعود، دوسری حدیث میں: کیا تم جانتے ہو کہ کونسی گرہ ایمان کو زیادہ مضبوط کرتی ہے جواب دیا اللہ ورسول زیادہ جانتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ کے محبوب کی محبت اور اللہ کے دشمن سے عداوت۔ تو ذرا توجہ کریں۔ ایمان کی کونسی گرہ (عروہ) زیادہ مضبوط (وثقی) ہے یعنی نماز وروزہ وجملہ اعمال حسنہ یہ سب ایمان کی گرہیں ہیں مگر ان سے بھی زیادہ مضبوط کونسی گرہ ہے۔ کہ یہ گرہیں ادنی توہین نبی سے کھل جاتی اور برباد ہو جاتی ہیں۔ مگر سب سے زیادہ مضبوط گرہ ایمان کی محبت وعظمت رسول ہے کہ یہ کسی سبب سے نہیں کھلتی۔ لا انفصام لھا، اسے کبھی نہیں کھلنا "اللھم اجعلنا متمسکین بالعروۃ الوثقی حتی القاك۔ و اھلنا وعیالنا و ابنانا و بناتنا و احبابنا و من معنا"۔ آمین۔

یہ مضمون ہم نے صرف غی کی خاطر لکھا جس کی ضد رشد ہے۔ اور یہ دونون اضداد سے ہیں۔ جب ایک کو پہچانا دوسرے کو پہچان لیا۔ تو غی مصدر ہے۔ معنی گمراہی اور یہ قرآن شریف میں متعدّد جگہ آیا۔

"فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوٰت فسوف یلقون غیا"۔ پھر ناخلف پیدا ہوئے (جو اپنے بزرگوں کو کافر ومشرک بتاتے جنہوں نے صلوٰۃ (درود) کو چھوڑ دیا اور اپنی خواہشات کی پیروی میں لگے۔

(کہ اجماع امت وقیاس اور احادیث وآیات جو خلاف مطلب ہوئیں اونہیں نہیں مانتے) تو عنقریب ملیں گے غی گمراہی سے (یہاں اختصار کی وجہ سے صرف نفس مطلب کی طرف اشارہ کرنے والی تاویل بیان ہوئی ورنہ آیات کے معنی میں بہت وسعت ہے) اور یہاں آیت میں آیا۔ غیا۔ تو چار حرف بولنے میں آئے اور وہ اس طرح لکھتے ہیں الگ الگ۔ غ ی ی ا۔

یا مشدد کے ساتھ اور ایک قاعدہ اس طرح بھی ہے عدد نکالنے کا کہ صفر کوئی عدد نہیں اسے حذف کردیتے ہیں۔عددوں کو باہم جمع بھی نہیں کرتے اس طرح غ ی ی ا(۱۱۱۱)۔غین کا عدد ایک ہزار صفر کوئی عدد نہیں لہذا ایک جو عدد ہے۔اس کے نیچے لکھ دیا۔'ی' کا عدد: دس، صفر کوئی عدد نہیں اس کا عدد رہا ایک، دو میں لکھ دیا ایسی ہی دوسری۔ی۔اور الف کا عدد ایک ہے۔اعداد ہر حرف کے نیچے لکھے ہیں۔اب اس کو اکائی دہائی سیکڑہ کے قاعدہ سے پڑھو۔ایک ہزار ایک سو گیارہ۔اور یہی عدد ہے سنہ پیدائش محمد بن عبد الوہاب شیخ نجدی کا۔تو معنیٰ غی کے ہوئے۔نجدیت ووہابیت ودیوبندیت ومودودیت یعنی توہین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اس کے مقابلہ میں رشد تو وہ ہوا عظمت رسول۔محبت رسول۔درود رسول اور وہ چیز جو اس کے مقابل ہو۔جسے وہ کہتے ہیں بریلویت یعنی مذاہب اہل سنت وجماعت:" و ازلفت الجنة المتقين وبرزت الجحيم للغاوين "[الشعراء۔۹۰،۹۱]

اور جنت متقیوں کے نزد کردی جائے گی اور دوزخ غاویوں کے لیے ظاہر کی جائے گی اور غاوی کا مصدر وہی غیا تو غاوی وہی سرکش نجدی، بے ادب، وہابی، دیوبندی۔اور متقی اس کی ضد معنی میں باادب اور دلیل متقی کے باادب ہونے کی یہ ہے کہ قرآن شریف میں آیا:

" ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله اولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى "۔جو لوگ اپنی آواز پست کررہے نبی کے حضور میں (ادب سے) یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آزمالیا ہے ان کے دلوں کو تقوے کے لیے تو تقویٰ نام ہے ادب کا اور یہ فرمانا کہ نبی نے ان کے دلوں کو آزمالیا ہے۔تقوی (ادب) کے لیے دلالت کرتا ہے اس چیز پر کہ اس کا ظاہر و باطن یکساں ہوں (ادب رسول و نبی میں) بخلاف منافق کے کہ کہتا ہے اشهد ان محمدا رسول الله اور اللہ فرماتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ منافق جھوٹے ہیں ان کے دل میں گاؤ خر ہے ظاہر اور باطن اور اس مقام پر دو احادیث ذکر کروں جس سے معلوم ہو گا کہ منافق کا جھوٹا ہونا کیا ہے۔

غزوہ خیبر میں حضور علیہ السلام سے تذکرہ کیا گیا کہ ایک شخص زیردست جہاد کررہا ہے، بہت سے یہود کو قتل کرتا ہے، آپ نے فرمایا: الا انه من اهل النار، وہ دوزخی ہے۔(خبر غیب) لوگوں کو حیرت ہوئی پھر وہ زخمی ہو گیا اور زخموں کی تکلیف کو برداشت نہ کرسکا تو خودکشی کرلی۔

صحابی (راوی حدیث) دوڑتے ہوئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے میں گواہی دیتا ہوں واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں (او کما قال) حضور علیہ السلام نے فرمایا: کیا بات ہے؟ عرض کیا: حضور نے فرمایا تھا وہ صحیح نکلا۔ اس نے خودکشی کرلی۔ (خودکشی کرنے والا دوزخی ہے) حضور نے بھی فرمایا میں گواہی دیتا ہوں بیشک میں اللہ کا رسول ہوں (او کما قال)

دوسری حدیث واقعہ تعریس ہے: سفر سے لوٹتے وقت ایک جگہ پڑاؤ کے دوران تمام لوگوں کی فجر کی نماز قضا ہوگئی تو حضور نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ بلال رات کو نماز پڑھتے رہے پھر کجاوہ سے پیٹھ لگائے تھک گئے تھے۔ سو گئے اور وہ جگانے پر مامور تھے پھر جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا۔ ویسا ہی کہا جیسا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی تھی تو حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں (او کما قال)۔

تو یہاں قابل غور یہ چیز ہے کہ یہ حضرت تو پیشتر سے مسلمان تھے اور محمد رسول اللہ کی گواہی دے چکے ہیں۔ تو اب یہ کیسی گواہی ہے تو یہ گواہی ازداد ایمان و یقین کی گواہی ہے، واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں جب ہی تو غیب کی (مخفی کی) خبر دیتے ہیں۔ تو جو حضور علیہ السلام کے لیے کمالات اور غیوب کا علم ثابت کرتا ہے وہ سچا ہے اور جھوٹا وہ ہے جو حضور سے کمالات اور غیب کی نفی کرتا ہے، قرآن شریف نے فرمایا۔ ان المنفقین فی الدرك الاسفل من النار، منافق دوزخ کے نچلے طبقے میں ہیں اور حدیث میں آیا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا: یارسول اللہ! ابوطالب نے آپ کی بہت خدمت وحفاظت کی اُسے کیا نفع ہوا۔ حضور نے فرمایا انہیں دوزخ کا سب سے کمتر اور ہلکا عذاب ہے۔ ضحضاح نار و لولا انا لكان فی الدرك الاسفل من النار۔ اگر میں نہ ہوتا تو درک اسفل (نچلے طبقہ) میں ہوتے۔ اس حدیث نے یہ بتایا کہ درک اسفل میں ہوتے اس کا سبب یہ ہے "اگر میں نہ ہوتا" لولا انا اور درک اسفل منافق کے لیے۔ تو کیا مضمون ہے سبحان اللہ جس کے وہ شفیع نہیں جس کو حضور کی

رحمت نہ پہونچے۔ جو ان کا منکر ہے وہ درک اسفل میں ہے۔ تو منافق باوجود اقرار زبانی محمد رسول اللہ اور نماز روزہ وحج وزکوٰۃ کے درک اسفل میں۔ اور مشرک باوجود کفر وشرک وعدم اقرار لاالہ الا اللہ کے محض محبت وعظمت وخدمت رسول سے ضحضاح نار میں یعنی ہلکے عذاب میں تو مشرک کو بھی محبت رسول کا فائدہ پہونچتا ہے چہ جائے کہ مسلمان صرف محبت رسول سے کیا کچھ نہ پائے گا جب کہ منافق شیطان کی طرح چھ لاکھ برس کی نمازیں پڑھ کر بھی توہین رسول کی وجہ سے درک اسفل میں جائے گا۔ نعوذ باللہ۔ الحمد للہ علی ذالك اللھم حیانا علی محبتہ وتعظیمہ والصلوٰۃ والسلام علیہ واجعل برکاتہ فینا واھلنا وعیالنا ومریدینا ومن معنا الی یوم القیمۃ۔ اٰمین ثم آمین۔ (تقریر مترجم علیہ الرحمہ)

تو ان کا قول کہ ہر نداد عا ہے۔ اور ہر دعا عبادت ہے صحیح نہیں مطلقا وعموما اگر ایسا ہوتا تو ندا، حی ومیت برابر ہوتی اور منع ہوتی اس پر کہ حی ومیت کسی کے لیے بھی تاثیر حقیقی نہیں اور نہ کوئی مسلمان ایسا سمجھتا ہے۔ پھر اگر وہ کہیں کہ نہ حی (زندہ) کسی چیز پر قادر ہے، نہ میت، تو ہم یہ کہیں گے کہ یہ عقیدہ اہل سنت وجماعت کے قطعًا خلاف ہے، اس سے لازم آتا ہے کہ بندہ اپنے نفس کو بعض افعال کے خلق پر خود قادر ہے، یہ اعتقاد و مذہب فاسد وباطل ہے۔ بیشک اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ بندوں کا اور ان کے افعال کا خالق حقیقی اللہ وحدہٗ لاشریک ہے بندہ صرف کسب ظاہری کرتا ہے۔ حالاں کہ قرآن میں آیا:

''واللہ خلقکم وما تعملون'' [الصافات۔۹۶]

تو اعتقاد اہل سنت وجماعت بھی ہے لا موثر الا اللہ، اور اس میں حی ومیت سب برابر، تو جو چیز توحید میں عیب وقدح ہے وہ اعتقاد الوہیت وعبادت ہے غیر اللہ میں لیکن ظرف وندا لغیر اس اعتقاد کے، تو اس میں مطلق حرج نہیں ورنہ پھر وہ احادیث کثیرہ جن میں ندا آئی اموات و جمادات کے تعلق سے ان کو کیا کہو گے انہیں میں وہ حدیث اعمی ہے جو گزری حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے تو اس میں یا محمد ہے۔ (اور بعد وفات حضور علیہ السلام کے زمانہ خلافت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں) اور حدیث بلال بن حرث المتقدم رضی اللہ عنہ جو گزری جس

میں ہے کہ وہ حاضر ہوئے قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور عرض کیا یا رسول اللہ پانی طلب فرمائیے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لیے کہ ہلاک ہوتی ہے تو اس میں ندا ہے اور مدد طلب کرنا ہے اور اس کے علاوہ کثیر احادیث باب زیارت قبور میں ہیں تو ان میں بہت زیادہ ندا و خطاب ہے اہل قبور سے، جیسے " السلام علیکم یا اھل القبور، السلام علیکم اھل الدیار من المومنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون " تو اس ندا و خطاب ہے اور اس طرح بہت سی احادیث ہیں جس کو طوالت سے ذکر نہ کیا۔ اور گزر چکا بکثرت سلف و خلف مذاہب اربعہ سے جو بالاتفاق مستحب جانتے ہیں زائر قبر شریف کو کہ قبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مواجہ میں عرض کرے: یا رسول اللہ! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوں، آپ سے طلب شفاعت کرتا ہوں اپنے رب کی طرف اور یہی ندا کی صورت دوران نماز تشہد میں بھی ہے (جو کہ معمول موافق و مخالف) بایں طور کے السلام علیك ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

اور یہ حدیث حضرت بلال بن حرث سے صحیح موجود کہ انہوں نے قحط کے زمانہ میں بکری ذبح کی تو اس کو بہت دُبلا پایا تو کہا وامحمداہ وامحمداہ (تو واو حرف ندا۔ اور الف اور ہ استغاثہ کا جس کا ترجمہ ہوا یا رسول اللہ المدد یا رسول اللہ المدد تو اے احمقو کیا بلال بن حرث صحابی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ مشرک ہیں) اور یہ بھی صحت سے ثابت کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب جنگ کی مسیلمہ کذاب سے (بعد وفات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو نعرہ جنگ تھا وامحمداہ وامحمداہ (یا رسول اللہ المدد یا رسول اللہ المدد)

اور شفا شریف میں حضرت قاضی عیاض (اللہ کی رحمت ان پر بہت بہت قیامت تک ہر روز نئی سے نئی) نے لکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر کا پیر سُن ہو گیا ان سے کہا گیا اپنے محبوب تر شخص کا نام لو۔ انہوں نے کہا: وامحمداہ تو فوراً پیر درست ہو گیا اور حضور علیہ السلام جب کسی زمین میں نزول فرماتے تو کہتے "یا ارض ربی و ربك اللہ" اے زمین میرا تیرا رب اللہ ہے، تو یہ ندا ہے جماد سے نہ کفر ہے اور نہ ہی شرک جب کہ اس میں اعتقاد الوہیت نہ ہو۔ اور نہ ہی غیر اللہ کے مؤثر ہونے کا اعتقاد ہو۔ اور فقہائے کرام نے آداب سفر میں لکھا کہ جب مسافر کا جانور بھاگ جائے اور اس کا کوئی ساتھی بھی نہ ہو تو اس طرح پکارے:

یا عباد اللہ احبسوا، اے اللہ کے بندوں روک لو اور جب کوئی چیز کھو جائے یا کسی (غیبی) مدد کی ضرورت ہو تو کہو: یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اغیثونی، اے اللہ کے بندو، میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری فریاد کو پہنچو تو اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں تم نہیں دیکھتے ہو۔ اور فقہانے استدلال کیا اس پر اس سے جو روایت کیا ہے ابن السنی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی کا سواری کا جانور صحرا میں بھاگ جائے اور پکڑ میں نہ آئے تو اس طرح پکارے اے اللہ کے بندوں اسے روک لو تو اللہ کے بندے اس کی پکار کو قبول کرلیں گے، تو اس میں اُن سے استمداد و استعانت و ندا ہے جنہیں وہ نہیں دیکھ رہا اور طبرانی نے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کی کوئی چیز کھو جائے یا جانور کھل کر بھاگ جائے یا کوئی اور مدد درکار ہو مگر اس کا کوئی انیس بھی نہ ہو (جس سے انس کرے یعنی کوئی دکھائی بھی نہ دے انسان) تو کہے: اے اللہ کے بندو، میری مدد کرو، میری فریاد کو پہونچو، تو اللہ کے کچھ بندے ہیں جن کو وہ نہیں دیکھ رہا۔

ابن حجر نے ایضاح المناسک کے حاشیہ پر لکھا یہ مجرب ہے۔ جیسا کہ راوی نے بھی کہا اور ابوداؤد نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا: جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر فرماتے اور رات ہو جاتی تو فرماتے: اے زمین میرا تیرا رب اللہ ہے میں اللہ کی پناہ میں آیا تیرے شر سے اور اس کے شر سے جو تجھ میں ہے اور اس کے شر سے جو تجھ میں پیدا ہوا اور جو تجھ پر چلتا اور رینگتا ہے اور اللہ کی پناہ شیر سے اور کالے سے اور سانپ سے اور بچھو سے اور ساکن بلا سے اور باپ اور بیٹے کے شر سے۔ فقہاے کرام نے اس دعا کا پڑھنا مسافر کے لیے شب کے وقت مسنون کہا اور اس میں ندا و خطاب ہے جمادات سے۔ ترمذی نے عبد اللہ بن عمر اور دارمی نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب چاند کو دیکھتے تو فرماتے: "میرا اور تیرا رب اللہ ہے" تو اس میں خطاب ہے جماد سے اور صحیح حدیث میں فرمایا گیا کہ حضرت ابو بکر کو وفات کی خبر ملی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی، تو آئے (مقام سنح سے سواری پر) پھر چادر ہٹائی حضور علیہ السلام پر جھک پڑے اور بوسہ دیا (حضور علیہ السلام کی دونوں چشمان مبارک کے درمیان) پھر روئے اور کہا، میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کی

زندگی اور موت دونوں طیب، ہماراذکر فرمائیے یامحمد اپنے رب کے حضور ہم آپ کے عیال ہیں۔ اور امام احمد کی روایت میں آیا: حضور علیہ السلام کی پیشانی مبارک چومی پھر کہا یانبی آہ، پھر چوما اور کہا یاصفی آہ، پھر چوما اور کہا یاخلیل آہ، تواس میں نداوخطاب ہے بعدوفات۔

اور جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور علیہ السلام کی وفات بقول ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثابت ہوچکی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ روتے جاتے اور کہتے جاتے تھے، آپ پر میرے باپ ماں قربان یارسول اللہ آپ کا ایک ستون تھا کہ اس سے تکیہ فرماکر خطبہ دیا کرتے اور پھر جب منبر بنا تو اس پر تشریف فرماکر خطبہ دیا، تو لکڑی کا ستون رویا، جب آپ جدا ہوئے یہاں تک کہ آپ نے اپنادست کرم اس پر رکھا تو اسے سکون ہوا تو آپ کی امت زیادہ حقدار ہے آپ پر رونے کی جب آپ ان سے جدا ہوگئے ہیں، میرے ماں باپ آپ پر قربان یارسول اللہ آپ کی فضیلت اس درجہ کو پہنچی اللہ کے پاس کہ اللہ نے آپ کی طاعت کو اپنی طاعت کہا تو فرمایا: ''من یطیع الرسول فقد اطاع اللہ'' میرے ماں باپ آپ پر قربان یارسول اللہ آپ کی فضیلت اس درجہ کو پہنچی خدا کے یہاں کہ آپ کو آخر انبیا بنایا اور آپ کا ذکر اول میں کیا، جب کہا:

''واذاخذنامن النبیین میثاقھم ومنك ومن نوح وابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ''

[الاحزاب۔۷]

میرے ماں باپ آپ پر قربان یارسول اللہ آپ کی فضیلت اس کے یہاں اس درجہ کو پہنچی کہ اہل نار آرزو کریں گے اے کاش انہوں نے آپ کی اطاعت کی ہوتی تو کہیں گے یہ ''لیتنااطعنااللہ واطعناالرسول'' اور وہ دوزخ کے طبقات کے درمیان عذاب دیے جاتے ہوں گے میرے ماں باپ آپ پر قربان یارسول اللہ آپ کی عمر شریف میں ہی اتنے آپ کے پیرو ہوگئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے اتنی بڑی عمروزمانہ میں نہ ہوئے۔

تودیکھوان الفاظ کی طرف جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمائے (یارسول اللہ) بعد آپ کی وفات کے (اور اس کو اکثر ائمہ حدیث نے ذکر کیا اور قاضی عیاض نے شفا میں، امام قسطلانی نے مواہب میں)، توان احادیث سے مانعین کے اقوال قطعاً مردود وباطل ہوجاتے ہیں جو انہوں نے کہا کہ ہر ندادعا ہے اور ہر دعاعبادت۔ اور روایت کیا حضرت بخاری رضی اللہ عنہ نے:

'' ان فاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قالت لما توفی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ یا ابتاہ جنت الفردوس مأواہ یا ابتاہ الی جبریل ننعاہ وفی روایۃ الی جبریل نعاہ''

یہ کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کی بیٹی نے کہا جب حضور علیہ السلام نے وفات پائی: یاابتاہ! جب رب نے آپ کو بلایا تو آپ تشریف لے گئے۔ یاابتاہ! جنت الفردوس ان کا مقام ہے یاابتاہ جبریل کو ہم آپ کی موت کی خبر دیتے ہیں۔ دوسری روایت میں آیا جبریل نے آپ کو موت کی خبر دیدی تھی۔

تو اس حدیث میں بھی آپ کے بعد وفات آپ کو ندا ہے (اور حرف ندا یاء کے ساتھ) اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرثیہ جس کا مطلع پہلے ذکر ہوا۔ '' الا یا رسول اللہ کنت رجاءنا کنت بنا برا ولم تک وجافیا''

اس میں بھی ندا بعد وفات ہے، اور کسی صحابی نے اس کو منع نہیں کیا، باوجود اس کے حاضر ہونے اور سننے کے اور میت کو ندا وقت تلقین بعد الدفن بھی حدیث میں آئی، اور اس کو بہت فقہا نے ذکر کیا، اور اس کی سند حدیث سے ہے جو طبرانی نے ذکر کی :

عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ اعتضد بشواھد کثیرۃ وصورتہ ان یقول للمیت عند قبرہ بعد دفنہ یا عبد اللہ ابن امۃ اللہ اذکر العھد الذی خرجت علیہ من الدنیا شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریك لہ و ان محمدا عبدہٗ و رسولہ و ان الجنۃ حق و ان النار حق و ان الساعۃ آتیۃ لا ریب فیھا و ان اللہ یبعث من فی القبور قل رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبیًا و بالکعبۃ قبلۃ و بالمسلمین اخوانا ربی اللہ لا الہ الا ھو رب العرش العظیم۔

حضرت ابو امامہ سے روایت ہے اور انہوں نے اپنی روایت کو مضبوط کیا ہے بہت گواہوں سے کہ تلقین کی صورت یہ ہے کہ میت سے کہے اس کی قبر کے نزدیک بعد دفن یا عبد اللہ ابن امت اللہ! یاد کر اس عہد کو جس پر تو دنیا سے نکلا، شہادت لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ کی اور

یہ کہ محمد اس کے بندہ اور رسول ہیں، اور جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، اور قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں، اور اللہ مردوں کو پھر زندہ کرے گا، کہہ میں اللہ سے راضی ہوا، وہ میرا رب ہے اور محمد سے راضی ہوا وہ میرے نبی ہیں اور اسلام سے راضی ہوا وہ میرا دین ہے، اور کعبہ میرا قبلہ اور مسلمان میرے بھائی، میرا رب اللہ ہے، نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی، رب ہے عرش عظیم کا۔ تو اس تلقین میں نداو خطاب ہے، تو کیسے منع کرتے ہیں نداو خطاب کو۔ اور نداء للمیت خود حضور نے فرمائی جب کفار قریش کے مقتولین گڑھے میں ڈالے گئے یوم بدر: اے فلاں بن فلان، اے فلاں بن فلاں، کیوں پایا تم نے اپنے رب کے وعدہ کو سچا جیسے ہم نے پایا اس کو سچا۔ روایت کیا اس کو بخاری اور اصحاب سنن نے۔

اور جو ائمہ احبار اور علمائے اخیار اور اولیائے کبار سے اس بارے میں منقول تو اس کے ذکر کے لیے بڑی عمر درکار، اس پر زمانہ اور صدیاں گزر گئیں کسی نے اس کا انکار نہ کیا۔ تو کس طرح مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں، جس کے ایسے ایسے براہین ودلائل ہیں۔ اور حدیث صحیح میں ہے:

"من قال لاخیہ المسلم یا کافر فقد باء بھا احدھما ان کان کما قال والا رجعت علیہ"

جو اپنے بھائی مسلمان کو کافر کہے تو وہ ان دونوں میں سے ایک پر پڑا یا تو مخاطب پر، اگر وہ ایسا ہے، ورنہ اس پر لوٹ گیا یعنی کہنے والا کافر ہو گیا۔ کہا علمائے کرام نے ہزار کافروں کا قتل کر دینا چھوڑ دے یہ اولیٰ ہے اس سے کہ ایک مسلمان کا خون بہائے تو احتیاط اولیٰ ہے، تو اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے گی مگر ایسے امر واضح سے جو قاطع اسلام ہے۔ (جیسے توہین نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

اور شیخ محمد بن سلیمان کروی مدنی شافعی اپنے رسالہ میں محمد بن عبد الوہاب (شیخ نجدی) اپنے شاگرد کو مخاطب کرتے ہیں، اے ابن عبد الوہاب السلام علی من اتبع الھدی (دیکھیے اُس کے استاد نے اس پر سلام نہیں لکھا۔ وہ سلام کیا جو کافر کے لیے ہے) میں تجھے اللہ کے لیے نصیحت کرتا ہوں تو اپنی زبان مسلمانوں کی تکفیر سے روک لے اگر تو کسی شخص کے متعلق سنے کہ وہ کسی مستغاث کے لیے تاثیر اعتقاد کرتا ہے اللہ کے علاوہ تو اسے تو صواب کی رہنمائی کر اس کے لیے دلائل ذکر کر کہ غیر اللہ کے لیے تاثیر نہیں، پھر اگر وہ اس کا انکار کرے تو خصوصاً اس کی تکفیر کر اور تیرے لیے کوئی راہ نہیں عوام المسلمین کی تکفیر کے لیے، اور تو شاذ، منفرد، اکیلا ہے سواد اعظم

سے اور نسبت کفر کی اس کی طرف جو شاذ ہے سواد اعظم سے زیادہ قریب ہے، اس لیے کہ وہ غیر سبیل المومنین کا اتباع کر رہا ہے۔ قال تعالی:

''ومن يشاقق الرسول من بعد ماتبين له الهدى و يتبع غير سبيل المومنين نوله ماتولى و نصله جهنم وساءت مصيرا''[النسآء۔۱۱۵]

اور بھیڑیا اکیلی بکری کو پکڑتا ہے۔ اور ان مانعین توسل و زیارت نے حد سے تجاوز کیا۔ تو انہوں نے اکثر امت کی تکفیر کی اور ان کے مال اور خون کو حلال کیا (یعنی نجدیوں نے مسلمانوں کے مال و خون کو حلال کیا، اور یہ اس وقت کی بات ہے جب یہ کتاب تصنیف کی گئی، اور اس کے بعد دوبارہ جب نجدیوں کا تسلط ہوا، تب بھی ایسا ہی کیا گیا، اور یہ ہندوستانی دیوبندی وہابی انہی کے پیرو ہیں) اور ان کو مثل مشرکین کے قرار دیا جیسے مشرک زمانہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تھے، اور انہوں نے یوں کہا کہ لوگ مشرک ہیں، توسل کرتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انبیا و اولیا سے اور قبور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صالحین کی زیارت میں اور ندا کرتے ہیں یا رسول اللہ ہم آپ کی شفاعت کے طلبگار ہیں تو اس سب کو شرک قرار دیا اور کرنے والوں کو مشرک (اب اگر یہ دیوثی وہابی دیوبندی ان باتوں کا انکار کریں یا ان میں قدرے نرمی کا اظہار کریں، تو اس کو دھوکہ سمجھیے، کہ اصل وہابیت یہ ہے جو آپ کے سامنے ہے)

اور وہ آیات قرآنی جو مشرکین کے بارے میں نازل ہوئیں انہیں مسلمانوں پر ڈھالا، جیسے قول اللہ تعالیٰ کا: فلا تدعوا مع الله احدا''[الجن۔۱۸]

اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو (یعنی الٰہا احدا جیسا کہ دوسری آیات میں آیا۔ یعنی اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ پکارو کہ غیر خدا کو خدا کہہ کر نہ پکارو، اور نام خدا کے ساتھ ہر جگہ کے ساتھ نام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثابت ہے جیسا کہ حدیث عمر رضی اللہ عنہ میں گزرا۔ آیات کے ساتھ احادیث اور صحابہ کا عمل، یہ تفسیر قرآن ہوتا ہے) اور یہ آیت:

''ومن اضل ممن يدعوا من دون الله (الها اخر) من لا يستجيب له الى يوم القيمة وهم (اى اصنامهم و آلهتهم) عن دعائهم غافلون''

توہم نے ان آیات کی تفسیر جس سے ان کے مکر کا پردہ چاک ہوگیا درمیان میں لاکر کے لکھ دی ہے: اور اس سے زیادہ گمراہ کون جو اللہ کے سوا اور (خدا کو) پکارے جو اس کو قیامت تک جواب نہ دے گا اور وہ (اصنام اور ان کے خدا باطل) ان کی عبادات اور دعا سے غافل ہیں۔ (تو اگر اس کے یہ معنیٰ نہ ہوں جو آج تک تفسیروں میں لکھے رہے، تو نعوذ باللہ حضرت عمر و ابوبکر رضی اللہ عنہما اور سواد بن قارب اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور جملہ صحابہ و متقدمین کافر و مشرک ہیں تمہارے قول پر، اس لیے کہ انہوں نے "یا رسول اللہ، وا محمداہ، کن لی شفیعا یوم لا ذو شفاعۃ" کہا ہے) اور اس کا قول:

"ولا تدع مع اللہ الھا اخر فتکون من المعذبین" نہ پکار اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کو تو ہوگا تو عذاب دیا گیا۔ (تو یہ آیت اس قسم کی تمام آیات کی تفسیر ہوگئی۔ یعنی الھا آخر دوسرا خدا مت پکارو۔ تو نداء منع نہیں، دوسرے کو خدا سمجھ کر ندا کرنا منع ہے۔ اللہ کو اللہ سمجھ کر پکارو۔ عبد اللہ کو عبد اللہ کہہ کر پکارو) اور لا تدعو کی تفسیر لا تعبدوا ہے اس لیے کہ غیر خدا کا پکارنا منع نہیں جیسے ہم ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔ "لا تجعلوا دعا الرسول کدعاء بعضکم بعضا" رسول کو ایسے نہ پکارو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو یعنی ادب سے پکارو، تو یہ پکارنا عبد اللہ سمجھ کر ہے مطلقاً منع نہیں کیا، ادب سے پکارو نہ کہ غیر خدا کو خدا سمجھ کر کہ یہ منع ہے۔

"آیۃ کریمہ لہ دعوۃ الحق و الذین یدعون من دونہ (ای الھا آخر) لا یستجیبون لھم بشئی الا کباسط کفیہ الی الماء یبلغ فاہ وما ھو ببالغہ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال" [الرعد۔۱۴]

اسی کا پکارنا حق ہے۔ اور جو اس کے علاوہ خداؤں کو پکار رہے ہیں (الھا آخر، اور خدا کو) تو یہ بت ان کی کچھ نہ سنیں گے نہ ان کو کچھ جواب دیں، تو ان کی مثال ایسی ہے جو پانی کی طرف ہتھیلیاں پھیلائے تاکہ پانی اس کے منھ کو پہنچ جائے اور وہ یوں پہونچنے والا نہیں، اور نہیں ہے دعا کافروں کی مگر بھٹکتی پھرتی ہے۔ (یعنی قبول نہیں ہوتی، اس لیے کہ وہ نبی کے وسیلہ سے نہیں اور آیۃ کریمہ:

و الذین تدعون من دونه مایملکون من قطمیران تدعوھم لا یسمعوا دعاء کم ولو سمعوا ما استجابوا لکم ویوم القیٰمۃ یکفرون بشرککم ولا ینبئك مثل خبیر'' [فاطر۔۱۳،۱۴]
اور وہ (اصنام جنہیں تم پکار رہے ہو اسے چھوڑ کر، وہ کھجور کے گٹھلی پر جو حقیر چھلکا ہے اس کے بھی مالک نہیں، اگر تو انہیں (بتوں کو) پکارے تو تیرا پکار نا نہ سنیں اور اگر سن بھی لیں جواب نہ دیں گے اور قیامت کے دن تمہارے شرک سے کفر کریں اور اللہ کی طرح اور کون خبر دینے والا ہے۔) اور آیۃ کریمہ:

''قل ادعوا الذین زعمتم من دونه فلا یملکون کشف الضرّ عنکم ولا تحویلا۔ اولٰئك الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ أیھم اقرب ویرجون رحمته و یخافون عذابه ان عذاب ربك کان محذورا'' [الاسراء۔۵۵۔۵۶]

تم فرماؤ پکارو انہیں جنہیں اللہ کے سوا گمان کرتے ہو (یعنی اپنے معبودان باطل کو) وہ اختیار نہیں رکھتے تم سے تکلیف دور کرنے کا اور نہ پھیر دینے کا۔ اور یہ آیت کفار مکہ کے حق میں نازل ہوئی جب شدید قحط میں مبتلا ہوئے، اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی تو یہ آیت اتری کہ جب بتوں کو خدا مانتے ہو تو انہیں کو پکارو۔

''اولٰئك الذین یدعون'' یہ مقبول بندہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام) جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں (تو عیسائی و یہودی انہیں خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ دھوکہ نہ کھائیں) وہ آپ ہی سے اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، ان میں سے کون زیادہ مقرب ہے (تو اس اقرب ترین بارگاہ الٰہی کو یعنی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ بنائیں) اس کی رحمت کے (یعنی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے) امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں (تو وہ اس کے بیٹے کیسے ہوسکتے ہیں کہ وہ خود معبود کہاں ہیں، بلکہ اس کے بندہ ہیں) بے شک تیرے رب کا عذاب (یعنی رب محمد کا عذاب) ڈر کی چیز ہے۔)

قال المترجم: رب محمد، اسم اعظم ہے اور یہ اسم قرآن میں آیا، مگر ضمیر کے ساتھ تو یہ اخفا کے لیے ہے۔ اور اسم اعظم کا ثبوت اگر دیا جائے تو مضمون بہت طویل ہوجائے، جب کہ یہ مختصر

برابر تشریح کرنے کی وجہ سے طویل ہو رہا ہے، پھر بھی اس کے متعلق تحریر کرنا مناسب ہو گا خدا نخواستہ رہ جائے، اور کسی رسالہ میں ذکر نہ آئے تو پھر میری وفات کے ساتھ یہ عظیم مضمون نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظاہر ہونے سے رہ جائے، اور حضور کی نعت کا ظاہر کرنا اللہ اکبر سعادت عظیم ہے۔ اب یہاں مضامین کے سمندر جوش مار رہے ہیں اور اس فقیر کی نااہلیت اور کسل اور طوالت کا خوف مانع ہوتا ہے، مگر اے رب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تجھ سے مدد طلب کرتا ہوں کہ نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میری زبان وقلم سے ظاہر فرما جیسی وہ ہے اور اپنی حجت تمام فرمادے یارب محمد صلی علی محمد والہ وبارک وسلم۔

تو اللہ، رب العالمین ہے۔ اور عالم پست و بالا۔ اعلیٰ اور ادنیٰ، غلام، شہنشاہ تو وہ سب ہی کا رب ہے۔ ذرہ کا رب۔ تو چونکہ غلام، ذرہ حقیر ہیں۔ ان کی ربوبیت میں کمالات ربوبیت کا بیشتر اظہار نہیں ہونا اور رب شمس، رب شہنشاہ۔ کہ جو عظیم واعلیٰ ہیں۔ کہ شمس سے ذرہ کو روشن کرتا ہے۔ اور بادشاہ سے غلام کو دلاتا ہے۔ بادشاہ و شمس بڑا ہے۔ اور ذرہ و غلام حقیر ہے۔ تو رب شمس۔ یہ صفت اس کی بڑی ہے۔

رب بادشاہ، یہ صفت عظیم ہے۔ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی تمام مخلوق میں اشرف و اعلیٰ و اعظم ترین ہیں کہ جن و ملک و بشر و آسمان و زمین، شمس و قمر و سلطان سے سب سے اعظم و اشرف و اعلیٰ ہیں۔ تو رب محمد، اس کی صفت عظیم ہے۔ اس سے بڑی کوئی صفت نہیں۔ تو یہ اس کا اسم اعظم ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔ جب یہ معلوم ہو چکا۔ اب جو آیت اوپر گزری جس کا ترجمہ اختتام آیت پر ملاحظہ کریں ۔ ان عذاب ربک کان محذورا۔ بے شک تیرے رب کا عذاب (یعنی رب محمد) کا عذاب ڈر کی چیز ہے۔ یعنی عذاب دینے میں ربوبیت خداوند تعالیٰ متوجہ ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف یعنی جو تیرا مخالف و دشمن و منافق ہے اسے عذاب دونگا۔ تو انبیائ، ڈر رہے ہیں، رب محمد سے یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم، خوف الٰہی سے ساری کائنات کر رہی ہے اور انہیں میں انبیاے کرام بھی ہیں ''و ربك الغفور ذو الرحمة'' تیرا رب (یعنی رب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) غفور ہے، رحمت والا ہے یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم والا یعنی میری ربوبیت تیری طرف متوجہ ہے تو تیرے غلاموں کے لیے غفور ہوں۔ جیسا آیت کریمہ صاف کہہ رہی ہے:

''قل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطو من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم''[الزمر۔۵۳]

تم فرمادو اے غلامان محمد جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اللہ کی رحمت (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے ناامید نہ ہوں (جو ان کا غلام ہوگیا) اس کے گناہوں کو تمام تر اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتا ہے بلاشک وہ غفور الرحیم ہے، تو یہاں غفور الرحیم آنا، اشارہ ہے اس طرف کہ چونکہ میں رب محمد ہوں صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور حضرت مولانا جلال الدین رومی نے بھی ترجمہ کیا اس آیت کا:

بندہ خود خواند احمد در شاد
جملہ عالم ان قل یا عباد

اس مضمون کی مزید وضاحت کے لیے چہل حدیث حصہ دوم ملاحظہ کریں فقیر نے پیشتر لکھا کہ حضور کی نعت ظاہر کرنا سعادت عظیم ہے اور یہ قرآن سے ثابت:

''ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینٰت والھدی من بعد ما بینہ للناس فی الکتٰب اولٰئك یلعنھم اللہ و یلعنھم اللعنون الاالذین تابوا وأصلحوا و بینوا فاولٰئك اتوب علیھم وانا التواب الرحیم''[بقرہ۔۱۶۰۔۱۵۹]

بے شک جو چھپارہے ہیں (نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو) اسے جسے میں نے اتارا، واضح اور روشن، صاف صاف اور ہدایت، اس کے بعد کہ ہم اس کو خوب صاف صاف ظاہر فرما چکے ہیں (یعنی نعت نبی کو خوب ظاہر کر چکے تو جسے اللہ ظاہر کرے تو وہ کسی کے چھپانے سے کیا چھپ سکتا ہے) لوگوں کے لیے تو یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت فرمارہا ہے اور ان پر لعنت کرنے والے لعنت کررہے ہیں (یعنی برا کہہ رہے ہیں تو وہ جو یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم کسی کو برا نہیں کہتے، وہ غور کریں۔ آیا وہ اللہ کا ساتھ چھوڑ دیں گے، مگر اہل ایمان ان پر لعنت کرتے ہیں جن پر اللہ

لعنت فرماتا ہے۔ اور الحمد للہ وہ اللہ کے ساتھ ہیں ۔ ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی ‘‘ بے شک اللہ اور فرشتہ درود بھیج رہے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر، تب بھی اہل ایمان ساتھ رہے کہ درود بھیج رہے ہیں۔ بے ایمان وہاں بھی الگ ہوگئے۔ حضرت کعب کی حدیث میں ہے کہ ستر ہزار فرشتہ روز قبر شریف پر حاضر ہوکر درود و سلام پڑھتے ہیں ، اور ستر ہزار شام کو، تو الحمد للہ اہل ایمان اس عمل میں بھی حاضری روضۂ مبارک اور درود و سلام میں ملائکہ کے ساتھ ہیں۔ تو لعنت کرنے میں کیوں ساتھ چھوڑدیں ۔ نعوذ باللہ اے رب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اے ہمارے مالک و آقا اے ہمارے محبوب ہمیں اپنے ساتھ ہی رکھ اور ہمیں اپنا زیادہ سے زیادہ مقرب بنا اور ہمارے دلوں میں اپنی محبت و طاعت بیشتر فرما۔ اور ہمیں اپنی معیت میں قبول فرما بحق نبیک و بحق السائلین علیک تقبل دعا۔

(الا الذین تابوا و اصلحوا۔۔۔) مگر جو تائب ہوا اور اپنی اصلاح کی (’اصلاح‘ کا حرف اول ’الف‘، اشارہ اللہ کی طرف۔ حرف آخر اشارہ ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اور درمیانی حرف ’صلا‘ اشارہ، صلاۃ کی طرف اور صلاۃ، اللہ کے لیے نماز اور نبی کے لیے صلاۃ درود و سلام) اور ظاہر کردیا (اسے جسے چھپایا تھا، اب تک یہ قرآن کا اصرار ہے کہ صرف توبہ ہی نہیں بلکہ عمل بھی کریں یعنی نعت نبی کو ظاہر کریں) تو یہ وہ لوگ ہیں کہ میں ان کی توبہ قبول فرما دوں گا، اور میں بہت زیادہ توبہ قبول فرمانے والا رحیم ہوں۔

تو یہاں تواب و رحیم آیا، جو مشروط ہے دوسری آیت میں ’’ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤك و استغفروا اللہ و استغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما‘‘

یعنی میں تواب و رحیم ہوں لیکن جب میرے محبوب کی خدمت میں حاضر ہوں تو یہ بھی کہہ دیا، کہ نعت کو ظاہر کریں تو میں ان پر متوجہ ہوجاؤں گا کمال رحمت سے، اور دربار نبی میں حاضر ہوں تو جنہیں اس سعادت عظیم کی تمنا ہو، نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم شوق سے پڑھ کر سنایا کریں اور علمائے دین کا شغل اختیار کریں۔ الحمد للہ علی ذالک یہاں یہ بھی عرض کردوں۔

الحمد للہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی نعت ہے۔ اللہ اکبر وہی کلمہ حمد الہٰی ہے وہی کلمہ نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم، یہ مضمون کسی دوسرے رسالہ میں شائع ہوگا۔ (تقاضہ کرکے شائع کرائیں) **(تقریر مترجم علیہ الرحمہ)**

تو وہ آیات جو مشرکین اور بت پرستوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں انہیں مسلمان موحدین پر ڈھال دیتے اور تمام امت و متقدمین کی تکفیر ان منافقین نے کی۔ اور انہوں نے کہا جس نے یارسول اللہ کہا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا، یا شفاعت کی درخواست کی یا یہ معاملہ اور انبیاء و اولیاء اور صالحین سے کیا وہ سب کافر و مشرک ہیں۔ اور کہا یہ انہیں کی طرح ہیں جیسے مشرکین نے کہا: "ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی" [الزمر۔۳]

ہم ان کی عبادت (بتوں کی) نہیں کرتے ہیں مگر اس لیے کہ وہ ہمیں اللہ کی طرف قریب کردیں تو مشرک بھی اللہ کے سوا اصنام میں تاثیر نہیں سمجھتے اور اللہ ہی کو خالق جانتے ہیں۔ بدلیل قول اللہ تعالیٰ کے: "ولئن سالتھم من خلقھم لیقولن اللہ فأنی یؤفکون" [الزخرف۔۸۷]

اور آیت: "ولئن سالتھم من خلق السموات والارض لیقولن خلقھن العزیز العلیم" [الزخرف۔۹]

اگر تو ان سے سوال کرے تجھے کس نے پیدا کیا تو کہیں اللہ نے اور اگر تو ان سے پوچھے آسمان و زمین کس نے بنائے تو کہیں اللہ نے انہیں پیدا فرمایا۔ تو اللہ نے انہیں مشرک یونہی کہا کہ انہوں نے یہ کہا: الا لیقربون الی اللہ زلفی تاکہ وہ ہمیں قریب کردیں اللہ کے (حالاں کہ وہ مشرک یوں ہوئے تھے کہ انہوں نے کہا: ما نعبدھم الا۔۔۔ ہم ان کی عبادت کرتے ہیں اس لیے۔ تو عبادت غیر اللہ ہے نہ کہ توسل محبوبان الہٰی سے۔ تو کس طرح انہیں شیطان نے دھوکہ دیا اور یہ دوسروں کو دھوکہ دے رہے ہیں) اور یہ منافق بولے کہ توحید دو قسم کی ہے:

(۱) توحید ربوبیت: تو اس کا اقرار مشرکوں نے بھی کیا۔

(۲) توحید الوہیت: تو اس کا اقرار موحدوں نے کیا، اور اس سے آدمی مسلمان ہوتا ہے لیکن توحید ربوبیت کافی نہیں، تو یہ ان کا قول محض باطل اور اپنی طرف سے باتیں بنانا ہے (جس

کی کوئی اصل نہیں ،نہ کلام الٰہی سے نہ حدیث سے نہ متکلمین نہ متقدمین سے)اس لیے کہ توحید ربوبیت اور توحید الوہیت ایک ہی ہے کوئی فرق نہیں ۔ (اس لیے اللہ رب، اللہ رب ہے والرب ھواللہ اوررب اللہ ہی ہے، غیر نہیں)

اس لیے کہ قرآن میں ’’ الست بربکم قالوابلی ‘‘ آیا۔کیا میں تمھارارب نہیں سب نے کہا بے شک الست الھکم نہیں آیا۔کیا میں تمھارا الہ نہیں ہوں ۔ یہ نہیں فرمایا تو وہی اقرار ربوبیت ہی پر اکتفا فرمایا۔ اور یہ مسلم ہے جس نے اقرار ربوبیت خداوندی کیا اس نے اقرار الوہیت ہی کیا۔ اس لیے کہ رب نہیں مگر اللہ۔ بلکہ وہی اللہ ہے بعینہ اور حدیث میں ہے کہ نکیرین سوال کریں گے ۔ من ربک۔ بتاتیرارب کون ہے۔ یہ نہیں کہیں گے من الھک بتاتیرا الہ کون ہے۔تومعلوم ہواکہ توحید ربوبیت وہی توحید الوہیت ہے۔اور تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ قوم (نجدی وہابی)جب ان کے پاس مسلمان آئے اور کہا: اشھدان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔تو کہتے ہیں تونے توحید کونہیں پہنچانا یہ توتوحید ربوبیت ہے۔تونے توحید الوہیت کونہیں پہچانا۔تو اس کے مال اور خون کوحلال سمجھتے ہیں ان مکاریوں سے۔

اور کہا کافر کیلیے توحید صحیح ہے۔اگر واقعی وہ توحید ربوبیت کرے تواسے یہ چیز آگ میں سے نکال لے۔ اس لیے کہ کوئی موحد آگ میں نہیں رہے گا۔توکیاکسی نے سناہے احادیث وسیر میں یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب آپ کی خدمت میں وفود عرب آئے تاکہ آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کریں توکیا حضور علیہ السلام ان کو یہ توحید الوہیت اور توحید ربوبیت کی تفصیل فرماتے تھے۔تویہ کیاافترااور زورہے اللہ ورسول پر توجس نے توحیدکی رب کی یہی توحید الہ ہے اور ایسے ہی بالعکس۔اور جس نے شرک کیارب کے ساتھ اس نے شرک کیا اللہ کے ساتھ۔اس لیے کہ اللہ ہی رب ہے جب وہ کہتے ہیں لا الہ الا اللہ تووہ اعتقاد کرتے ہیں وہی ان کا رب ہے صرف۔ تومشرک وہ ہے جو غیر اللہ کورب جانتاہے اوراسے خداسمجھتااور مستحق عبادت جانتاہے۔اور مسلمان اس سے بری ہے۔وہ غیر اللہ کومستحق عبادت نہیں جانتا۔اور نہ غیر اللہ کو رب یاالہ اعتقاد کرتاہے۔اور نہ اس کے صفات افعال میں کسی کوشریک کرتاہے۔

(تقریر مترجم علیہ الرحمہ)

تو اس کو سمجھ لو کہ جس پر سواد اعظم ہے وہی حق ہے، اور جو ملحد، مکفر مسلمین کہتا ہے کہ صالحین کا قصد کرنا اور ان سے توسل و شفاعت کا اعتقاد رکھنا اور تبرک کرنا شرک اکبر ہے تو یہ بھی باطل محض ہے۔ اس لیے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمر بن خطاب اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حکم دیا کہ وہ قصد کریں اویس قرنی کا۔ اور ان سے سوال کریں دعا و استغفار کا۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔ اور تبرک آثار صالحین سے ثابت ہے، تو صحاب کرام رضوان علیہم اجمعین ہجوم کرتے تھے وضو کے پانی پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے، اس سے تبرک کرتے، اور جب حضور علیہ السلام ناک صاف فرماتے یا تھوکتے، تو صحابہ اس کو ہاتھوں میں لیتے اور مل لیتے اور حضور علیہ السلام کے موے مبارک کو تقسیم کر لیتے اور اس سے تبرک حاصل کرتے اور عبداللہ بن زبیر، حضور علیہ السلام کے خون کو پی گئے، جب حضور نے حجامت کرائی اور ام ایمن آپ کا بول پی گئیں تو کہا حضور علیہ السلام نے صحت ہو، اے ام ایمن۔ اور یہ سب احادیث صحیحہ سے ثابت ہے نہ رد کرے گا اس کا مگر جاہل یا معاند۔

بلکہ ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام سقایہ عباس رضی اللہ عنہ پر تشریف لائے تاکہ سقایہ سے پانی پئیں، تو حضرت عباس نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ گھر سے دوسرا پانی لا کر دیں، اس پانی کے علاوہ جس سے مسلمان پیتے ہیں، انہیں مکروہ معلوم ہوا، تو حضور علیہ السلام سے عرض کیا: اسے ہاتھ چھوتے ہیں، ہم دوسرا پانی حاضر کرتے ہیں، تو حضور علیہ السلام نے فرمایا، نہیں۔ "انما ارید برکۃ المسلمین" میں مسلمانوں کی برکت کا قصد کرتا ہوں۔ جب حضور علیہ السلام تبرک فرما رہے ہیں تو ہمارے لیے کیا حرج ہے تو ہر مسلم کے لیے برکت و نور ہے اور تاثیر صرف اللہ کے لیے ہے برکت صالحین کا طلب کرنا، اس میں کچھ شرک نہیں اور نہ کچھ حرام، تو یہ لوگ مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ولا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اور اپنے سوا کسی کو موحد نہیں جانتے، تو توحید ان کے قول پر اقل قلیل ہوئی۔ اور محمد بن عبد الوہاب نجدی ہی اس بدعت کا موجد تھا، خطبہ جمعہ دیا کرتا تھا مقام درعیہ (نجد) میں، اور ہر خطبہ میں کہتا جو توسل کرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تو وہ بے شک کافر ہو گیا، اور اس کا بھائی شیخ

سلمان بن عبد الوہاب، اس کا شدید رد کرتا۔ سلیمان نے ایک دن اس سے پوچھا کتنے ارکان اسلام ہیں ، اے محمد بن عبد الوہاب ! بولا پانچ، تو اس نے کہا تم نے اسے چھ کر دیا ہے جو تمھاری اتباع نہ کرے وہ کافر ہے۔ یہ ہے چھٹا رکن اسلام۔ ایک اور شخص نے پوچھا اللہ رمضان میں ہر رات کتنوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے، تو کہنے لگا ہر رات میں ایک لاکھ اور آخر رات میں تیس لاکھ، تو اس نے کہا تمھارے پیرو تو اس کے دسویں حصہ کے دسواں نہ ہوں گے (اور بقیہ کو تم کافر کہتے ہو تو وہ کیسے آزاد ہوتے ہیں) بھت الذی کفر۔ تو مبہوت ہو گیا کچھ جواب بن نہ پڑا۔ اور جب اس کے اور اس کے بھائی سلیمان کے درمیان نزاع بہت زیادہ ہوا۔ تو وہ بیچارا سلیمان ڈرا کہ کہیں یہ اسے قتل نہ کرادے تو مدینہ شریف چلا آیا۔ اور ایک رسالہ تصنیف کیا اس کے رد میں اور اسے بھیجا، مگر یہ باز نہ آیا اور بہت سے علمائے مذہب حنبل نے اور ان کے علاوہ ہر مذہب والے نے کتابیں تصنیف و تالیف کیں ۔ اور اسے بھیجیں مگر وہ اپنی ضد پر قائم رہا اور ایک رئیس قوم جس کا وہ کچھ بگاڑ نہ کر سکتے تھے اس نے ایک دن اس سے کہا، تم کیا کہتے ہو اس کے بارے میں جو صادق، صاحب امانت و دیانت ہو، اور تم اس کے صدق و سچائی کے خود معترف بھی ہو اور وہ یوں کہے کہ ایک بڑی قوم پہاڑ کے پیچھے تمہاری ہلاکت کے لیے جمع ہوئی ہے، تو تم نے ہزار سوار بھیجے ان کو کوئی نہ ملا، اور نہ کسی کے آنے کا کوئی نشان پایا تو ہزار کا اعتبار کرو گے، یا اس ایک کا جو ہے صادق تمہارے نزدیک۔ تو بولا ہزار کا۔ تو اس نے کہا تمام مسلمان علما و عوام، احیا و اموات اپنی کتابوں میں تیری تکذیب کرتے ہیں اور تیرا رد کرتے ہیں، تو ہم ان کی تصدیق کریں یا تیری کہ تو شاذ اور منفرد ہے، تو کچھ جواب نہ دے سکا۔ ایک اور شخص نے کہا یہ دین جدید جو تم نے ظاہر کیا منفصل ہے یا متّصل (یعنی سلف سے ملا ہوا ہے یا الگ) تو بولا میرے مشائخ اور ان سب کے مشائخ ۶۰۰ھ تک سب مشرک ہیں، تو اس شخص نے کہا تمہارا دین الگ اور کٹا ہوا ہے، تو تمہیں کس سے ملا؟ تو کہا وحی والہام سے (شیطانی وحی والہام) جیسے خضر۔ تو وہ شخص بولا، تو یہ تمہارے لیے مخصوص نہیں ہر ایک ہی وحی والہام کا مدعی ہو سکتا ہے (چناں چہ ہر جاہل سے جاہل وہابی کو خوب خوب وحی والہام شیطان ہوتا ہے)

پھر اس شخص نے اس سے کہا کہ توسل پر اجماع اہل سنت ہو چکا، یہاں تک کہ ابن تیمیہ (اس سے یہ لوگ استناد کرتے ہیں، اس کے متعلق علماے متقدمین نے کہا: گمراہ، گمراہ گر، تو اس نے بھی توسل کا انکار نہیں کیا۔) تو اس نے اس میں دو قسمیں کیں، اور کسی نے بھی توسل کرنے والے کو کافر نہیں کہا، یہاں تک کہ روافض، خوارج اور دیگر اہل بدعت (ادیان باطلہ) بھی اس کے قائل، تو مسلمانوں کی تکفیر کس طرح ہو سکتی ہے؟ تو محمد بن عبد الوہاب (شیخ نجدی) بولا: کہ دیکھو عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے استسقا کیا، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم سے نہیں کیا اس لیے کہ حضور میت ہیں تو نہیں کیا، اور عباس حی تھے تو کیا، تو وہ شخص بولا کہ یہی تیرے اوپر حجت ہے، اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل اس لیے تھا کہ غیر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم سے بھی استسقا جائز ہے، نہ یہ کہ میت سے جائز نہیں، جب کہ خود عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کر رہے ہیں، اس حدیث کو جس میں حضرت آدم علیہ السلام توسل کر رہے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم سے اور ابھی صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم پیدا بھی نہیں ہوئے ہیں (دنیا میں)، تو توسل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم تو معلوم و معروف تھا ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک، آپ کا مقصد یہ تھا کہ صحت توسل کو غیر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم کے لیے بھی ثابت کر دیں (تاکہ تمہیں اس زمانہ میں لوگوں کو منع کرنے کا موقع نہ ملے کہ اولیاء کرام سے توسل جائز نہیں) تو مبہوت و لاجواب ہو گیا مگر رہا اپنی اسی ضد و ہٹ پر قائم۔

اس زمانہ میں کچھ لوگ حواس کے متبع تھے وہ زیارت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منع کرتے لوگوں کو تو بعض لوگ احساء سے زیارت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم کو گئے واپسی پر اس کو خبر ہوئی تو ان پر بہت مظالم کیے، ان کی داڑھیاں مونڈوادی گئیں، اور ان کو الٹا کر کے دار مقام درعیہ سے احسا بھجوادیا۔ اور ایک جماعت جو اس کے تابع نہ ہوئی، حج و زیارت کی نیت سے گزری تو کہنے لگا، مشرکوں کے لیے راستہ چھوڑ دو یہ مدینہ جا رہے ہیں (تو مدینہ جانے والوں کو مشرک کہا۔)

اور حضور علیہ السلام پر درود و سلام کو منع کرتا ہے اور اس کے سننے سے اذیت پاتا، اور شب جمعہ کو اس کے پڑھنے سے روکتا اور اذان کے بعد صلوٰۃ کو منع کرتا اور جو ایسا کرتا اسے سخت ایذا دیتا اور سخت عذاب میں ڈالتا، یہاں تک کہ ایک نابینا موذن خوش آواز صالح کو صلاۃ پڑھنے

پر جان سے مار ڈالا اور کہارات گزارنا فاحشہ کے گھر میں کم گناہ ہے صلاۃ پڑھنے سے (فلعنۃ اللہ علیہ و علی من اتبعہ) اور یہ سب محافظت توحید کے نام پر کرتا تو کیسے برے اس کے عمل تھے۔ دلائل خیرات (تصنیف حضرت سلیمان وارانی ولی کامل درود شریف کی بہترین کتاب سلف و خلف کے معمول)

اور دوسری درود وسلام کی کتابیں پھونک دیں تو اس کے اتباع یہاں بھی درود تاج کو منع کرتے ہیں اور اس کے پڑھنے کو شرک و بدعت قرار دیتے ہیں۔(توجس کو تحقیق کا شوق ہے وہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ "الامن والعلی" دیکھے)

اور اپنے پیروؤں کو کتب و تفسیر و فقہ و حدیث کے پڑھنے سے بھی روکتا اور بہت کتابیں سلف کی جلا ڈالیں اور اپنے پیروؤں کو نئی تفاسیر حسب رائے و دل خواہ کرنے کو کہا (چناں چہ وہ لکھی گئیں اور لکھی جارہی ہیں اور دین کو تبدیل کیا جارہا ہے) توان میں سے ہر ایک اس کے لیے تفسیر بالرائے کرتا، اور اپنے اس رائے کو کتب سابقہ اور نصوص علما پر ترجیح دیتا، اور بہت اقوال ائمہ اربعہ کو تو حق بتاتا، مگر ان کے پیروں کو جنھوں نے تالیفات کیں اور ان کے مذہب کے مطابق کتابیں لکھیں ان کو خطا پر کہتا، ان کی شان میں کہتا: ضلوا فاضلو گمراہ ہوئے اور گمراہ کیا اور کبھی کہتا کہ شریعت تو ایک ہی ہے، توان ائمہ اربعہ نے اسے چار شریعت بناڈالا (غیر مقلد اب بھی کہتے ہیں) یہ کتاب اللہ ہے، یہ سنت رسول اللہ ہے، نہیں عمل کریں گے ہم مگر اس پر۔ہم کسی شامی مصری ہندی کے تابع نہیں اس سے اکابر علماے مذہب حنبلی کو مراد لیتا جنھوں نے اس کے رد میں تصنیفات کیں تو اس کے نزدیک قانون حق یہ تھا، کہ اس کی ھوا و خواہش کے موافق ہو اگر چہ نصوص شرعیہ اور علما اور جمہور کے مخالف، اور اس کے نزدیک قانون باطل یہ تھا کہ اس کی ہوا اور خواہش کے خلاف ہو اگر چہ قرآن و حدیث و اجماع امت کے موافق۔

اور حضور علیہ السلام کی تنقیص شان کرنا ہی اس کا مذہب تھا (اور یہ بھی اس کے اتباع ہندی دیوبندی، مودودی، تبلیغی جماعت والوں کا) مختلف طریقوں سے حضور علیہ السلام کی اہانت کرتا اور اسے محافظت توحید بتاتا، تو حضور علیہ السلام کو طارش کہتا، یعنی پوسٹ مین، ڈاکیہ نے خط

پہنچادیا۔اب ہمیں ان سے کیا۔اور کہتا میں نے حدیبیہ کا قصہ دیکھا تو اس میں ایسا ایسا ہے یعنی جھوٹ۔

(قال المترجم:یعنی حضور علیہ السلام نے خواب دیکھا تھا کہ ہم مکہ معظمہ میں داخل ہوجائیں گے عمرہ کریں گے بال منڈائیں گے۔پھر اس وقت توصلح ہوکر اس سے واپسی ہوئی مکہ معظمہ میں داخلہ نہ ہوا تو داخلہ ہوا اگرچہ اس وقت نہ ہو،بعد کو ہوا،بظاہر واپس ہوئے مگر اس میں فتح کی خوشخبریاں مخفی نہیں۔توظاہر حال پر نظر کرکے اس کو کذب و دروغ قرار دیا تو کیا تعجب ہے کہ وہابی دیوبندی،اللہ کے جھوٹ بولنے کو ممکن قرار دیتے ہیں،بلکہ ان کے ایک مولوی نے لکھا: بلکہ وقوع کذب(خدائے تعالیٰ)کے معنی درست ہوگئے،اگر کوئی اسے کاذب بالفعل کہے تو اسے بھی مسلمان کہو بلکہ تفصیل بھی نہ کرو۔والعیاذ باللہ عن مکائدھم)

یہاں تک کہ اس کے پیرو اس سے بھی زیادہ قبیح شنیع کلام،اللہ و رسول کی شان میں اب بھی بک رہے ہیں(مثلاً ایسا علم تو صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو حاصل ہے،نماز میں آپ کا خیال گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر،بلکہ وسوسہ زنا سے بدتر)محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہماری لاٹھی زیادہ مفید کار آمد ہے۔(آنولہ ضلع بریلی کے کسی خبیث وہابی دیوبندی نے کہا جس کا مسئلہ پوچھنے کے لیے ایک شخص بریلی دار الافتاء آیا،ان کے پاس کیا رکھا ہے،موئے زیر ناف کا ناپاک نام لے کر بولا،ان کے پاس یہ بھی نہیں،مرکر مٹی میں مل گئے،ان کے علم سے زیادہ علم شیطان کو ہے،ہزارہا بدتمیزیاں اور کفریات تو اگرچہ یہ آنولہ والا واقعہ نہایت ہی ناقابل بیان اور تہذیب کے خلاف ہے اس کا ذکر بھی،مگر اس لیے یہ ذکر ہوا کہ لوگ یہ معرفت حاصل کریں کہ یہ بدعت کس طرف لیے جارہی ہے،دیوبندیت کے کیا نتائج ہوتے ہیں،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجزا بدن دوزخ میں جاسکتے ہیں اور پھر اس کے لیے حجتیں اور دلائل پیش کیے جارہے ہیں۔تو اللہ کی لعنت ہو ان پر اور ان کے کفریات پر)۔

اور کبھی اس کے پیرو اس کے سامنے حضور علیہ السلام کی بہت اہانتیں کرتے تو اس سے، خوش ہوتا یہاں تک کہ ان سے کسی نے کہا ہمارا عصا بہتر ہے محمد سے(صلی اللہ علیہ وسلم)اس

سے ہم سانپ کو مارتے اور کتے کو دفع کرتے ہیں، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مر چکے، اور ان سے ہمیں مطلق نفع نہیں وہ صرف ایک طارش (ڈاکیہ) تھے جو پیغام پہنچا کر چلے گئے۔

توعلما نے ان اقوال کو کفر قرار دیا، یہاں تک کہ چاروں مذہب کے علما نے بالاتفاق فتویٰ دیا (حسام الحرمین مطالعہ کریں) محمد بن عبدالوہاب یعنی شیخ نجدی (کان یری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابلیس فی صورۃ الشیخ النجدی۔ [تفسیر کبیر امام رازی]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھتے تھے ابلیس کو شیخ نجدی کی شکل میں، امام رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا۔ اور میں کہتا ہوں یقینا یقینا اسی محمد بن عبدالوہاب کی شکل میں) ابتدا میں طالب علم تھا مدینہ منورہ میں، اور اس کی اصل بنی تمیم سے ہے، اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں طلب علم کے لیے آتا جاتا رہا، اور علماے مدینہ میں شیخ محمد بن سلیمان الکردی شافعی اور شیخ محمد حیات سندھی حنفی سے پڑھا تو ان دونوں استادوں نے اس میں الحاد کو پایا، تو انہوں نے کہا یہ گمراہ ہوگا، اور اس کے ذریعہ سے اللہ گمراہ کرے گا جسے شقی کردے گا تو ایسا ہی ہوا، اور اس کا والد عبد الوہاب عالم صالح تھا وہ بھی ایسا ہی سمجھا تھا، اس کو ملحد اور خاطی، تو اس کو بہت برا بھلا کہتا اور لوگوں کو اس سے بچنے کو کہتا، ایسا ہی اس کا بھائی سلیمان اس کا رد کرتا، اور اس کے رد میں کتاب بھی لکھی (اگر یہ کتاب کتب خانہ میں دستیاب ہوئی تو ترجمہ شائع کیا جائے گا) اور اس شیخ نجدی کی ولادت ۱۱۱۱ھ میں ہوئی اور بڑی عمر پائی، ۹۲ سال) اور ۱۲۰۶ھ میں مرا۔ (آیہ کریمہ:

"فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ و ابتعوا الشھوات فسوف یلقون غیا" تو ان کے بعد ناخلف پیدا ہوئے جنھوں نے صلاۃ (نماز، درود) کو چھوڑ دیا، اور اپنی خواہشوں کی پیروی میں لگے، تو عنقریب پڑیں گے گمراہی میں یا دوزخ کے جنگل میں۔ تو یہاں قابل توجہ "غیا' ہے معنی گمراہی، ہلاکت، دوزخ کا جنگل اور باعتبار تلفظ کے یہاں چار حرف ہیں اس لیے کہ 'یا' مشدد ہے اور تشدید سے دو حرف تلفظ میں آتے ہیں، اب ہم اس کو الگ الگ تحریر کرتے ہیں، اور یہ بھی یاد رہے کہ عدد نکالنے میں ایک قاعدہ سے صفر گر جاتے ہیں۔ کیوں کہ صفر کوئی عدد نہیں مثلاً ہزار کا ایک۔ دس کا ایک تو 'غیا' کو اس طرح لکھیے۔ غ ی ی ا۔ تو غ کا عدد ایک صفر گر گئے۔ ی

کا عدد ایک صفر گر گیا۔ دوسری ی کا عدد ایک صفر گر گیا۔ اور الف کا عدد ایک ۔ اب اس کو ملا کر پڑھئے۔ ۱۱۱۱: گیارہ سو گیارہ، وہی محمد بن عبد الوہاب نجدی کی تاریخ پیدائش۔ تو' ۔غیا' کا اشارہ اس مذہب جدید کی طرف ہے۔

اور جب اس نے اس چیز کے اظہار کا ارادہ کیا جسے شیطان نے اس کے لیے زینت دی یہ بدعت و ضلالت تو مدینہ سے مشرق کی طرف چلا گیا (نجد) اپنے وطن کی طرف ، اور لگا لوگوں کو بلانے توحید کی طرف اور ترک شرک کی طرف (اپنی گمان میں) ان سے کہتا: کہ وہ جس دین پر ہیں ، وہ محض شرک ہے اور اپنا عقیدہ تھوڑا تھوڑا کر کے ظاہر کرتا، تو ایک جماعت دیہاتی لوگوں اور ضعیف الایمان جاہلوں کی اس کے ساتھ ہوگئی اور اس کے معاملہ کا ابتداء وظہور مشرق میں ۱۱۴۳ھ میں ہوا، اور ۱۱۵۰ھ میں زیادہ مشہور ہوا نجد میں اور اس کے دیہات میں، تو اس کا پیرو ہو گیا امیر درعیہ محمد بن سعود اور اس کا مدد گار بنا۔

اور اس نے اس مذہب کو اپنے ملک کی وسعت اور حکمرانی کا ذریعہ بنایا، اس نے لوگوں کو محمد بن عبد الوہاب کی متابعت کے لیے اکسایا(''و الناس علی دین ملوکھم'' اور لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں (حدیث صحیح) اس سے بکثرت اہل نجد اس مذہب کے پیرو ہو گئے) تو اہل درعیہ اور اس کے گردونواح کے لوگ اس کے پیرو ہو گئے اور کثیر اہل قبائل، قبیلہ بعد قبیلہ اس کا مطیع ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ ان کا معاملہ قوی ہو گیا تو اہل بادیہ ان سے ڈرنے لگے اور یہ ان سے کہتا تھا، میں توحید کی طرف بلاتا ہوں اور شرک کے ترک کی طرف، اپنے اقوال کو زینت دیتا طرح طرح سے اور وہ بیچارے جنگل کے رہنے والے حد درجہ جاہل، دین کو کچھ نہیں پہنچانتے تو وہ اس کے ہم مذہب ہو گئے، ان سے کہتا: میں تمہیں دین کی طرف بلاتا ہوں اور یہ آسمانوں کے نیچے ساری دنیا سب مشرک ہے (علی الاطلاق)

اور جو مشرک کو قتل کرے اس کے لیے جنت ہے، تو بہت لوگ لالچ میں بھی اس کے پیرو ہو گئے (اور بہت موحدین مسلمین قتل کر ڈالے) ان کے دل اس بات پر مطمئن ہو گئے، تو یہ ان میں ایسا تھا گویا نبی اپنی امت میں، جو کہتا کرتے اور جس سے منع کرتا باز رہتے، اس کی نہایت

تعظیم کرتے اور جب کسی مسلمان کو قتل کرتے، اس کا مال لے لیتے، پانچواں حصہ امیر درعیہ محمد بن سعود کو دیتے، باقی تقسیم کر لیتے، جہاں وہ جاتا جاتے اور اس کی فرمانبرداری کرتے جو وہ کہتا محمد بن سعود اسے نافذ کر دیتا یہاں تک کہ اس کا ملک وسیع ہو گیا۔

یہاں تک کہ انہوں نے حج کا ارادہ کیا اس زمانہ میں شریفِ مکہ مسعود بن سعید بن سعد بن زید ۱۱۴۶ھ میں امیر ہوا اور ۱۱۶۵ھ میں انہوں نے ایک سفارت بھیجی حج کی اجازت مانگنے کے لیے، مگر ان کا مقصد اپنے عقیدہ کی تبلیغ تھا تو انہوں نے اپنے تیس عالم بھیجے اس خیال سے کہ وہ حرمین شریفین والوں کے عقائد بگاڑ دیں، تو حج کی اجازت طلب کی اگرچہ اس کے معاوضہ میں ہر سال کچھ دینا ہی کیوں نہ پڑے۔ اور اہل حرمین کو ان کے ظہور کا بعد میں حال معلوم ہوا تھا اور یہ کہ اہل بادیہ کے عقائد انہوں نے بگاڑ دیے ہیں لیکن وہ ان کے عقائد کو کچھ جانتے نہ تھے کہ وہ کیا ہیں جب ان کے علمائے مکہ پہونچے تو شریف مسعود نے مناظرہ کا حکم دیا تو علمائے حرمین اور ان کے عالموں سے مناظرہ ہوا تو ان کے دین کو پایا کہ وہ محض ایک مسخرہ پن ہے اور ان کے عقائد دوسروں کی تکفیر پر مشتمل ہیں، جب ان پر حجت و دلیل و برہان قائم ہو گئے تو شریف مسعود نے قاضی کو حکم دیا کہ وہ ان کے کفر پہ دلائل و براہین سے لکھے تاکہ اگلے پچھلوں کو ظاہر ہو جائے کہ یہ کون ہیں اور ان کو قید کیے جانے کا حکم دیا تو کچھ قید کیے گئے اور باقی بھاگ گئے اور وہاں جا کر امیر درعیہ کو اس کی خبر دی یہاں تک کہ یہ شریف مسعود ۱۱۶۵ھ میں انتقال کر گئے اور ان کے بھائی مساعد بن سعید والی مکہ ہوئے، ان سے بھی حج کا اذن چاہا اور انہوں نے ان کو اجازت نہ دی۔ اور مساعد ۱۱۸۴ء میں انتقال کر گئے۔ اور امارۃ مکہ معظمہ کے والی ان کے بھائی شریف احمد بن سعید ہوئے، پھر امیر درعیہ نے اپنے علما کی ایک جماعت بھیجی، پھر علمائے مکہ سے کچھ مذاکرہ ہوا، تو علما نے کہا یہ تو زندیق ہیں پھر ان کو انکار کر دیا گیا حج کی اجازت سے۔

پھر امارۃ مکہ ان سے ان کے بھائی کے لڑکے شریف سرور بن مساعد نے چھین لی۔ ۱۱۸۶ھ میں پھر شریف مکہ سے انہوں نے حج کی اجازت مانگی تو ان کو جواب ملا، اگر تم حج کرنا چاہتے ہو، تو جو کچھ رافضی دیا کرتے ہیں، وہ تمہیں بھی دینا ہو گا اور اس کے سوا چھ گھوڑے زائد، تو انہیں یہ زائد معلوم ہوا اور انہیں رافضی بننے سے عار آئی، پھر جب شریف سرور بن مساعد ۱۲۰۲ھ میں

انتقال کر گئے اور ان کے بھائی شریف غالب امیر ہوئے اور حج کا اذن مانگا تو منع کر دیا اور پھر جنگ کا سلسلہ شریف غالب اور امیر درعیہ کے درمیان ۱۲۰۵ھ سے ۱۲۲۰ھ تک چلا، یہاں تک کہ نجدی مکہ میں داخل ہو گئے اور شریف غالب ان سے مغلوب ہو گئے۔

اس مدت میں ان کا ملک بہت وسیع ہو گیا۔ احسا، بحرین، عمان، مسقط تک وسیع ہو گیا اور بغداد و بصرہ سے قریب ہو گئے، اور حرار، ضیاف، ذوات النخل، حربیہ، فرع، جہینہ، پھر مدینہ پر قابض ہو گئے اور شام کے قریب ہو گئے اور مکہ و مدینہ پر چھا گئے، اور ان کے اردگرد کے حاکم بن گئے، اور طائف اس کے گرداگرد کے اور جب طائف پر ۱۲۱۷ھ میں حملہ کیا تو بڑی چھوٹی، حاکم و محکوم کسی کو نہ چھوڑا۔ قتل عام کرڈالا۔ کوئی نہیں بچا مگر بہت زیادہ بوڑھا، بچہ کو ماں کے سینہ پر ذبح کرتے تھے، اموال لوٹ لیتے اور عورتوں کو باندیاں بنالیا، اور بہت کچھ مظالم کیے، کہاں تک ان کا مذکور ہو (ایسا ہی موجودہ نجدی حکومت نے بھی کیا طائف میں قتل عام اور مکہ معظمہ میں) پھر محرم ۱۲۱۸ھ میں مکہ پر قبضہ کرلیا اور شریف غالب جدہ چلے گئے تو کچھ لوگ مکہ مکرمہ سے ان کے پاس گئے اور امان مانگی اہل مکہ کے لئے، تو یہ بغیر لڑائی کے اس صلح نامہ سے داخل ہوئے، اب یہ جدہ کی طرف بڑھے، وہاں جنگ ہوئی اور شریف غالب کی توپوں نے ان پر گولہ باری کی تو یہ ہزیمت پاکر اپنے نجد کی طرف بھاگے اور یہ واقعہ صفر ۱۲۱۸ھ کا ہے، اور کچھ مکہ میں ٹھہر گئے اس کی حفاظت کے لیے اور ربیع الاول میں شریف غالب مکہ پر حملہ آور ہوئے، اور ان کے ساتھ ابراہیم پاشا گورنر جدہ تھے اور بہت بڑا ترکی لشکر، تو یہ مکہ سے بھی بھاگے اور شریف غالب فتحیاب ہوئے۔

پھر ۱۲۲۰ھ تک لڑائیاں ہوتی رہیں، تو یہ پھر غالب ہوئے اور تمام اطراف میں چھا گئے اور پھر شریف غالب نے ان سے صلح کرلی اور یہ مکہ پر قابض ہو گئے، یہاں تک کہ ان کا قبضہ ۱۲۲۷ھ تک رہا، پھر سلطان محمود (المشہور محمود مصلح) نے محمد علی پاشا مصر کو حکم دیا، اس نے لشکر بھیجا جس نے ان کو حرمین سے نکالا، یہاں تک کہ محمد علی پاشا خود لشکر کے ساتھ چلا تو ان کا استیصال کلی ہوا، یہاں تک کہ ان کے شہروں میں بھی غالب آیا اور ان پر فتح کلی حاصل کی اور مکہ سے ان کے نکلنے کی تاریخ بعض علما نے لکھی قطع دابر الخوارج، خارجیوں کی جڑ کٹی، ۱۲۲۷ھ اور

ان واقعات کی تحریر میں اور جو انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ مظالم کیے، کلام بہت طویل ہو جائے گا، تو اس کا ذکر ترک کیا جاتا ہے اور ان کا پہلا امیر محمد بن سعود ہے جب وہ مرا تو اس کی اولاد اس کی جانشین ہوئی، اس وہابیت کی حمایت میں اور جب محمد بن عبد الوہاب مرا، تو اس کی اولاد اس کی جانشین ہوئی، اس کے کام میں اور جب امیر محمد بن سعود اور اس کی اولاد کسی قبیلہ پر فتح حاصل کرتے تو اس پر اپنے مقرب کو مسلط کر دیتے، ایسے ہی ہر قبیلہ و ملک پر کرتے گئے، یہاں تک کہ تمام قبائل پر مسلط ہو گئے اور جب کسی شہر پر چڑھائی کرتے، تو اپنے ماتحت تمام قبائل کو لکھتے، اس کے ساتھ پستہ قد کاتب رہتا، تو تمام قبائل سے حاضر ہونے کو کہتا تو آتے اور اپنی ضرورت کی تمام چیزیں ساتھ لاتے، کھانا، پینا کسی چیز کی تکلیف اس کو نہیں دیتے (آج بھی اس جماعت کے مبلغ اپنا زادراہ اور خرچہ اپنے پاس سے کرتے اور اپنی بیدینی پھیلاتے پھرتے ہیں، تو انہوں نے اپنی دین کی تبلیغ کے لیے جدوجہد جاری رکھی اور سنی سوتے رہے جیسے اب سو رہے ہیں، جب بادشاہوں کو اپنا نقصان نظر آیا تو کچھ کیا ورنہ دینی نقصان سے لاپرواہ ہو کر ان کو سب کچھ کرنے دیا، اب سنی ریاستیں کیا کر رہی ہیں؟ دینی غفلت!

جب کہ نجدی ریاست لاکھوں روپیہ اپنا دین پھیلانے پر خرچ کر رہے ہیں، یہ ہی تبلیغی جماعت والے ملائی سو روپیہ ماہوار پا رہے ہیں اور سفر خرچ علاوہ) نہ اس کا کوئی لشکر تھا، نہ سپاہی، نہ دفتر جب کچھ لوٹ مار کرتے تو خمس بادشاہ کو دیتے۔ (اسی لوٹ مار کے لالچ میں) چلتے جہاں وہ جاتا ہزاروں کی تعداد میں، کسی کو ان کی مخالفت کی ہمت نہ ہوئی، اور یہ بلا و آزمائش ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے آزمایا، تو یہ اعظم ترین فتنہ ہے جو اسلام میں ظاہر ہوا (اور ان کی شوکت سے مرعوب نہ ہوں، دجال کے لیے حدیث میں کیسی طاقت و شوکت کا ذکر آیا) اہل عقول متحیر ہو گئے ان آفتوں سے اور جاہل لوگ ان کے مکر میں آ گئے، ظاہر حال سے اچھے معلوم ہوئے کہ اہل بوادی کو نماز جمعہ اور جماعت کا حکم دیتے اور فواحش ظاہری سے منع کرتے اور بدامنی و رہزنی کا سدباب کرتے، تو راستے پر امن ہو گئے، لوگوں کو توحید کی طرف بلاتے تو اس سے کم عقل والے ان کے دین کو اچھا سمجھنے لگے اور ان کی برائیاں اور تکفیر مسلمین بھلا بیٹھے۔ (تو اگر حسن انتظام سے دین اچھا سمجھا جا سکتا ہے تو انگریزوں کا انتظام بھی اچھا تھا) تو یہ لوگ مسلمانوں کو کہتے کہ ۶۰۰ سو

سال سے سب کافر ہو گئے ہیں ، اور لوگ اسے بھی بھلا بیٹھے کہ یہ مسلمانوں کے جان و مال کو حلال سمجھتے ہیں اور خون ریزیاں کرتے ہیں اور نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور جو حضور علیہ السلام کو محبوب رکھے اس کی اہانت کرتے ہیں ، اس کے علاوہ اور برائیاں جو انہوں نے ایجاد کیں ، چناں چہ حال ہی میں نجدی حکومت نے اپنی ایک کتاب شائع کی ۔، اس میں اہل سنت و جماعت کو جگہ جگہ مباح المال و الدم 'ان کا خون اور مال مباح ہے' لکھا، اور جب ان کے مذہب میں کوئی داخل ہوتا زبردستی یا بخوشی توان سے کہتے اور دونوں شہادتوں کا حکم دیتے۔ ''اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول الله'' اور ایک تیسری شہادت کا بھی حکم دیتے کہ اپنے نفس پر گواہی دے کہ تو پہلے کافر تھا اور تیرے والدین کافر تھے اور فلاں فلاں علمائے متقدمین کافر تھے (''و شهدوا علی انفسهم انهم کانوا کافرین '' ان کافروں نے خود پر گواہی دی کہ وہ کافر تھے، تو تھے تو نہیں اب ہو گئے، توکس طرح اس آیت کے بھی مصداق یہ خود ہیں)۔

تو اگر یہ گواہی دیتا تو قبول کرتے ورنہ قتل کردیتے اور صاف صاف کہتے کہ ۶۰۰ سو برس سے سب کافر ہیں ۔ اسلام منقطع ہو گیا۔ پہلے یہ تصریح خود ابن عبد الوہاب نے کی اور جب ان کے دین میں کوئی داخل ہوتا تو اسے دوبارہ حج کا حکم دیتے کہ وہ حج حالت کفر میں کیا تھا۔

جو ان کے شہر میں ہم مذہب ہوتے، انہیں انصار کہتے اور جو باہر سے آتے انہیں مہاجرین کہتے اور ظاہر حال محمد بن عبد الوہاب کا یہ تھا کہ وہ مدعی نبوت تھا، مگر وہ صاف صاف اس کو کہہ نہ سکا (موقع کا منتظر رہا) اور اس کے پہلے اسے مدعیان نبوت مسیلمہ کذاب، سجاح، اسود عنسی، طلیحہ اسدی وغیرہ کے حالات پڑھنے کا شوق تھا، تو اپنے دل میں دعوی نبوت مخفی رکھتا تھا اگر وہ اس پر قدرت رکھتا تو ظاہر کر دیتا مگر یہ تو کہا کرتا کہ میں تمہارے لیے نیا دین لایا ہوں (اور اس میں کوئی شک نہیں) اور یہ اس کے اقوال و افعال سے ظاہر تھا، اسی لیے اقوال ائمہ اربعہ پر طعن کرتا اور اقوال علمائے متقدمین کو غلط سمجھتا، ہمارے دین میں سے سوائے قرآن کے، کسی کو تسلیم نہ کرتا اور اسے بھی اپنے حسب دل پسند تاویل کرلیتا (تو وہ اسے بھی نہیں مانتا) تاکہ لوگ حقیقت حال کو نہ جان سکیں ، کسی تفسیر کا اتباع کرتا، نہ اس تفسیر کا جو احادیث میں حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم سے اور صحابہ سے مروی ہے اور سلف صالحین و متقدمین کی تفاسیر کو اکثر نظر انداز کر دیتا، احادیث نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اقوال صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین اور ائمہ قرآن و حدیث و تفسیر اور اجماعات امت و قیاس صحیح سب سے بغاوت کی، اپنے ہوا و ہوس کا پیرو ہوا۔ مکاری سے مذہب امام احمد بن حنبل کا پیرو بنتا، حالاں کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس سے بری ہیں، اسی لیے اکثر علمائے حنابلہ صالحہ جو اس کے معاصر تھے اس کا بلیغ رد کرتے، بہت رسائل لکھے یہاں تک کہ اس کے بھائی شیخ سلیمان بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے رد میں رسالہ لکھا (اور اس کے اساتذہ نے پہلے لکھ دیا تھا۔ یہ گمراہ ہوگا اور بہتوں کو گمراہ کرے گا)

مسلمانوں کی تکفیر کرنے میں بہت جری تھا اور وہ آیات جو مشرکین کے حق مین نازل ہوئیں، انہیں مسلمانوں پر ڈھالتا اور امام بخاری نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، وصف خوارج میں۔

''انهم انطلقوا الى آيات نزلت فى الكفار فجعلوها فى المومنين خارجى'' ان آیات کو جو کفار کے حق میں نازل ہوئیں، مسلمانوں پر ڈھالتے (تو یہ خارجی ہیں، اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کا انداز و طریقہ بالکل خارجیوں کی طرح ہے جیسا انہوں نے کہا کہ حکم صرف اللہ ہے، حکم کیوں بنایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، تو یہ نعوذ باللہ مشرک ہوگئے اور جب ان سے کہا گیا کہ قرآن میں آیا: ''فابعثوحکمامن اهله وحكما من اهلها'' جب مرد و عورت میں نزاع ہو تو ایک حکم شوہر کی طرف سے، دوسرا حکم، عورت کی طرف سے مقرر کرو کہ فیصلہ کریں تو اس سے ان خوارج نے کچھ نظر نہ کی تو ایسے ہی کو خوارج کہتے ہیں، کہ مدد اللہ سے مانگو غیر سے مانگنا شرک ہے، حالاں کہ خود قرآن میں آیا:

''من انصاری الی اللہ'' اللہ کی طرف سے مرا کون مدد گار ہے۔ ''ان تنصروا اللہ ینصرکم'' اگر تم اللہ کی امداد کرو گے اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ ''واجعلنی من لدنك سلطانا نصیرا'' اور کر میرے لیے اپنی طرف سے سلطان مدد گار، اور حدیث میں آیا: ''یا عباد اللہ اعینونی'' اے اللہ کے بندوں میر مدد کرو، میری فریاد رسی کرو، تو قرآن شریف نے مدد کو ایسا

خاص نہ فرمایا جیسا عبادت کو، عبادت اللہ کے لیے اخص ہے جو غیر اللہ کی عبادت کرے گا مشرک ہو گا تو دیکھیے وہی انداز ہے خارجیوں کا جو اللہ کے سوا دوسرے کو حکم بناتے مشرک، تو اس خارجی نے کہا جو اللہ کے سوا دوسرے سے مدد مانگے مشرک)

اور دوسری روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بخاری کے علاوہ:

'' انه صلى الله عليه وسلم قال اخوف ما اخاف على امتى رجل متاول القرآن يضعه فى غير موضعه '' ڈرتا ہوں میں اس سے جس سے میں خوف کرتا ہوں اپنی امتی پر، وہ ایک شخص ہے تاویل کرتا ہے قرآن کی، رکھتا ہے اسے اس کی جگہ کے علاوہ (یعنی یہ آیات توبت پرستوں کے حق میں نازل ہوئیں، یہ انہیں مسلمانوں پر رکھتا ہے، انہیں مشرک بنا رہا ہے۔) یہ آیات و احادیث صادق ہیں، ابن عبد الوہاب اور اس کے پیروں پر اور اس سے زیادہ عجب یہ ہے کہ وہ اپنے اعمال کو کہتا، جو کہ اجہل جاہل ہوتے کہ قرآن کی تفسیر اپنی رائے اور اپنے فہم سے کرو اور ان تفاسیر کو چھوڑ دو جو اکابر علما نے کی ہیں، بہت سے علما و صالحین کو اور عوام مسلمین کو قتل کیا، اس لیے کہ انہوں نے اس کی موافقت نہ کی، اس کی بدعات و اختراعات کو قبول نہ کیا(جیسے دجال بہت مسلمانوں کو قتل و ہلاک کرے گا اور بہت خرق عادات بھی ظاہر کرے گا، اور حضور علیہ السلام نے فرمایا: دجال تیس ہوں گے) اور زکاۃ تقسیم کرتا جیسا اس کا شیطان اور اس کی ہوا اسے حکم دیتے، اس کے پیرو کسی مذہب کے پیرو نہیں، اپنی طرف سے اجتہاد کرتے ہیں (تو عوام کے لیے تو وہی پیروی ہے، یا ان مجتہدان باطل کی کریں یا مجتہدین ائمہ اربعہ اہل حق کی کریں) بظاہر حنبلی بنتے، عوام کو طرح طرح سے دھوکہ دیتے، نماز کے بعد دعا کو منع کرتے کہ یہ بدعت ہے اور کہتے تم نماز کا اجر مانگتے ہو (نواح ممبئی و گجرات و احمد آباد میں اب بھی دعا ثانی کو منع کرتے ہیں)

اور بہت علمائے مذہب اربعہ ان کے رد کی طرف متوجہ ہوئے، اور مبسوط کتابیں لکھیں (ان حضرات نے تو اپنا فرض ادا کیا، مگر لوگوں نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی کہ ان کتابوں کا مطالعہ کریں ۔فلا اقتحم العقبة بلا سوچے سمجھے اور تحقیق و تفتیش کیے کھائی میں نہ کودو کے مصداق اس گڑھے میں گر رہے ہیں، اگر ان کتب کا مطالعہ کیا جائے تو حق و باطل صاف صاف واضح ہو جائے۔ انہیں اپنی بے دینی ہر طرح پھیلانا اور اہل سنت کو غفلت کی نیند سونا ہے، چاہیے کہ

ان کتب کو ہر طرف تقسیم و تبلیغ کریں، ایصال ثواب کے لیے اور اپنی آخرت کے لیے کتابیں مفت تقسیم کرائیں، ہر طالب علم، عالم وواعظ، امام مسجد، مدرس، عوام وخواص کو یہ کتابیں پہنچائیں اور کم از کم اپنے شہر میں قصبات ودیہات کی ذمہ داری اٹھائیں، صرف سنی مدارس کو امداد دیں اور صرف سنی علماء سے تعلق و واسطہ رکھیں اور مذہب حق کی حفاظت ہر عمل خیر سے بہتر ہے، اس کی حافظیت و تبلیغ کا اہتمام کریں، جہاں جلسہ ہوتا ہے خواہ انہیں کا یا تبلیغی جماعت یا مودودی کا وہاں کتابیں تقسیم کریں، یا انہیں فروخت کرکے نفع بھی اٹھائیں تو بھی خرما وہم ثواب کے مستحق ہوں) اور اس چیز سے ان (علمائے حق) کا مقصد یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کریں:

''اذا ظهرك البدع وسكت العالم فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين''

جب بدعت (یعنی نیا دین) ظاہر ہو اور عالم چپ رہے تو اس پر اللہ اور اس کے فرشتوں اور لوگوں کی لعنت سب کی (تو بدعت وہ نہیں جس کی اصل شرع میں ہے، مثلاً درود پڑھے، تو وہ کسی طرح بھی پڑھا جائے بدعت نہ ہوگا، غربا مساکین کو کھانا کھلاؤ تو یہ اعمال خیر ہیں کسی طرح بھی کرو وہ عمل خیر ہوگا، حضور علیہ السلام کا ذکر خیر کسی طرح بھی ہو بہر حال ذکر خیر ہی ہوگا، ایصال ثواب کرو، تو وہ جس عمل خیر سے بھی ہو صحیح و درست ہوگا۔ اس کی تحقیق کے لیے 'چہل حدیث' مطالعہ کریں اور 'جاء الحق وزھق الباطل' دیکھیے۔

ایک حدیث یہ بھی سنیں جو مشکوٰۃ میں ہے کہ حضور سے سوال ہوا وہ کیا ہے جس کا منع کرنا حلال نہیں؟، حضور نے فرمایا: پانی، اور کیا ہے جس کا منع کرنا حلال نہیں؟ حضور نے فرمایا: نمک۔ اور کیا ہے جس کا منع کرنا حلال نہیں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: خیر جب تو کرے تو وہ خیر ہی ہے۔ تو سورہ فاتحہ سورۂ اخلاص کا پڑھنا بلاشبہ خیر، میلاد کا ذکر کہ ذکر نبی ہے خیر، سوئم و چہلم میں غرباء و مساکین کا کھانا کھلانا، کلمہ طیبہ اور قرآن پڑھنا بلاشبہ خیر وغیرہ وغیرہ، تو ان کا منع کرنا خیر کا منع کرنا، فساد کا ڈالنا، امت کو متفرق کرنا، خیر کو روکنا، تو یہ آیت کریمہ کے مصداق ہوئے: مناع للخیر خیر کے بہت زیادہ روکنے والے، تو یہ ان اعمال صالح کو ایسے روک رہے ہیں جیسے لوگوں کو جوا اور شراب اور سینما اور بدکاریوں سے روکا جائے، کیسی مت اوندھی ہوگئی ہے، یہ سب بدعت حسنہ ہیں اور اس کا ثبوت بہت۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح باجماعت کے متعلق فرمایا: نعمت

البدعت ھٰذہیہ اچھی بدعت ہے جمع قرآن شریف کی مشہور حدیث مشکوٰۃ میں موجود ہے جو چہل حدیث مرشیہ قصر میں شائع ہوئی کہ حضرت عمر نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ جنگ یمامہ میں بہت حفاظ شہید ہوئے، تو ایسا نہ ہو کہ قرآن ہم میں سے اٹھ جائے، تو چاہئے کہ اسے ایک کتاب میں جمع کرلیں، تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شبہ کا اظہار کیا، ہم وہ کام کیسے کریں جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: لکنہ واللہ ھو خیر۔ لیکن واللہ وہ خیر ہے۔

پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات سے متفق ہوگئے، تو حضرت زید بن ثابت کاتب وحی سے کہا کہ وہ قرآن جمع کریں لوگوں کے سینوں سے اور تختیوں اور چمڑوں کے ٹکڑوں سے تو آپ وہی کہتے ہیں: کیف افعل مالم یفعل بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ کام کیسے کروں جسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا، تو حضور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لکنہ واللہ ھو خیر، لکنہ واللہ ھو خیر''

تو برابر لوٹ پھیر ہوتی رہی یہاں تک کہ حضرت زید بن ثابت نے تسلیم کرلیا تو پھر قرآن جمع ہوا، تو قرآن کا مجموعہ مطبوعہ اس میں اعراب لگے ہوئے منازل و رکوع وغیرہ یہ سب بدعات حسنہ ہیں تو اسے تو سر آنکھوں پر رکھ رہے ہیں، تو بدعت حسنہ ہمارا ایمان ہے، مختصراً عرض کیا تو اس حدیث کو ''کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار'' ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں، زیادہ سناتے ہیں، اس سے وہی مراد ہیں، ہر بدعت ہر نیا دین۔ خارجی رافضی قادیانی چکڑالوی نیچری وہابی دیوبندی مودودی گمراہی ہے۔ میری امت تہتر فرقہ ہوجائے گی۔ سب آگ میں جائیں گے مگر ایک وہی الجماعت اور وہ جماعت ہے یعنی اہل سنت والجماعت۔)

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

''ماظھر اھل بدعۃ الا اظھر اللہ فیھم حجتہ علی لسان من شاء من خلقہ ''نہیں ظاہر ہوتے ہیں اہل بدعت مگر یہ کہ ظاہر فرمادیتا ہے اللہ تعالیٰ ان میں اپنی حجت کو مخلوق میں سے جس کی زبان پر چاہتا ہے۔'' فالحمد للہ علی ذالك ملاء السمٰوات و ملأ الارض و ملأ ما بینھما حمدا دائما مقبولا''

اس لیے تمام علماے مذاہب اربعہ نے بالاتفاق ان کا رد کیا۔ کیا مشرق کیا مغرب ہو چوں کہ یہ حنبلی بنتے تھے اس لیے زیادہ تر امام احمد رضی اللہ عنہما کے اقوال سے رد وانکار کیا اور ان کے مذہب کے علما کے اقوال سے اور ان سے بعض سوالات کیے اس کا جواب ادنیٰ طالب علم بھی دے سکتا ہے مگر (ان کے علم کا یہ حال) کہ اس کا جواب بھی نہ دے سکے تو علامہ شیخ محمد عفالق نے ایک نفیس کتاب لکھی جس کا نام ''تھکم المقلدین بمن ادعی تجدید الدین'' رکھا اور ہر مسئلہ بدعیہ جدیدہ کا رد لکھا۔ بہترین رد۔

پھر چند سوالات شرعی ادبی جو اس رسالہ کے عنوان سے الگ تھے، کیے وہ رسالہ ان کو ارسال کیا کچھ جواب نہ بن پڑا تو پوچھا والعدیت ضبحا آیہ کریمہ جو قصار مفصل سے ہے، اس میں حقیقیہ شرعیہ کتنی ہیں اور حقیقیہ لغویہ اور حقیقیہ عرفیہ کتنی اور کتنے مجاز مرسل اور مجاز مرکب اور استعارہ حقیقیہ اور استعارہ وفاقیہ اور استعارہ تبعیہ اور استعارہ مطلقہ اور استعارہ مجردہ اور استعارہ مرشحہ ہیں اور کہاں وضع، ترشیح، تجرید واستعارہ بالکنایہ اور استعارہ تخیلیہ ہے اور کتنے تشبیہ ملفوف و مفروق ومفرد ومرکب ہے اور مجمل ومفصل کیا ہے اور اس میں ایجاز واطناب ومساواۃ واسناد حقیقی واسناد مجازی ومجاز حکمی وعقلی کیا ہے، اور کونسی جگہ ضمیر کو مظہر کی جگہ رکھا ہے اور کہاں بالعکس ہے اور کہاں ضمیر شان ہے اور موضع التفات کیا ہے اور موضع فصل ووصل کیا ہے اور کمال اتصال و انقطاع کیا ہے اور جمع بین جملتین متعاطفین کیا ہے اور محل تناسب جمل اور وجہ تناسب اور وجہ کمال حسن اور بلاغت میں کیا ہے اور اور اس میں ایجاز قصر وایجاز حذف اور احتراس وتتمیم کیا ہے اور سب کا فعل مذکور فیہ میں بتا۔ تو محمد بن عبد الوہاب کچھ جواب نہ دے سکا (تو یہ جو جہلا، دین میں ہر ایک بکواس کر رہا ہے، کیا اسے اتنا علم ہے؟ اس کا عشر عشیر بھی نہیں، تو چاہیے کہ ہر معاملے میں علماے کاملین متقدمین کی اتباع کریں اور موافقت دین میں بولے، مخالفت دین میں زبانیں بند کریں) اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان خوارج کی خبر دی بہت احادیث میں، تو یہ احادیث معجزات نبوت میں سے ہیں کیوں کہ ان میں غیب کی خبریں ہیں اور یہ سب احادیث صحیح ہیں کچھ بخاری کی ہیں اور کچھ مسلم کی انہیں میں سے یہ ہے:

''الفتنة من ھھنا الفتنة من ھھنا و اشار الی المشرق'' فتنہ یہاں سے آئے، فتنہ یہاں سے آئے، اوراشارہ فرمایا آپ نے مشرق کی طرف (نجد کی طرف)

''و قولہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج ناس من قبل المشرق یقرؤن القرآن ولایجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کمایمرق السھم من الرمیة لایعودون فیہ حتی یعود السھم الی فوقہ سیماھم التحلیق''

لیکن کچھ لوگ مشرق سے (نجد سے)، پڑھیں گے قرآن کواور وہ ان کے دل میں نہ اترے گا، نکل جائیں گے دین سے جیسے تیر کمان سے، نہ لوٹیں گے دین میں (یعنی پھر ایمان نصیب نہ ہوگا) یہاں تک کہ تیر کمان میں واپس ہو، ان کی نشانی خاص سر منڈانا ہے۔ وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم:

''سیکون فی امتی اختلاف وفرقة قوم یحسنون القیل ویسیؤن الفعل یقرؤن القرآن لا یجاوز ایمانھم تراقیھم یمرقون من الدین مروق السھم من الرمیة لا یرجعون حتی یعود السھم الی فوقہ ھم شر الخلق والخلیقة طوبی لمن قتلھم او قتلوہ یدعون الی کتاب اللہ و لیسوا منہ فی شئی من قتلھم کان اولی باللہ منھم سیماھم التحلیق''

عنقریب میری امت میں اختلاف وفرقہ ہوگا، وہ قوم میں جو کہنا پسند کرتے ہیں اور کرنا اس کا برا جانتے ہیں (تعظیم ودرود وایصال ثواب وغیرہ کو اچھا کہتے مگر عمل قطعاً نہیں۔ تعظیم سے انکار نہ کرسکیں گے۔ مگر جہاں کی تو وہ فوراً الگ ہوجائیں گے)

قرآن پڑھیں گے مگر ان کی مفروضات ایمان سے تجاوز نہ کرے گا، دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، پھر نہ لوٹیں گے دین میں، یہاں تک کہ تیر کمان میں ہوتے، وہ بدترین مخلوق ہیں (کافروں سے بھی بدتر'' ان المنافقین فی الدرك الاسفل من النار۔ تو یہ کفر کی بدترین قسم ہے) مبارک ہیں وہ جو ان سے قتال کریں (مناظرہ)، مبارک ہیں وہ جو ان کے ہاتھ سے مارے جائیں، بلاتے ہیں اللہ کی کتاب کی طرف حالاں کہ اس سے انہیں کچھ واسطہ نہیں، جو ان سے لڑے وہ اللہ کا مقرب ہے، ان کی پہچان سر منڈانا ہے۔

''وقوله صلی اللہ علیہ وسلم سیخرج من آخر الزمان قوم احداث الاسنان سفھاء الاحلام یقولون قول خیر البریہ یقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ فاذالقیتموھم فاقتلوھم فان فی قتلھم اجرالمن قتلھم عند اللہ یوم القیامۃ''

عنقریب آخر الزمان ایک قوم ہوگی نوجوان کم عقل کہیں گے قول خیر البریہ سے (یعنی حدیث بات بات پر بیان کریں گے یعنی اہل حدیث) قرآن کو پڑھیں گے، تووہ ان کے گلے کے نیچے نہیں اترے گا، نکل جائیں گے دین سے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، جب تم ان سے ملو توجنگ کرو (مناظرہ کرو) توبے شک ان سے جنگ کرنے کا بہت بڑا ثواب ہے روز قیامت)

وعنہ صلی اللہ علیہ وسلم:

'' اناس من امتی سیماھم التحلیق یقرؤن القرآن ولایجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ ھم شر الخلق و الخلیقۃ''

کچھ لوگ ہیں میری امت سے ان کی پہچان سر منڈانا ہے، پڑھیں گے قرآن کو، مگر حلق کے نیچے نہ اترے گا دین سے نکلے ہوں گے جیسے تیر کمان سے، وہ بدترین مخلوق ہیں اور فرمایا:

''یخرج ناس من المشرق یقرؤن القرآن ولا یجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ لایعودون فیہ حتی یعود السھم الیٰ فوقہ سیماھم التحلیق''

کچھ لوگ اہل مشرق (نجد) سے، پڑھیں گے قرآن کو مگر وہ ان کے حلق کے نیچے نہ اتریگا دین سے اس طرح نکلے ہوں گے جیسے تیر کمان سے ان کی علامت سر منڈانا ہے۔

'' وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم راس الکفر نحو المشرق والفخر و الخیلاء فی اھل الخیل والابل ''کفر کا سردار مشرق (نجد) میں ہے وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے فتنہ آئے اور اشارہ کیا مشرق کی طرف (توعلامہ مشرقی کی باتوں میں نہ آئیں)

''وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم غلظ القلوب والجفاء بالمشرق والایمان فی اھل الحجاز'' سختی دلوں کی اور جفا مشرق (نجد میں) ہے (اور ایمان حجاز میں، اور جفا کو اس حدیث سے پہچانیے:

''من حج و لم يزرنی فقد جفانی ''جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی تو جفا نجد میں ہے۔ یعنی روضہ نبی کی زیارت نہ کرنا۔ اور ایمان حجاز میں ہے یعنی روضہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اہل حجاز میں ہے کہ اس پر عمل کرتے ہیں) اور بخاری شریف کی یہ مشہور حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے:

''اللھم بارك لنا فی شامنا اللھم بارك لنا فی يمننا قالو يا رسول الله وفی نجدنا، فقال فی الثالثه هناك الزلازل و الفتن و بها يطلع قرن الشيطان''

حضور علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ برکت دے ہمارے شام میں برکت دے ہمارے یمن میں پھر عرض کیا اور ہمارے نجد میں، تو حضور علیہ السلام نے تیسری بار فرمایا: نجد میں زلزلہ اور فتنہ ہیں اور یہاں سے شیطان کی شاخ نکلے گی (جب کہ یمن و شام کے ساتھ نجد کا ذکر ہوا تو وہی عرب کا ایک حصہ جسے نجد کہتے ہیں مفہوم ہوگا یا کوئی من گھڑت نجد، اور نجد کا ذکر حضور علیہ السلام نے نہ فرمایا، صحابہ نے کہا تو یہاں اصلاح کا وہم بھی ممکن نہیں جیسے یوپی، سی پی، گجرات ، بہار مگر تاویل کرنے والے اس کی بھی تاویل کی کوشش کر رہے ہیں، تو اسے عراق پر ڈھالنے کی بعض بے ایمانوں نے کوشش کی، حالاں کہ وہ عراق ہے نہ نجد، اس حدیث کو لکھ کر مساجد میں لگائیں اور مدارس میں اس کا بورڈ آویزاں کریں ''قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بلغوني ولو آية'' میری طرف سے پہنچاؤ، اگرچہ ایک آیت ہی ہو، تو اس حدیث سے اللہ بہت لوگوں کا ایمان محفوظ فرمائے گا اور عوام اس دھوکہ سے بچیں گے، مکانات میں اس کے طغرے لگائیں۔ (وما علينا الا البلاغ)

''وقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يخرج ناس من المشرق يقرؤن القرآن لا يجاوز تراقيهم كلما قطع قرن نشا قرن حتى يكون اخرهم مع المسيح الدجال''

نکلیں گے کچھ لوگ مشرق سے (نجد سے) پڑھیں گے قرآن کو اور وہ ان کے دلنشیں نہ ہوگا، جب ایک گروہ ہلاک ہوگا، دوسرا اٹھ کھڑا ہوگا یہاں تک کہ ان کا آخر دجال سے مل جائے گا'' اور حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ ان کی نشانی سر منڈانا ہے، یہ صاف صریح ہے، تابعینِ ابن عبد الوہاب کے لیے یہ مشرق سے نکلے، یہ اپنے پیروں کو حکم دیتے کہ جو ان کے دین میں آئے

اس کے بال مونڈدیں ، تواس کو نہ چھوڑتے مگر سر منڈادیتے اور جتنے فرق ضالہ ہوتے ان میں سے کسی نے یہ نہیں کیا(مگر انہوں نے)توحدیث نہایت صریح ہے،ان کے بارے میں ۔

''یاایھاالذین آمنوااطیعوااللہ ورسولہ ولاتکونواکالذین قالوا سمعنا وھم لایسمعون''

اے ایمان داروں اطاعت کرو اللہ ورسول کی اور ان کی طرح نہ ہوجاؤ جو کہتے ہیں ہاں ہم نے سن لیااور وہ نہیں سن رہے ہیں''۔

توآپ نے سنا نجد میں زلزلہ اور فتنہ ہیں اور یہاں سے شیطان کا گروہ نکلے گا مشرق سے فتنہ آئے ،جفامشرق میں ہے، کفر کا سردار مشرق میں ہے،ان کی خاص علامت سر منڈانا ہے، تو آپ ان کی طرح نہ ہوجاؤ جو کہتے ہیں ہاں ہم نے سنا لیکن وہ نہیں سنتے)

اور مفتی سید عبدالرحمن اہدل مفتی زبید فرماتے ہیں:

''کچھ حاجت نہیں کہ ابن عبدالوہاب کے رد کے لیے بڑی بڑی کتابیں لکھی جائیں یہی کافی ہے کہ حضور نے فرمایا ہے کہ ان کی خاص علامت سر منڈانا ہے کہ یہ ان کے علاوہ اور کسی مبتدع نے نہیں کیا، یہاں تک کہ جو عورت اس کے دین میں داخل ہوئی اس کا سر بھی منڈوادیتا، توایک عورت نے اس پر حجت قائم کردی کہ لاجواب ہوگیا، یہ عورت مجبوراًجبراًاکراہ سے اس کے دین میں داخل ہوئی تواس نے اس کا سر مونڈھنے کا حکم دیا، جب اس نے اعتراض کیا توکہا یہ زمانہ کفر کے بال ہیں، توعورت نے کہا پھر تومردوں کی داڑھیاں منڈوانا چاہیے، تواگرچہ کوئی جواب نہ دے سکا مگر کرتا وہی رہا تاکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانا سچ ثابت ہو:

''وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم حین اشار الی المشرق من حیث یطلع قرن الشیطان''

فتنے مشرق سے آئیں گے جہاں سے شیطان کا گروہ نکلے گا''توایک روایت میں 'قرنا' آیا،دوگروہ نکلیں گے شیطان کے، تو یہ دوگروہ مسیلمہ کذاب اور ابن عبدالوہاب کے ہیں ۔(اور وہ حدیث جب ایک گروہ کٹ جائے گا مسیلمہ کا گروہ ہے، تودوسرا گروہ اٹھ کھڑا ہوگا، ابن عبد الوہاب کا گروہ ہے کیونکہ ابن عمر کی حدیث میں صیغہ جمع کا ہے۔ نجد میں زلزلہ اور فتنے ہیں ۔ یعنی بہت زلزلہ اور فتنے ہیں اور بعض روایات میں وبھا یغنی نجدا الداء العضال آیا۔ معنی

میں ہلاکت کی۔ اور بعض تواریخ میں بعد ذکر قتال بن حنیفہ کہا۔ اور نکلے گا آخر زمانے میں شہر سے مسیلمہ کذاب کے نام کا ایک شخص بغیر دین اسلام کے اور ان احادیث میں جن میں ذکر فتنہ کافرمایا گیا:

''قولہ صلی اللہ علیہ وسلم منہا فتنۃ عظیمۃ تکون فی امتی لا یبقی بیت من العرب الا دخلتہ تصل الی جمیع العرب قتلاھا فی النار واللسان فیھا اشد من وقع السیف''

عنقریب میری امت میں فتنہ عظیم ہوگا کہ کوئی گھر نہ رہے گا عرب میں جہاں داخل نہ ہوجائے تمام عرب میں پہنچ جائے گا تو انہیں آگ میں اپنے پیچھے پیچھے لے جائے گا، اس میں زبان سے چلانا تیر چلانے سے بہتر ہے۔

''وفی روایۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستکون فتنۃ صماء بکماء عمیاء یعنی تعمی بصائر الناس فیھا فلا یرون مخرجا یصمون عن استماع الحق من استشرف لھا استشرفت لہ''

عنقریب فتنہ ہوگا، اندھا گونگا بہرہ جس نے اس کی طرف جھانک کر دیکھا تو یہ اسے پکڑے گا (تو اندھا، حق کے دیکھنے سے اور وہ نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور بہرا سننے سے یعنی حق نہ سنے گا اور گونگا حق کے بولنے سے اگر سن بھی لے دیکھ بھی لے تو بھی اس کے منھ سے نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ نکلے گی۔) جس نے اسے جھانکا تو اسے پکڑے گا اور جھانکنا یہ ہے کہ یہ ہے کیا تو ان کی کتابیں دیکھیں۔ ان کے عالموں کے وعظ میں گئے بس پکڑے گئے۔ جیسے فری مشن۔ تو ان کی کتابیں پڑھنا اور ان کی باتیں سننا اشد حرام ہے اپنے دین کی حفاظت کرو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کرو۔)

''وفی روایۃ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیظھر من نجد شیطان تتزلزل جزیرۃ العرب من فتنتہ''

عنقریب نجد سے شیطان (شیخ نجدی) ظاہر ہوگا کہ جزیرہ عرب اس کے فتنہ سے متزلزل ہوجائے گا۔ اور علامہ سید حبیب علوی ابن احمد بن حسن بن قطب سید حبیب عبد اللہ الحداد باعلوی، اپنی کتاب ''مصباح الانام وجلاء الظلام فی الرد علی النجدی الذی اضل العوام'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''قال فيه سيخرج في ثاني عشر قرنا في وادي بني حنيفة رجل كهيئة الثور لا يزال يلعق براطمه يكثر في زمانه الهرج و المرج يستحلون اموال المسلمين و يخذونها بينهم متجرا ويستحلون دماء المسلمين ويتخذونها بينهم مفخرا وهي فتنة يعتز فيها الارذلون والسفل تتجاري بينهم الاهواء كما يتجاري الكلب بصاحبه''

عنقریب ۱۲۰۰ بارھویں قرن (صدی) میں نکلے گا ایک شخص بنی حنیفہ (اہل نجد) سے بیل کے مشابہ، اپنے موٹے ہونٹوں کو برابر چاٹا کرے گا، اس کے زمانہ میں فتنہ وفساد بہت ہوگا، اموال مسلمین کا حلال کریں گے اور اسے اپنی تجارت بنائیں گے (یعنی پیشہ) اور دمائے مسلمین (خون) حلال کریں گے اور اسے اپنے لیے فخر بتائیں گے، یہ فتنہ ہے جس میں رذیل و کمینہ عزت پائیں گے، ان میں اہوا جاری ہوں گے، جیسے کتا اپنے صاحب کے ساتھ چلتا ہے (ہمیشہ ان کے ساتھ رہیں گے)۔ تو یہ حدیث معنی کے اعتبار سے تو بالکل واقع، لیکن اس کے راوی کا صحیح پتہ نہیں (اس لیے اس حدیث کے صحت وعدم صحت پر کوئی قول نہیں کرتے اور نہ بغیر اس حدیث کے کوئی حرج ہے، صحیح احادیث بہت گزر چکیں) پھر سید مذکور نے کہا یہ مغرور محمد بن عبد الوہاب بنی تمیم سے ہے اور ذی الخویصرہ تمیمی کا جانشین یا اس کی اولاد میں سے ہے جس کے بارے میں حدیث بخاری ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے:

''ان النبي صلى الله عليه وسلم قال ان من ضئضئ هذا- اوفي عقب هذا قوما يقرؤن القرآن لايجاوز حناجرهم يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية يقتلون اهل الاسلام ويدعون اهل الاوثان لئن ادركتهم لاقتلنهم قتل عاد''

یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے گھرانے اور خاندان و قبیلہ سے قوم ہے جو پڑیں گے قران کو اور وہ ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا، نکل جائیں گے دین سے جیسے نکل جاتا ہے تیر کمان سے قتل کریں گے اہل اسلام کو اور چھوڑ دیں گے اہل اوثان کو، اگر میں ا نہیں پاؤں تو قوم عاد کی طرح انہیں ہلاک کردوں ۔ تو یہ خارجی اہل اسلام کو قتل کرتا اور اہل اوثان سے دوستی کرتا (تو بھی ہم ہند میں دیکھتے ہیں) اور یہ حدیث ذو الخویصرہ تمیمی کی ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ سے مشکوۃ میں بھی ہے۔ شھدت حنیفا اور جب علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے خوارج سے قتال کیا اور فتح یاب ہوئے کسی نے کہا اللہ نے انہیں ہلاک کیا، اور ہم کو ان کے شر سے پناہ ملی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہرگز نہیں قسم اس کی جس کے اختیار میں میری جان ہے، ان میں بہت ابھی اپنے باپوں کی پیٹھ میں ہیں کہ ان کو ابھی ان کی ماؤں نے نہیں جنا، اور ان میں کا اخر مسیح دجال کے ساتھ ہو گا۔ (تو آگاہ ہو یہ وہی ہیں) اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آپ نے وادی بنی حنیفہ اور مسیلمہ کذاب کا ذکر کیا اور فرمایا کہ ان کی وادی قیامت تک وادی فتن رہے گی اور ان کے کذابوں سے قیامت تک فتنہ رہے گا اور ایک روایت میں ہے ویل للیمامہ ویل لا فراق لہ خرابی ہو یمامہ کے لیے ہیشگی کی خرابی یمامہ (نجد) اور مشکوۃ میں حدیث آئی:

''سیکون فی اخر الزمان قوم یحدثونکم بما لم تسمعوا انتم ولا اباء کم فایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم''

عنقریب آخر زماں ایک قوم ہوگی جو ایسی باتیں تم سے کرے گی جو تم نے (اب تک) نہ سنیں نہ تمھارے آبا نے سنیں، تو ان سے بچو، انہیں اپنے سے دور رکھو، ایسا نہ ہو تمہیں گمراہ کر دیں اور تمہیں فتنہ میں ڈال دیں (اور بخاری نے فتنہ کا باب باندھا تو کتاب الفتن میں حدیث تو وہ بھی ذکر کی جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے گزری، نجد میں فتنے اور زلزلے ہیں، اور یہاں سے شیطان کی جماعت نکلے گی۔ اور اوپر قرآن کی آیت لکھی"

''واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ واعلموا ان اللہ شدید العقاب''

"اور بچوں اس فتنہ سے (نجد میں زلزلہ اور فتنے ہیں) جس کی برائی و نحوست صرف انہیں ہی نہیں پہونچے گی خاص کر جو ظالم ہیں اور جانو اللہ کا عذاب بہت سخت ہے"۔ یعنی اس کی نحوست و برائی سے وہ بھی تباہ ہو جائیں گے جو اگرچہ ظالم نہیں، مگر ظالموں کے دوست، معاون، ان کے مدرسوں کی امداد کرنے والے، ان کے ساتھ ساتھ ہیں تو حقیقت یہ ہے کہ جب سے اس خبیث تحریک نے تنقیص شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی، انہیں جب ہی سے اسلامی

حکومتوں کا زوال شروع ہوا اور مسلمانوں پر تباہی بڑھتی جاتی ہے، جیسی جیسی ان کی تبلیغ پھیل رہی ہے ویسی ہی تباہی، ورنہ ۱۱۱۱ھ سے پہلے مسلمانوں کی کیسی شان و شوکت تھی۔

''الم ترالی الذین بدلوا نعمة الله کفرا و احلوا قومهم دار البوار جهنم یصلونها و بئس القرار''

کیا تم نے انہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کو بدل دیا ناشکری (ناقدری) سے تو انہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں لا اتارا:

''ان الله لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسهم''

بے شک اللہ کسی قوم کا حال نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود نہیں بدلتے ہیں او سے جو ان کے ساتھ ہیں۔ اس کی تفسیر یہ آیۃ کریمہ ہے:

''ذلك بان الله لم یك مغیرا نعمة انعمها علی قوم حتی یغیروا ما بانفسهم''

بے شک اللہ ایسا نہیں کہ اپنی نعمت (ظل رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو بدل دے جب تک کہ لوگ خود نہ بدل جائیں نعمت الہی سے، تم اللہ کے ناشکرہ ہو گئے، تو اللہ کے احسان بھی تم پر نہ رہے۔ سعود آئے تو ساتھ ساتھ یہود و ہنود بھی۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

احادیث میں آیا حضور علیہ السلام نے گریہ فرمایا، اور صحابہ بھی روئے، جب حضور علیہ السلام نے مسلمانوں پر آخر زمانہ میں تکالیف و مصائب کا ذکر فرمایا، تو صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ہم میں صالحین ہوں گے، تو بھی ایسا ہو گا (یعنی ان کی برکت سے ایسا نہ ہونا چاہیے تھا، یہاں برکت کا ثبوت ہے) حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''اذا ظهر الخبیث'' دوسری روایت میں آیا: ''اذا کثر الخبیث'' جب خبث ظاہر ہو گا (یعنی نفاق جیسا کہ تفسیر قرآن میں صاحب جلالین نے لکھا: خبث کی تفسیر منافق) جب خبث (نفاق) زیادہ ہو جائے گا، جب برکات اولیا و صالحین سے انکار ہو گا، توریت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف الحرز الامین آئی۔ پناہ و حفاظت اپنی امت کے لیے۔ جب اس کا انکار ہو گا، تو یہ پناہ اس کو نہ پہونچے گی، حضرت مولانا روم رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا:

بود در انجیل نام مصطفیٰ
آن سر پیغمبران، بحر صفا
طائفہ نصرانیان بہر ثواب
چون رسید ندی بدان نام و خطاب
بوسہ د ادندی برآن نام شریف
رونہادندی برآن وصف لطیف
امین از شر امیران و وزیر
در پناہ نام احمد مستجیر

اور حضرت امام بوصیری صاحب قصیدہ نے فرمایا:

یا اکرم الخلق مالی من الوزبہ
سواک عند حلول الحادث العمم

تو حضرت امام بوصیری علیہ الرحمہ کو شیخ نجدی نے غالی لکھا اپنے نفاق کی وجہ سے۔

اور اللہ نے قرآن میں یہ آیت ان ہی بنی تمیم کے متعلق نازل فرمائی:

''ان الذین ینادونك من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون''[الحجرات۔۴]

بے شک یہ جو نجدی بنی تمیم، آپ کے حجروں کے پیچھے سے نام مبارک بے ادبی سے لے کر پکار رہے ہیں، ان میں اکثر بے عقل ہیں۔(تو قرآن نے صاف ظاہر کر دیا کہ نجدی ہمیشہ سے گستاخ و بے ادب ہیں اور یہ آیت انہیں کے متعلق نازل ہوئی:

'' لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم بعضا ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون''

اپنی آوازیں بلند نہ کروں نبی کی آواز پر اور اس طرح زور سے نہ بولو۔ جیسے آپس میں بولتے ہو، ایسا نہ ہو تمہارے اعمال حبط ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو"۔ اور بنی حنیفہ، بنی تمیم ووائل کی مذمت و بے ادبی میں بہت کچھ احادیث و قرآن میں آیا۔(یہ بھی حدیث ہے:

''اقبلوا البشری یا بنی تمیم قالوا یا رسول اللہ قد بشرتنا فاعطعنا فری ذالك فی وجهه فجاء نفر من الیمن فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اقبلوا البشری اذلم یقبلها بنو تمیم قالوا قد قبلنا یا رسول اللہ۔''

''جب وفد نجد کا آیا، حضور نے ان سے فرمایا: قبول کرو بشری (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو بنی تمیم! انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں دیں جب خوش خبری دے رہے ہیں، تو ان کی اس بات کا اثر حضور کے چہرہ مبارک میں دیکھا گیا، پھر جب اہل یمن آئے تو حضور نے فرمایا: اہل یمن! تم خوش خبری کو قبول کرو، جب اسے قبول نہیں کیا ہے بنو تمیم نے، انہوں نے عرض کی ہم نے قبول کیا''۔ تو بنی تمیم نے (نجدیوں نے) بشری کہ وہ محمد رسول اللہ ہیں، قبول نہیں کیا ہے۔

سید علوی حداد جن کا ذکر پیشتر ہوا، انہوں نے یہ بھی کہا: تو اگر چہ ان لوگوں کے ذم میں بہت کچھ آیا، یہ کافی ہے کہ اکثر خوارج اور محمد بن عبدالوہاب اور رئیس فرقہ باغیہ عبدالعزیز محمد بن سعود انہیں میں سے ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ابتداء رسالت میں قبائل پر جاتا اور تبلیغ کرتا، مگر بنی حنیفہ سے زیادہ خبث جواب کسی نے نہ دیا اور کہا سید علوی حداد نے کہ میں طائف گیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ کی زیارت کے لیے (اور یہ روضہ مبارک تابعین نے تعمیر کیا) تو میں حضرت علامہ شیخ طاہر سنبلی حنفی سے ملا، تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک کتاب مسمی ب ''الانتصار للاولیاء الابرار'' ان کے رد میں لکھی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس سے نفع دے گا اسے جو نجدی بدعت میں ہو اور داخل نہیں ہوا، لیکن جو اس بلا میں پھنس گیا، اس کی فلاح کی امید نہیں، اس لیے کہ حدیث میں آیا کہ نکل جائیں گے دین سے جیسے تیر کمان سے۔ اور یہ جو بعض لوگوں نے انہیں نیک گمان کیا اس پر کہ انہوں نے رہزنی کو بند کیا اور انتظام خوب کیا اور بدویوں کو فحش سے روکا اور نماز کا حکم دیا، تو وہ ان کی برائیوں سے مطلع نہ ہوئے تکفیر امت چھ سو برس سے، کتب متقدمین جلانا، اور کثیر علما و عوام کا قتل، اور باری تعالیٰ کا جسم ماننا (اور امکان کذب) اور اس کے لیے درس قائم کرنا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کی تنقیص شان کرنا، اور ان کی قبور کھود ڈالنا، اور ان میں بعض قبور اولیاے کرام میں

رفع حاجت کی جگہ بنانا، اور دلائل الخیرات (اور درود تاج) کا روکنا اور منع کرنا اور مولود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منع کرنا، قیام منع کرنا، اور صلاۃ وسلام بعد اذان منع کرنا، اور جس نے ایسا کیا اسے قتل کرڈالنا، اور پس درجہ کے لوگوں کو کھانا کھلا کر ان پر دعوائے نبوت پیش کرنا، اور ایسے صاف نہ کہنا بلکہ اشاروں سے سمجھانا، نماز کے بعد دعاء کو منع کرنا، زکوٰۃ خلاف شریعت اپنی منشا سے تقسیم کرنا، اور اسلام کو اپنے اور اپنے متبعین میں منحصر جاننا، اور یہ کہ تمام مخلوق مشرک ہے، اور اپنی مجالس و خطب میں توسل کرنے والوں کو کافر کہنا، اور یہ گمان کرنا کہ جس نے کسی کو سیدنا اور مولانا کہا تو کافر ہو گیا، اور ادھر کچھ التفات نہ کرنا کہ قرآن میں حضرت یحیٰ علیہ السلام کے لیے: سیدا و حصورا و نبیا آیا اور اور نہ التفات کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں کہ انصار کے لیے فرمایا قوموا السید کم، اور زیارت قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منع کرنا اور حضور کو اموات کی طرح جاننا، اور علم نحو و لغت و فقہ اور ان علوم کی تدریس کو بدعت جاننا۔

پھر سید علوی نے کہا: ہمارے نزدیک اس کے اقوال و افعال سے ثابت ہے کہ وہ قواعد اسلامیہ سے باہر نکل گیا، مسلمانوں کے اموال و دم کو حلال جاننا حالاں کہ ان پر اجماع ہے کہ وہ حرام ہیں، اور اس کے ساتھ تنقیص شان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انبیاء و مرسلین و صالحین، اور بلاشک یہ بالاجماع کفر ہے۔ ۱۲۰۲ھ میں مرا اور عمر طویل پائی اور اس کی تاریخ وفات کسی نے لکھی: بداہلاک الخبث ۱۲۰۲ھ اور اس کے بعد اس کی اولاد اس دعوت پر اس کی جانشین ہوئی: عبد اللہ، حسن، حسین، علی۔ اور یہ ان میں اولاد الشیخ کہلاتے، اور عبد اللہ ان میں بڑا تھا، یہ دعوت پر اپنے باپ کے بعد قائم ہوا، اور سلیمان و عبد الرحمن اس کے بیٹے اس کے بعد اور سلیمان باپ سے زیادہ متعصب تھا، تو اس کو ابراہیم پاشا رحمہ اللہ تعالیٰ و خلق امثالہ نے قتل کردیا ۱۲۳۳ھ میں اور عبد الرحمن کو گرفتار کیا اور مصر بھیج دیا، وہیں مر گیا، لیکن حسن بن محمد بن عبد الوہاب تو اس کا بیٹا عبد الرحمن قاضی مکہ ہوا، ان سالوں میں جب ان کا قبضہ وہاں ہوا، یہ ایک بڑی عمر رہا قریب سو برس، اس کا بیٹا عبد اللطیف تھا اور حسین بن محمد بن عبد الوہاب اس کے بہت اولاد ہوئی، اب تک ان کی نسل باقی ہے درعیہ میں اولاد الشیخ کے نام سے موسوم ہے اللہ ان کو ہدایت فرمائے صواب کی۔

تمت الکتاب

ایصال ثواب کے جواز کا ثبوت:

قراءت قرآن جائز ہے اموات کے لے اور بے شک اس کا ثواب اموات کو پہنچتا ہے۔ اگرچہ بااجرت پڑھاجائے اور اگر کوئی ایساوہم کرے کہ یہ سلف کا طریقہ نہیں، تو نفح الطیب میں ابن الرومی کا شعر ہے ؎

فاذامررت رایت من عمیانه
امما علی امواتہ قراء

تو یہ سلف کا معمول ہے جیسا کہ اس شعر سے ظاہر ہے، اور حضرت امام احمد بن حنبل کے زمانہ میں بھی اس پر عمل تھااور اگر یہ تسلیم بھی کرلیاجائے کہ سلف کا عمل نہ تھا، توعدم عمل منع کی دلیل نہیں، جو اس کا دعویٰ کرے دلیل اس پر ہے، قبور پر قرآن خوانی یا کوئی ذکرو تسبیح پڑھنا یا پھول ڈالنا، اس کا ثبوت اس سے بھی ہے کہ حضور علیہ السلام نے کھجور کی شاخ چیر کر دو قبروں پر لگادی اور فرمایا یہ جب تک تر ہیں، ان کو عذاب سے تخفیف رہے گی (یعنی یہ برکت تسبیح شاخ کھجور) اخرجہ ابن خزیمہ، اور ترمذی میں ہے: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

''اذا مات ابن آدم انقطع عمله الامن ثلاث، صدقة جارية او ولد صالح يدعوله او علم ينتفع به'' جب آدمی مرجاتا ہے تواس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے، مگر تین سے، صدقہ جاریہ یا صالح بیٹا جو اس کے لیے دعا کرے، (ایصال ثواب کرتا رہے)، علم، جس سے نفع اٹھایا جائے (کتاب لکھے یا اسے شائع کرے یا تقسیم کرے)۔

بخاری میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے:

''ان احق ما اخذتم عليه اجرا كتاب الله تعالىٰ'' اور مسند امام احمد بن حنبل میں ہے:

''حدثنا ابو المغيرة حدثنا صفوان ان المشيخة كانوا يقولون اذا قرأت (يعنى يس) على ميت خفف عنه بها'' صفوان نے کہا کہ بزرگ کہتے ہیں، جب سورۂ یسین میت پہ پڑھی جائے، تواس سے اس کو تخفیف ہوتی ہے (یا عذاب میں، یا روح نکلنے میں) محب الدین طبری نے کہا،

میت مردہ کو کہتے ہیں اور اس سے محتضر (جس کی جان نکالی جارہی ہو) مراد لیناقول بلادلیل ہے۔ بلکہ یہ عام ہے اور ابن حبان نے جندب بن عبداللہ رضی عنہما سے نقل کیا:

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البقرۃ سنام القرآن و ذروتہ نزل مع کل ایہ منہا ثمانون ملکا و استخرجت (اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم) من تحت العرش فوصلت بہا، ویس قلب القرآن لا یقرؤہا رجل یرید اللہ والدار الاخرۃ الا غفر لہ و اقرؤھا علی موتاکم''

پڑھو سورہ یسین کو اپنی اموات پر تو حضور علیہ السلام نے موتاکم فرمایا، محتضر یکم نہ فرمایا، جس کی جان نکل رہی ہو، اسے محتضر کہتے ہیں نہ کہ موت۔

''وعن معقل بن یسار رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قرأ یس ابتغاء وجہ اللہ تعالیٰ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ فاقرأھا عند موتاکم''

جس نے سورۂ یٰسین پڑھی اللہ کی رضا چاہنے کے لیے، اس کے گناہ صاف کردیے گئے، توسورۂ یٰسین پڑھواپنے اموات کے پاس''۔ مشکوٰۃ، جامع صغیر، ابو محمد سمرقندی، اور رافعی اور دار قطنی روایت کرتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے:

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مر علی المقابر وقرأ (قل ھو اللہ احد) احدی عشرۃ مرۃ وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات''

جو قبرستان پر گزرے اور قل ھو اللہ احد گیارہ بار پڑھ کر اس کا ثواب اموات کو ہبہ کردے تو اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا اموات ہیں۔ اور ابوالقاسم زنجانی نے فوائد میں ذکر کیا:

''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من دخل المقابر ثم قرا فاتحۃ الکتاب وقل ھو اللہ احد و الھاکم التکاثر، ثم قال انی جعلت ثواب ما قرأت من کلامک لاھل المقابر من المؤمنین و المؤمنات کانوا شفعاء لہ الی اللہ تعالیٰ''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو داخل ہو بقرہ میں، پھر اس نے فاتحہ اور قل ہو اللہ احد، اور الہاکم التکاثر پڑھی پھر کہا، (اے اللہ) میں نے جو کچھ پڑھا تیرا کلام اس کا ثواب اہل قبور مومنین و مومنات کے لیے کیا، تو یہ اس کے شفیع ہوں گے اللہ کی طرف''

ان دونوں احادیث کو سیوطی نے شرح المدود میں لکھا۔

''وروی حذیفة بن یمان رضی الله عنهما عنه علیه الصلاة والسلام انه قال من قرأ (قل هو الله احد) الف مرة فقد اشتری نفسه من النار۔ ذکر فی الجامع الصغیر فی کنز العمال، قال المناوی وینبغی قرأتها لذلك عن المیت اه''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قل ہو اللہ احد ہزار بار پڑھی اس نے اپنے نفس کو دوزخ سے خرید لیا۔ علامہ مناوی نے کہا اسی لیے اس کو میت کی طرف سے پڑھنا چاہیے۔

اور علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا

''باب الحج عن الغیر میں: عن الامام الدار قطنی، ان رجلا ساله صلی الله علیه وسلم فقال انه کان لی ابوان ابرهما فی حال حیاتهما فکیف لی ببرهما بعد موتهما۔ فعل له صلی الله علیه وسلم ان من البر بعد موتهما فقال صلی اللہ علیہ وسلم: ان من البر ان تصلی لهما مع صلوتك وتصوم لهما مع صیامك''

یارسول اللہ میرے والدین تھے جن سے میں بھلائی کا سلوک کیا کرتا، ان کی زندگی میں تو کس طرح ان کے ساتھ نیکی کروں ان کے انتقال کے بعد؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: بے شک نیکی سے رہو ان کے مرنے کے بعد یہ کہ تو نماز پڑھے ان کی طرف سے اپنی نماز کے ساتھ اور روزہ رکھے اُن کے لیے اپنے روزوں کے ساتھ۔ اور مشکوٰۃ شریف باب الجمعہ میں حدیث ہے۔

مشکوٰۃ میں ہے اور بیہقی و سیوطی و طبرانی نے بھی اس کا ذکر کیا:

''عن ابی هریرة رضی الله عنه قال رسول الله علیه وسلم ان الله لیرفع الدرجة للعبد الصالح فی الجنة فیقول یا رب انی لی هذه فیقول باستغفار ولدلك''

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک اللہ تعالیٰ درجہ عبد صالح کا جنت میں بلند فرمادیتا ہے، تو کہتا ہے یارب یہ کیسے ہوا، تو فرماتا ہے، تیرے بیٹے کے استغفار کرنے سے تیرے لیے یہ ہوا۔

''وفی البخاری عن ابی هریرة رضی الله عنه عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یتبع الرجل یوم القیمة من الحسنات امثال الجبال فیقول انی هذا فیقال باستغفار ولدك لك''

مل جائے گی کسی کو پہاڑوں کے برابر حسنات قیامت کے دن تو کہے گا، یہ کہاں سے ہیں؟ تو اس سے کہا جائے گا یہ تیرے بیٹے کے استغفار کرنے سے ہیں تیرے لیے۔

مشکوٰۃ میں ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور دیلمی نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

''قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما المیت فی قبرہ الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ من اب و ام أو ولد او صدیق ثقۃ فاذا لحقتہ کانت احب الیہ من الدنیا و ما فیہا و ان اللہ تعالی لیدخل علی اھل القبور من دعا اھل الارض امثال الجبال و ان ھدیۃ الاحیاء الی الاموات الاستغفار لھم''

فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی مثال قبر میں ایسی ہے جیسے ڈوبتا فریاد کرتا ہو، میت انتظار کرتی ہے دعوت کا تو اسے ملے گی باپ یا ماں یا بیٹے یا دوست کی طرف سے عمر بھر جب یہ اسے مل جاتی ہے تو اسے یہ محبوب ہوتی ہے دنیا و مافیہا سے اور اللہ تعالیٰ داخل کرتا ہے اہل قبور پر دعا سے اہل زمین کی پہاڑوں کے برابر (ثواب) اور بے شک تحفہ زندوں کا مردوں کی طرف استغفار کرتا ہے ان کے لیے۔ او ر ابن ابی الدنیا نے روایت کیا سفیان سے انہوں نے فرمایا اموات حاجت مند ترین ہیں دعا کے، اس سے زیادہ کہ اصحاب حاجت مند ہیں طعام و پانی کے۔ اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ دعا نافع ہے میت کے لیے، اور قرآن شریف بھی فرماتا ہے:

''والذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان''

تو یہ دعا ہے میت کے لیے۔ اور حدیث ابن سعد پیشتر گزر چکی:

''قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء''

سعد ابن عبادہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ ام سعد وفات پاگئیں تو کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تو کنواں کھود اور کہا یہ سعد کی ماں کے لیے ہے۔

اور کوئی خلاف نہیں علما میں تلقین کے جواز و مشروع ہونے میں۔ جیسے موت حاضر ہو، حدیث صحیح ہے:

''لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ'' (یعنی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، تو لا الہ الا اللہ اسم ہے کلمہ طیبہ کا۔ جیسے قل ھو اللہ احد، پس الحمد للہ، الھاکم التکاثر اسم ہے پوری سورت کا، تلقین بعد الدفن اسے مستحب رکھا ہے، شوافع و اکثر حنابلہ اور محققین مذہب حنفی نے دعا کے لیے۔ حدیث ابی امام کے لیے اور اگرچہ وہ ضعیف ہے۔ مگر اس پر اہل شام نے قدیم سے عمل کیا۔

اور علامہ ابن ہمام نے کہا موتاکم کو حقیقت پر محمول کریں، تو بے شک تلقین بعد الدفن کو بھی شامل ہوگا۔ اسی حدیث ابی امامہ کو طبرانی نے کبیرین اور ابن مندہ نے روایت کیا:

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مات احدکم من اخوانکم فسوّیتم التراب علی قبرہ فلیقم احدکم علی رأس قبرہ ثم لیقل یا فلان بن فلانۃ فانہ یسمعہ ولا یجیبہ ثم لیقل یا فلان بن فلانۃ فانہ یستوی قاعدا ثم یقول یا فلان بن فلانۃ یقول ارشدنا رحمك اللہ ولکن لا تشعرون فلیقل اذکر ما خرجت علیہ من الدنیا شھادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا عبدہ و رسولہ ﷺ و انك رضیت باللہ ربا و بالاسلام دنیا و بمحمد ﷺ نبیا و بالقرآن اماما۔ فان منکراً نکیرا یاخذ کل واحد منھما بید صاحبہ ویقول انطلق بنا ما نقعد عند من لقن حجتہ فیکون اللہ حجیجہ دونھما فقال رجل یا رسول اللہ فان لم یعرف امہ قال فلینسبہ الی امہ حواء یا فلان بن حواء''

ختم شد

نوٹ:

ممکنہ حد تک کوشش کی گئی ہے کہ کتاب، کتابت کی اغلاط سے پاک رہے، تاہم ممکن ہے کہ کمپوزنگ کی غلطیاں در آئی ہوں، کیوں کہ یہ رسالہ جس نسخے سے نقل کیا گیا ہے، وہ پر از اغلاط تھا، لہذا ناظرین سے گزارش ہے کہ کوئی خطا کہیں نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں، اگلے ایڈیشن میں تصحیح کرلی جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔۔۔(**مرتب غفرلہ**)